فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملۂ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع۔

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔

۱- جلدین اولین عبادات -

۲- جلدین آخرین معاملات -

فتاواے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد -

ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح -

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیۂ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح -

شرح وقایہ خورد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -

ذخیرۃ العقبی - حاشیۂ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا بتحشی جدید -

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب -

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین -

(۱) جلدین اولین عبادات مین -

(۲) جلدین آخرین معاملات مین -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول -

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول -

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی -

تہذیب النفوس - از سید فخر الدین حسین -

باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش -

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین ترجمۂ مولانا ابو الحسن فریدآبادی -

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بستان تہذیب - جامع اخلاق و ادب مرتبۂ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ -

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین -

النجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد -

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان [illegible] علم و ادب -

نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ نجابت اللہ -

تہذیب الاخلاق - مولفۂ مولوی نجم الحق -

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حل مطالب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ -

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ -

اخلاق رضی - مصنفۂ قاضی محمد رضی -

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم ترجمۂ سید غلام حیدر صاحب -

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت جملہ اعضا از مفتی غلام سرور -

کنز الاسرار - ترجمہ اردو و نظم شاہ بوعلی قلندر قدس سرہ ہموزن مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان -

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر -

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد -

تہذیب احسانی - مؤلفۂ حکیم احسان علی -

مستحق جانتے ہین حالانکہ جسنے پیدا کیا چاہے وہ انکو نیست کردے یا بجائے زمین کے انکو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب انکو خود پیدائش کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہے تو استحقاق کہان سے ہوسکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عز وجل نے تمام انعام و محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور بر سطح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو کبھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو۔ (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہمپر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الآیۃ جسکا مفصل بیان آیا اور انکو اپنی ربوبیت کی معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم۔ اور سب نے اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیۃ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا۔ اچھا اگر وہ فراموش تھا تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجائش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عز وجل کو نہ مانے۔ باوجود اسکے انکی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور انکے ذریعہ سے ہدایت کامل پہونچائی کہ بعد اسکے کافرون کیواسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عز وجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور انکو دو باتون مین مختار فرمایا۔ اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین۔ دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین۔ پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لیں تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھون نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون باتون مین مکلف کیا پس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چندروزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا جاوے اسواسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جسکو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ عادل جانتے ہین وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تبہ کار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عز وجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوشحال رکھا پھر دونون خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لیے دار آخرت نہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلیگا۔ اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے۔ بالجملہ مومنین نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا برخلاف انکے کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع مین لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے حتی کہ ہزار سال عمر پاوین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلون مین دنیا کی محبت رچائی جو محض نجس ہے اور دین عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کر دی پس بدن کے سوائے انکی کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالیٰ نے انکے دماغ مین حس دیدیے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کر لے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لا یعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آجاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور انکو اسقدر مہلت دیگئی مگر انھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی۔ اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تمنے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تمپر کچھ ظلم کیا کیونکہ تمنے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تمپر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین خوار ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

ساتوان جزو تمام ہوا بعدہ آٹھوان ولو اننا ہے

سنن ابی داؤد۔ مجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے بصحت تمام ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ معروف جدید الطبع۔

دلائل الخیرات - باترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنے معروف -

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ -

عناصر الخیرات - باترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

فقہ اردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد میں -

راہ نجات - ضروری مسائل نماز وروزہ وغیرہ

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان -

ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول ترجمہ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -

کشف الحاجۃ - ترجمہ اردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین -

نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی -

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثنائیہ (۳) صد دینی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل -

مولفۂ مولوی عبد الصمد بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین سگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان -

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین سگلوری -

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تحقیر دہ تکفین میت - از محمد عمر

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہر دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف -

حج الحج - مسمی بہ غایۃ المشہور از ملا محمد شاہ -

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -

تنبیان - در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین -

بدائع منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح -

ناصر حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسالک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی الہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمۂ مولانا ابو القاسم -

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرانی محشے مع فرہنگ -

مالابدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر - حاشیہ المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی

دیا کی پس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالے انپر عذاب نازل کریگا اور چاہیے تو چھوڑ دیجیے کہ جنکے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جنکے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیر رح اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں۔ پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت بالفتح ان بھی پڑھا گیا اور لا یؤمنون بتاء خطاب یعنی لا تؤمنون پڑھا گیا ہے۔ اور ما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو قرار دیا گیا قال الحافظ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ و ما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو کہا گیا اور یہی مجاہد رح کا قول ہے گویا مشرکون سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسمون میں سچے ہو۔ بنا برین قراءۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آویں بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تؤمنون بتاء خطاب پڑھا۔ پس استیناف بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے۔ یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ و بنا برین جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنا برین کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور در صورت معمول ہونے کے قولہ لا یؤمنون۔ میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالے ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالے و حرام علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کسنے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا۔ اور دوسرے قول میں معنی یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں۔ اور معنی اس آیت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلا دیا کہ آیت مقترحہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قراءۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے نثر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کیے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشتری شیئاً یعنی لعلک تشتری شیئاً۔ بازار جا شاید تو کچھ خریدے۔ اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہے اسے انہا اذا جاءت لا یؤمنون او یؤمنون۔ یعنی تمکو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ نہ ایمان لاوینگے یا لاوینگے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف الضد میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاوینگے یا نہ لاوینگے پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امر ان دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدون لا آتا کیونکہ تحقیق کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آوینگے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور کما ہو خلاف المقصود و المبلغ فی عدم العلم مطلقاً یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ انکی قسمون کے کیا نہیں جانتے ہو۔ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ تحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلون کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وَأَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یؤمنون۔ اور انکی بینائیون کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے پس ایمان نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ بما انزل الیک من الآیات۔ أَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو پہلے نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر انکے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کر دیے گئے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ و نقلب افئدتہم و ابصارہم۔ یعنی انکے و ایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کر دینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے

جیسے کہ ہمنے اول مرتبہ انکے درمیان وانکے ایمان کے درمیان مین حیلولت کردی۔ کذا قال عکرمہ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم یعنے جو معجزہ بلیغ
کہ اونکو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اسکو دیکھنے وسمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہوگیا جو تقدیر الٰہی عزوجل سے انکے خبیث نفس
مین شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور انکے قلب تک نہین پہونچتا ہے بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے انکے قلوب پر مہر ہے اسیطرح
اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات انکو دیے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا۔ پس ہر معجزہ کے وقت انکی آنکھین ودل جانب رحمت سے
پھیرے جاتے ہین۔ وَنَذَرُهُمْ نترکہم۔ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ضلالہم۔ اور ہم انکو چھوڑتے ہین انکی گمراہی مین ف۔ جو انھون نے
اپنی ذات کے لیے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے۔ يَعْمَهُوْنَ یترددون متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی مین متحیر پھرتے
ہین ف۔ یہی قول ابو العالیہ وربیع بن انس وقتادہ رحمہم اللہ تعالے ہے۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہین پہونچا تو اپنی تاریکی نفس مین بھٹکتے
پھرتے ہین اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب انکے نفوس خبیثہ کے خطیات مین سے ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم
وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالے نے دلون کا پھیرنا اور بینائیون کا لوٹ دینا اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم انکے دلون وبینائیون کو پھیرتے
ولوٹتے ہین اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث صحیحہ مین کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین سب قلوب ہین وہ
جسطرف چاہتا ہے پھیرتا ہے۔ (الصحیحین وغیرہ) اور بعض احادیث مین ہے کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ مین اس مثال سے ہے جیسے میدان
مین ایک پتا یا پر پڑا ہوتا ہے کہ ہوا اُس کے جھونکے اسکو الٹ پھیر کرتے ہین۔ یعنی اسیطرح جسطرف مشیت الٰہی عزوجل ہے اسی طرف دل
پھر جاتے ہین (التصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلون کا یہ حال ہے تو جہان کسی دل کو حق کیطرف پھیر لیا یعنے اپنی عظمت وکبریائی مین متوجہ کرکے محبت
وشوق ومعرفت سے اپنے معجزات وآیات وصفات کا دیدار اسکو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہوجاتی ہے کہ وہ آیات
معجزات مین انوار قدرت وعجائب عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہوجاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات صحیح ہوجاتے ہین
یعنی طاعات صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ مین اسکی نیت صالح وخلوص وحیا رہتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہوجاتے ہین یعنی معارف قلبیہ خلوص کے
ساتھ ہوتے ہین اور حالات صافیہ نصیب ہوجاتے ہین جسمین شک ونفاق وبدنیتی وغیرہ کا میل کچیل نہین رہتا ہے۔ برخلاف اسکے
جہان کہین قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہوکر ٹاپتی پھرتی ہے اور آیات قدرت مین اسکو انوار عظمت مشاہدہ نہین
ہوتے ہین اسی واسطے حضرت سرور عالم صلعم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو
(رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالے جل شانہ جن دلون کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب مین توبہ کرتے ہوئے
خشوع وخضوع سے متوجہ ہین اور جن دلون سے اعراض فرمایا وہی گمراہی مین فرار ہین۔ (عس) مترجم کہتا ہے کہ یہان بعضے گمراہ
جو اپنے تردد مین متحیر ہین اپنی رعونت نفس مین بڑبڑا دینگے کہ پھر جب گمراہون کے دل ہی پھیر دیے گئے تو ہم محض بیخطا اور بالکل گناہ سے
پاک ہین۔ ہمکو جہنم مین رکھنا ہمپر زبردستی ظلم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان دو مقام لکھون جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہون کی جہالت عیان
ہوجاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ مین ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کرون۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی
ملکیت مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم وبیجا تصرف ہے۔ یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب انکو جناب باری تعالیٰ کی
شان مین نصیحت کیجاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بے خطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے
موجود کیا تو اسکو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا اختیار ہے چاہے انکو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس عوض

پر مقصور رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہی اسکی آنکھ سے پردہ دور کردیا کہ وہ ان چیزون کی کچھ قدر و منزلت نہین دیکھتا بلکہ احسان الٰہی جو ازل مین اسپر ہوا ہی اسکے شکریہ کے ادا ہونہونے سے شرم مین غرق ہی بلکہ ادا نہونے کو بھی نہین صرف احسان پر نظر رکھتا ہی جو لوگ باطل و بیہودہ ہین وہ اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہین ۔ زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمین زیادہ رغبت کرین۔ واسطی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والے کو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کردیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گر گئے اور کوئی نہین بچا سوا ان بندون کے جنکو اللہ تعالے نے نور مشاہدہ سے محفوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے

احسان کیا تو مین نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر انکو ایک نشانی پہونچے البتہ اسکو مانیں تو کہہ

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ

نشانیاں تو اللہ کے پاس ہین اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوینگی تو یہ نہ مانینگے اور ہم الٹ دینگے

اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ

انکے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہین پہلی بار اور چھوڑ رکھینگے انکو

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ع

اپنے جوش مین بہکتے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اے غایۃ اجتہادہم فی الایمان۔ یعنی مشرکون نے اللہ تعالے کی قسم کھائی نہایت اپنی کوشش سے قسم مین یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمین کھائین اس بات پر کہ۔ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہین تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف۔ یہ اپنے آپ کو قادر سمجھکر غرور کیا۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ان مشرکون سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالے ہی کے قبضہ قدرت مین ہین اور تعالے مختار ہی جاہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار مین نہین۔ مین تو فقط ڈر سنانے والا ہون۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسر ان لیا اور معنی یہ بیان کیے مایشعرکم۔ اے مایدریکم بامانہم اذا جاءت۔ کس نے تمکو آگاہ کیا انکے مومن ہوجانے پر جبکہ آیت انکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات کو نہین جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لا یومنون ۔ اور علم الٰہی مین یہ بات سابق ہوچکی ہی کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہین لاوینگے قال المترجم اس تفسیر پر ما یشعرکم کا خطاب مومنون کو ہی اور بعضے مسلمانون نے حرص کی تھی کہ کاش انکی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ مشرکون نے مومن ہوجانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم ہمکو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ ؑ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسیٰ مردون کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کرین۔ پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا ہوجاوے آپ نے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کروگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہوجاوینگے تو آنحضرت صلعم نے

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک وان افتاک المفتون - مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بے شک کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کر لے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھے اسی طرح
زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
ہمنے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتا دیگا جو کچھ کرتے تھے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہے اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزون کو جنکو پکارتے یعنی جنکی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزین اسوائے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکون کے معبودون کو برا کہوگے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالے کو برا کہینگے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم و معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اوتعالے نے رسول اللہ صلعم و مومنون کو بتون وغیرہ مشرکون کے معبودون کو سخت زبانی کے ساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتون کی ہجو کرنے مین اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزون کی طرف سے اٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ مین ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہینگے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ مشرکون نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودون کو برا کہو ورنہ ہم تمھارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالے نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا۔ اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابوطالب کے مرض مین جانا اور کہنا کہ منع کردو کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودون کے حق مین بدزبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق مین بدزبانی کرینگے ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ دور ہو حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دے تو لوگون نے کہا کہ یارسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکون کے نزدیک ہمنے انکے ان کامون کو مزین کر دیا ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے۔ خواہ واقع مین اچھے ہون یا برے ہون وہ امت اسکو اچھا سمجھکر بجالاتی تھی اسمین اوتعالے کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہین کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اوتعالے کی طرف انکا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اسمین سخت تہدید ہے یعنے جو کرتے تھے وہ انکو بتلایا جائیگا۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونون پر محمول کیا کیونکہ ابلاغ ہے اور آگاہ کرنا بذریعہ نامۂ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جزاء سزا ملیگی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے کذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ اوتعالے نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال مین مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے مین مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنے والا حق تعالے کا نہین ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کر کے اسکی مراد

قہر ہین پس کیونکہ ان صریح وظاہر آیات وبصائر کو دیکھینگے اور بدون ہدایت الٰہی کیونکہ بینائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا چونکہ حکمت کاملہ الٰہی مین راست وصحیح ومحکم حکمت سے یہ لوگ قابل ہدایت نہین ہین پس اوتعالے کی مشیت مین یہ نہین ہی کہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے صریح آیت پر کیون ایمان نہین لاتے اور کیون شرک مین قرار ہوتے ہین وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور تو تو رقیب نہین کیا گیا کہ انکے اعمال کا نگہبان ہو اور انکے جرمون کی تجھسے بازپرس ہو وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور تو انکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین انکی بہبودی ہی خواہ مخواہ انکو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھپر فقط رسالت پہونچانا واجب ہی اگر آیات وبصائر سے ہدایت لیوین انکے حق مین بہتر ہی نہ لیوین خود خراب خوار ہون واضح ہو کہ اعرض عن المشرکین۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہی پس نسخ جاری ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ نسخ یہی ہی کہ حکم کسی مدت تک کے واسطے ہو پھر بعد اسکے نہو گا لہذا یہ توجیہ مہمل ہی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ انکو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہی کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال کی طرف ہی بدین معنی کہ رسالت حقہ انمین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہی پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہی اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر ابلاغ کے ہی حکم عملی شرعی دوامی نہین ہی پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہی۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہی کما قال السدی والاول اظہر واللہ اعلم۔ وفی قولہ ولو شاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہی کہ شرک مشرکون کا وکفر کافرون کا اوتعالے کی مشیت پر ہی اگر اسکی مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہوجاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہی سب اوتعالی کے احکام قضا وقدر کے تحت مین مسخر ومحکوم ہی ف۔ فی العرائس قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم وایمان کے واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر انکے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت ولطائف محبت وحقائق انبساط مقامات وحالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار کے مطالعہ اور ایسی واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہی کیونکہ تائید نبوت ورسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت والوہیت کو بقولہ لا الہ الا ہو۔ اسی نے تجھپر وصف ونعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہی اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی وظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہی۔ وقولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان ولہ الد تو ہی یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ ہی جیسا کہ قولہ تعالے فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ مین یہ وحی مخفی مذکور ہی۔ دوم وحی خاص جو آپ ودیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہی جیسا کہ قولہ تعالے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ۔ مین مذکور ہی۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلا واسطہ ہی اور رسالت وانزال امر ظاہر بواسطہ ہی اسی واسطے فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپ کے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالے فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہی کہ انکو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ وحی کی اتباع کرو اور ماسوا اسکے جو کچھ وسواس وخیالات ہین سب چھوڑدو اور اسکی اتباع کرو جو تمہارے دلین پاکیزہ الہام خطاب سے آوے

ہوگیا اور محو ہوگیا - قال المترجم اس زمانہ مین بھی بہت سے ملحد زندیق و نیچریہ پیدا ہوئے جو اللہ تعالی کی توحید و طریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہین اور اپنے لیے نئی روشنی ثابت کرتے ہین - اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم - ذکر الحافظ ابن الزبیر رح نے فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ تو درست ہی اور بسکون آخر قراءۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی - اور قتادہ رح نے درست بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب رض نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا - رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد - وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہی کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ ہوگی - قال ابن عباس قوم دانا سے مراد وہ لوگ ہین جنکو ہدایت دی ہی - اس آیت مین دلیل ہی کہ تصریف آیات ایک قوم کے واسطے ہدایت اور ایک قوم کے واسطے ضلالت ہی ف - فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر - اوتعالی نے اپنے بندون پر منت و احسان رکھا ان بصائر آیات سے جنسے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہی - ان بصائر سے اللہ تعالے نے عارفین کی آنکھین روشن کین اور انہین انوار صفات ہین اور صفات انوار سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد از کرم جناب باری تعالے ہی اسنے اپنی ذات کے واسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہی وہ آیات و بصائر و قرآن سے اندھا ہی لہذا قال ومن عمی فعلیہا - وبال اسی پر ہی - فواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت اس شخص کو جسکو اسنے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہی کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو - قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون - اللہ تعالے نے کافرون و مشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق و لطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا - کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہی - یہ احسان الٰہی ہی کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے ودائع سے الفاظ غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی انپر احسان رکھا بقولہ ولنبینہ لقوم یعلمون - یعنے جو فہم قدرت الٰہی رکھتے اور خطاب الٰہی کو سمجھتے ہین اور یقین و ایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے لوگون کو نافع نہین جو خطاب و مراد نہین سمجھتے ہین - ابن عطاء رح نے فرمایا کہ قولہ تعالے لقوم یعلمون - ایسی قوم کے لیے جو حقیقت بیان کو جانتے ہین یعنے اوتعالے عز وجل کی قدرت و قوت تو ہو یہ سے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی غلبہ خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی و سستی سے پیچھے ہٹتے نہین ہین پس یہی مومنین کاملین ہین -

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

تو چل اسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہین سواے اسکے اور جانے دے شریک والون کو

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ط وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ج وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہمنے نہین کیا انکا نگہبان اور تجھ پر نہین انکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی امت کو حکم دیا کہ وحی الٰہی پر جو باکل شافی و صحیح ہی عمل کرین - لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پس جو امر الٰہی ہی وہی حکم و حق ہی باقی سب باطل ہی اور کافرون مشرکون کی طرف مشغول نہون - کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکون کی طرف التفات نکر اور انکی باطل باتون پر لحاظ نکر کیونکہ حکمت الٰہی مین قابل

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون ومنکرون سے اے محمد صلعم - قد جاءکم بصائر من ربکم بصائر جمع بصیرہ بمعنی نور قلب ہی اور مراد یہان حجت وبرہان واضح ہی - فمن ابصر فلنفسہ اے فمن ابصر وآمن فانما ابصر لنفسہ لان الفوز بالجنۃ والنجاۃ من النار لہ - یعنی جسنے ان حجتون کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اسنے اپنے نفس کے واسطے فائدہ اٹھایا اسسے اللہ تعالے کی درگاہ کو کچھ فائدہ نہین کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لیے ہی - اور احتمال ہی کہ ابصر بمعنی بصیرت مین داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح مین داخل ہوا - حاصل آنکہ جسنے ان بصائر سے بصیرت حاصل کی تو اپنی ذات کے واسطے حاصل کی - کما فی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی بینۃ - یعنی او تعالے عز وجل نے مخلوقات کو پیدا کرکے انکے لیے بصائر قدرت وآیات قائم کردیے ہین تاکہ ہلاک ہونے والا اسنے اندھا ہوکر نہ مانے اور ہلاک ہوکر دوزخ مین جاوے اور زندہ ہونے والا بصارت حاصل کرکے جنت مین دائمی زندگی پاوے - اسی طرح یہان فرمایا - فمن ابصر فلنفسہ - ومن عمی فعلیہا وما انا علیکم بحفیظ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر مین داخل نہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہی کیونکہ دائمی عذاب دوزخ مین رہیگا اور مین تمپر حفیظ نہین ہون - یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کے واسطے تھے جب آپ نے رسالت الٰہی کو تمام وکمال پہونچادیا تو اگر کوئی کافر رہے اور نہ مانے آپ سے اسکی بازپرس نہین ہی وکذلک اے کما بینا ما ذکر کذلک - نصرف الآیات تبین الآیات لیعتبروا - جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہین تاکہ عبرت وپند حاصل کرین تاکہ انپر حجت قائم ہو - ولیقولوا درست عطف ہی لیعتبروا مقدر پر - قال المفسر اے ذاکرت اہل الکتاب وفی قراءۃ درست اے قرأت وتعلمت کتب الماضین وجئت بہذا منہا - یعنی دارست یعنی ذاکرت ہی یعنی تونے اہل کتاب سے ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کرلیا ہی اور ایک قراءۃ مین درست ہی یعنی تونے پڑھی اور سیکھی ہین اگلون کی کتابین اور یہ باتین ان کتابون سے لایا ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین درست بسکون تاء فوقانیہ ہی از درس یعنی یہ باتین گذشتہ اور مٹی ہوئی ہین قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست ای ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم - یعنی تاکہ کہین مشرکین وکافرین کہ باہم ذکر کیا تونے اے محمد اگلی کتابون والون یہود ونصاری کے ساتھ اور رہا باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور انسے تونے یہ سیکھا ہی - یہی ابن عباس ومجاہد وسعید بن جبیر وغیرہ نے تفسیر کی اور طبرانی رحمہ نے من طریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تونے تلاوت کی مخاصمہ کیا مجادلہ کیا - قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالے وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاءو ظلما وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ - مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون کو وسوسہ نفس ہی وہ ایسا ہی سمجھتے ہین کیونکہ بالکل صریح وہم وغلط تھا جو مشرکون نے باندھا تھا جب دیکھا کہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونے کے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہین اور اب انکی صدق نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ در پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہین حالانکہ یہ کیا برا جھوٹا وہم تھا کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر انسے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جدید اخبار غیب وہ مذکور ہین جو خود اہل کتاب کو نہین معلوم تھے پس یہ کافرون کی جہالت وحق سے عداوت کی وجہ سے تھا نعوذ باللہ منہ قال الحافظ تیمی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تونے پڑھا اور سیکھ لیا - کذا قال مجاہد والسدی والضحاک وابن زید وغیر واحد اور حسن بصری رح نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تاء یعنی پرانی

ہاں اوتعالے اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم وقدرت سے محیط ہی اونکے وجود وعدم کو جانتا ہی۔ قولہ وہو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہی کہ عشق کے ساتھ قلوب اسکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھنچتے ہین اور بحدوہ عاجز ہوتے ہین۔ اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریاے محبت مین غرق ہوگئین اور اسرار فنا ہوے اور عقلین اسکی علوم مین مشتغل اور عاجز ہوئین شیخ ابویزید رح نے فرمایا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار۔ اوتعالے قلوب سے بھی محجوب ہی جیسا کہ ابصار سے محجوب ہی اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھین دونون برابر ہین۔ بعض نے کہا کہ اوتعالے ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ انپر مطلع ہوتا ہی اور یہ نہین کہ ابصار کو اسکی جناب مین خود رسائی ہو۔ حسین رح نے کہا کہ لطیف از کنہ ہی پھر کہان اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہی کہ یاد فرمایا بندہ کو گذرے زمانے مین جبکہ آسمان عینی اور زمین گستردہ تھی قبل خلقت وقت واظہار دوجہان کے مع تمام موجودات کے لیس یہ معنی لطیف کے ہین۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانّٰی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبدہ فی الامور الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین ومافیہا فہذا معنی اللطیف انتہی مافی النسخۃ والمترجم لم یحصلہ حق تحصیلہ۔ قاسم رح کہا کہ لطیف وہ ہی کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی دریافت کہان ممکن ہی۔ ابن عطاء رح کہا کہ قولہ لاتدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہین پاتی اور وہ ہر شئی کو علم سے محیط ہی۔ ابوسعید خدری رح نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے قولہ لاتدرکہ الابصار کی تفسیر مین کہا کہ اگر بالفرض تمام جن وانسان وملائکہ جب سے پیدا ہوے اور اسوقت تک کہ فنا ہوے سب کے سب ایک صف باندھین تو کبھی اللہ تعالے کا احاطہ نہین کرسکتے ہین قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہی اور عطیۃ العوفی ضعیف ہین اور ایسے بعض دیگر لیس یہ اسناد ضعیف ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین مین سے کسی نے اسکو روایت نہین کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہین ہوئی لیس غریب ہی واللہ اعلم۔ جنید رح نے فرمایا کہ لطیف وہ ہی جسنے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلا ومحنت مین تجھے ولی کیا اور آگ مین ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت مین تجھے داخل فرماویگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہی کہ تونے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تونے اسکی محبت کی تو نزدیک کرلیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تونے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی قال المترجم یہ قول وجنید رح کا قول دونون اوفق بسیاق ومعنی لغوی ہین۔ فافہم

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ

تمکو پہونچ چکین سوجھ کی باتین تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ

اور مین نہین تم پر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین ہم آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہی اور

لِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تا واضح کردین ہم اسکو واسطے سمجھنے والون کے

پس یہ مخصوص بروز قیامت ہے اور قولہ لاتدرکہ الابصار ۔ عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون مین تعارض نہین ہے تاکہ تاویل کی طرف اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہین وہ انشاء اللہ تعالے قصۂ موسی مین ذکر کرکے رد کردیجائیگی بلکہ وہان کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالے ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و صلحاء امت سے متواتر بے شمار ہین جیسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف امت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھوگے جیسے تم چودھوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو ۔ یعنی کھلے کھلے دیکھوگے بدون حجاب و شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین ۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالے ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے استدلال قطعی ثابت کیا جائیگا و من اللہ تعالی التوفیق **ف ـــ فی العرائس**

قولہ تعالے ذلکم اللہ ربکم ۔ جب اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیاء کی پیدایش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہچوائی اور حدوث کی علت سے اپنی ذات کا پاک ہونا اپنے ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے اپنی حیات مین عبودیت کا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ ۔ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسا مت کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہین ہے سب اسی کے قبضہ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دے سکتا اور کوئی ضرر نہین دے سکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے ۔ یہی فرمایا وھو علی کل شئی وکیل ۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے ۔ قال الاستاد رح پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے تھے مین زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے انکو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیر پر اندھیر اچھایا اور مومنون پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک سے مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الہ الا ھو ۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگون کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شئی یہ عوام کی معرفت ہے ۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا باین طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی مین آنکھ اٹھانے سے مجبور و معذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے ۔ کما قال تعالے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندہ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی ہوکر اسکے جلال و نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالی البتہ اپنی قدیم صفت بصر سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس مخلوقات اہل ایمان و خلوص و توحید اسکو آخرت مین دیکھینگے باین طور کہ او تعالے عز وجل آنکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالے عز وجل کو دیکھینگے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی مین ہستی کی تاب و طاقت نہین ہے

نہین دیکھتا- اسنے کہاکہ ہان تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہی- یعنی اگر تو گھیر نہین سکتا تو دیکھ سکتا ہی- وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہان مستعمل ہوا ہی تو بھی بدعتیون کا قول نہین بنتا ہی کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع ابصار مراد ہین پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر ای لایدرکہ کل بصر- اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ جزئیہ ہی کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہین کہ ایجاب جزئی صادق نہو مثلاً کل انسان عالم نہین ہین- اسکے منافی نہین کہ بعض انسان عالم ہین اسی طرح ہم نہین کہتے کہ قیامت مین سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہین اور کافرون کو نہوگا چنانچہ فرمایا- کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون- یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب مین محروم رہینگے- امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہونگے بلکہ دیدار سے انکو کرامت ملیگی- وجہ چہارم- نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال کی نفی مراد ہی عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک و تعالی کو دیکھا تو مین نے کہا کہ اللہ تعالی نے تو یون فرمایا کہ لا تدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ ارے تیری مان نہ رہے یہ تو وہ نور ہی جو اسکا نور ہی جب اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے- رواہ ابن مردویہ والحاکم و صححہ اور حدیث ابوموسی اشعری مین جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ مین خود موجود ہی کہ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ- اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون مین ہی کہ موسیٰ نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسی کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جائیگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات- مترجم کہتا ہی کہ لالکائی ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ مین بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ خود دلیل اہل سنت ہی چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا- اور خود ابن عباس رض و ایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا- عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جسنے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ او تعالی فرماتا ہی لا تدرکہ الابصار الآیۃ- رواہ ابن ابی حاتم و قد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا مین دیدار کی نفی نکلتی ہی- قال اسمعیل بن علیہ وغیرہ فی قولہ لا تدرکہ الابصار- یہ دنیا مین ہی اور رہا آخرت مین مومنین اپنے پروردگار کو دیکھینگے- قال الرازی فی التفسیر الکبیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہی اور یہ نہین دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے اُسنے بر خلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا- مترجم کہتا ہی کہ قول ام المومنین رض سے یہ ثابت ہی نہین ہوتا کہ آخرت مین دیدار نہوگا اور دیدار محال ہی بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھین صرف دیدار بمعنی جلال و عظمت الہی کے دیکھ لینے سے جس شان پر او تعالے عز و جل ہی انکار کرتی تھین- قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالی جس شان پر وہ ہی اسکو ابصار ادراک نہین کر سکتی اسی واسطے ام المومنین عائشہ رض مومنون کے حق مین آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھین اور دنیا مین اسکی نفی کرتی تھین قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح مین او تعالے عز و جل کے دیدار جنت مین ملنے کے بیان مین ہی کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن- یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر رداء کبریائی ہوگی جنت عدن مین- قال البیہقی اسکے معنی یہ ہین کہ اہل جنت عدن کی آنکھون پر جلال و عظمت الہی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہوگی ورنہ او تعالی خود فرماتا ہی وجوہ یومئذ ناضرۃ (ای بنور اللہ تع) الی ربہا ناظرۃ- قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوے اپنے پروردگار کی [illegible]

اور اسی اللہ تعالے پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا حق ہی اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہین رکھتا پس جب کافرون مشرکون نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا۔ پس اوتعالے عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین انکو ڈالا تو عین انصاف ہی کیونکہ آلہ معبود فقط خالق ہی۔ وہو خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہی۔ پس اسے لوگو قبل موت کے ہوش مین آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فَاعْبُدُوهُ وحدہ۔ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ای حفیظ۔ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہی۔ سب اسی کے رزق سے رزق پلتے ہین اور اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہی خود فرمایا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ نہین ادراک کرتی ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہی۔ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہی پس باوجود نافرمانی و شرک و کفر و عصیان بندون کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہی یہ صرف اسکا لطف ہی کہ انکو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہی لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم ہوتا ہی تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی و رافضی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالی کا دیدار محال ہی کیونکہ اوتعالے فرماتا ہی لا تدرکہ الابصار اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح و حق ہی اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الٰہی مطلقاً محال ہی اور کلام اسمین تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالے آویگا۔ یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہی کہ قولہ لا تدرکہ جملہ نافیہ ہی اور نفی و محال مین فرق ظاہر ہی چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہی کیونکہ محال تو وہ ہی جو ممکن ہی نہو اور نفی کے واسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہی کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہی کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے والحمد للہ رب العالمین۔ اور وجہ دوم آنکہ لا تدرکہ سے ادراک کی نفی ہی اور رویت کی نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک و احاطہ کے ممکن ہی بلکہ واقع ہی کما فی قولہ تعالے قال اصحاب موسی انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی جب موسی مع بنی اسرائیل کے تیز روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسی ع کے ساتھیون نے کہا کہ ہم ادراک کر لیے جاوینگے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہین۔ پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہی پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہی کہ اوتعالی کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علما۔ پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالی پر اعتقاد و علم مومنون کو موجود ہی و کما فی صحیح مسلم لا احصی ثناءً علیک الحدیث۔ یعنی احاطہ ثناء الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہی۔ قال سعید بن المسیب قولہ لا تدرکہ الابصار یعنی ابصار اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطاء رح۔ ابصار اسکو احاطہ کرنے سے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالے کو احاطہ نہین کر سکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالے نے لا تدرکہ الابصار فرمایا ہی تو کہا کہ ارے کیا تو آسمان کو

ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالے کی لونڈی تھی جو اللہ تعالے کی تقدیر پر راضی وشاکر لمکرن لمکرن فقیری و محتاجی کی حالت مین اللہ تعالی کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور اللہ تعالی نے اُسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام الآیۃ- پس اوتعالی پاک اس سے ہی کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہی- وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور او تعالے نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہی کہ مخلوقات کو ایجاد فرما رے- وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہی اُسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی- قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا- اوّل آنکہ اوتعالے مبدع سموات وارض ہی اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آتے ہین ایک زمانہ دراز گذرا پس اوتعالے انکی بہ نسبت اولی ہی کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنے والا جسم نہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعا کا کوئی نظیر نہین ہی- دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہی کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ اوتعالی جل جلالہ مجانست سے پاک ہی- سوم آنکہ اوتعالی کا کوئی کفو نہین ہی اور جسکا فرزند ہوتا ہی فرزند اسکا کفو ہوتا ہی پس اوتعالے کا فرزند کفو ممکن نہین ہی دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز جو سوائے اوتعالے عزوجل کے ہی وہ اسکی مخلوق ہی پس اسکا کفو نہین ہوسکتی ہی اور دوسری وجہ یہ کہ اوتعالے اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہی اور اسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہی اور اسپر اجماع ہی چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہی اور اللہ تعالے نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہی پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہی **ف** فی العرائس قولہ تعالے بدیع السموات والارض- یعنی بقدرت محکم انکو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہی پس کوئی چیز اوتعالے سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو اوتعالے نے اپنی علم وحکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش وزندگانی کر دیا- بعض نے کہا کہ وہی مبدع ومبدی ہی اور بعض نے کہا کہ اوتعالی تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال وکمال مین فوق ہی قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہی-

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

یہ اللہ ہی رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانے والا ہر چیز کا سو تم اُسکی بندگی کرو اور اُسپر ہر

شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

چیز کا حوالہ ہی اُسکو نہین پا سکتی آنکھین اور وہ پا سکتا ہی آنکھون کو اور وہ بھید جانتا ہی خبردار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہی- لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود الٰہ مگر وہی- اگر کہا جاوے کہ مشرکون وکافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُنکی عبادت کرنی شروع کی مگر اُسکے معبود بنانے سے یہ چیزین الٰہ نہین ہوسکتی ہین کیونکہ الٰہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم وخبیر جسپر کسی مخلوق کی کنہ وماہیت کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اسطرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کر لے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان وزمین ودیگر اشیاء کی پیدائش مین ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو الٰہ ہی اور وہی اللہ تعالے وحدہ لا شریک لہ ہی اور اسکے سوائے کوئی بھی الٰہ نہین ہی

جنون نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب وغریب اوپر مذکور ہوئے ہین اپنی جہالت وضلالت سے شریک بنائے عبادت مین۔ پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہی اور شرکاء مفعول اول ہی اور الجن ان سے بدل ہی یعنے اللہ تعالے کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہین۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے۔ تو جواب یہ ہی کہ جنون کی ہی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے انکو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ صریح مروی ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ۔ وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ۔ حاصل انکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالے کا شریک بنایا وَخَلَقَهُمْ لے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکونون شرکاء۔ حال یہ کہ اوتعالے نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہوسکتے ہین۔ مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی شرک ہی چنانچہ قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون ودرویشون کا قول جو کچھ وہ خلاف وباطل کہتے اسکو انکے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی انکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے مین مشرکون نے جنون کا قول مانکر انکو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الٰہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالے کا ہی اور عالم ودرویش اگر اوتعالے کا حکم بتاوے تو مان لینا لازم ہی۔ لیکن اگر اسکو معلوم ہوجاوے کہ یہ اللہ تعالے کا حکم موافق قرآن یا حدیث کے نہین ہی تو فوراً ترک کردے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت مین اور شریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف راء مہملہ ہی اور معنی اسکے تراش لیا ان لوگون نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا بایں معنی ایک قراۃ نافع رح مین خرّقوا بتشدید راء مہملہ ہی یعنی کثرت سے ان کافرون نے تراشا وگڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے وبیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالے کا اور بعض نے کہا کہ مسیح ع بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین۔ المعنی اور مشرکون نے اسکے لیے بغیر جانے ہوے بیٹے وبیٹیان تراشین۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہی اس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ اور برتر ہی اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے ہین کہ اسکی اولاد ہی۔ بلکہ وہ ہر عیب ونقص سے پاک ہی وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہی یعنے بدون کسی نمونہ کے ان چیزون کو پیدا کرنے والا ہی۔ اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہی اس بات سے کہ اوتعالی ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون وزمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور سے نہین دیکھتے تاکہ اس وہم مین خوار وبرباد نہون۔ پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذوالجلال والاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان واحتیاج کی باتین کہان ہوسکتی ہین محال ہین۔ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجہ یعنی کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین۔ اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہی کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدایش مین تو بیٹا سمجھے اور اللہ تعالے عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہی کہ بعضے کافر مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ

ہو چکی ہی۔ سب کو جوہر فطرت سے پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشأ وجود اسکے فعل خاص کا نور ہی۔ اور نور فعل خاص کا منشأ وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہی اور یہ ظہور اسکی ذات کے انوار کا ظہور ہی۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا۔ اور لطائف خطاب مین سے اشارہ کے واسطے مخصوص یہ قول ہے یعنے من نفس واحدة۔ ہی یعنے بظہور نفس واحدة ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہی پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہی اور مستودع اسکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر۔ مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہی اور بعض عقول کا مستقر آیات ہین اور مستودع انکا صفات ہین اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہین اور مستودع انکا ذات ہی اس طور کہ صفات مین تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہین اور ذات مین فناء وحدت سے فانی ہین کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہی کہ وہان کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر محکن و حوادث وہان فانی ہین اور یہی فناے توحید ہی اور نیز مستقر جو آیت کریمہ مین مذکور ہی پس دلون کا مستقر تو مقامات ہین اور مستودع انکا حالات ہین اور مستقر عقول کا عبادات ہین اور مستودع انکا کرامات ہین۔ اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہین جو تجلی صفات سے ظاہر ہوے ہین اور مستودع انکا انوار توحید ہین جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوے۔ ابن عطارح نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہین جنمین مستقر اور مستودع ہین پس مستقر تو حال معرفت مین مکشوف عنہ ہی اور مکشوف حال معرفت مین مستقر علیہ ہی قال المترجم معنی اس کلام کے یہ ہین کہ اہل معرفت کو اللہ تعالی نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہی اہل عرفان کو اپنی اپنی منزلت و استعداد ہا۔ ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کم و بیش عطا ہوتی ہی پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہین وہ دو قسم کے ہو جاتے ہین اس جہت سے کہ جب اسکو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا اور جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس وہ مکشوف عنہ ہوا یہانتک کہ اسکا عرفان کامل اسکو حاصل ہو لیا تب وہ اسمین مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ ہکذا الفہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسیر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اوس سے زائل ہی۔ واسطی رح نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہی اور مستودع اسکی طرف عود نہ کریگا جبکہ اس سے جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن علیسی ہاشمی نے کہا کہ برابر وہ اپنی مخلوق کا عالم ہی جیسا کہ چاہا ولیا کیا جو اسکے کلام مین مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ مین رکھا پھر لوح کو مقادیر مین ودیعت رکھا جو اسمین مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے لئے دوسری حالت مین ہوتا رہا یہانتک کہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت پہونچا پس یہی مستقر و مستودع ہی۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ

اور ٹھہراتے ہین شریک اللہ کے جن اور اوسنے اُنکو بنایا اور تراشتے ہین اُسکے واسطے بیٹے اور بیٹیان بن سمجھے وہ اِس لائق نہین

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہی ان باتون سے جو بتاتے ہین نئی طرح بنانے والا آسمان زمین کا اُسکو کہان سے ہو بیٹا

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اسکو کوئی عورت نہین اور اُسنے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہی

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ اور مشرکون نے اللہ تعالی کے واسطے جنات یعنی ساجھی بنائے ف یہ رد ہی مشرکین کا

ہوتی ہین۔ اور بجاے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدایش کی تصویر عقل مین آوے۔ سبحان اللہ تعالے عجیب نادر صنعت ہی جسمین نادر حکمتین ہین ولیکن گویا آنکھین دیکھتے دیکھتے پتھرا گئین حالانکہ ہر وقت و ہر بار انکو معرفت زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ مبدل منہ۔ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض دونون ملکر خبر مقدم ہوئی۔ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہی۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع اول مایخرج منہا فی اکمامہا۔ یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ مین سے ہی اسکے اکمام مین۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو طلع پر ہوتا ہی۔ قبل طلع وہ کفری ہی قبل اسکے کہ اغریض چاک ہوا اور اغریض کے اندر عذق ہوتا ہی یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف کھل گیا تو عذق کہلاتا ہی اور اسی کو قنو کہتے ہین جسکو ہندی مین گچھا و گودہ بولتے ہین اور عذق خاص خرما کے گودہ کو کہتے ہین اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو وصنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہی اور بعض نے کہا کہ جمار اور دانیہ اسے بعض قریب ببعض۔ یعنی آپس مین ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی منذلیہ یعنی لٹکے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہی کہ چھوٹے درخت جنکی گودھین لدی ہوئی زمین پر بچھی پڑی ہین اور ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودہ خوب بھری ہوئی ہی کہ شاخ اسکا بوجھ نہین سنبھال سکتی ہی۔ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغون کو انگور کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب و اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونون ہی پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہی پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنی درحالیکہ مشتبہ ہین زیتون و رمان کے پتے اور نہین متشابہ ہین پھل دونون کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالی کیونکہ زیتون و رمان کے پتے زیادہ مشتبہ ہوتے ہین۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اسکے ثمر کو جب اسمین پھل آوین۔ الثمر بفتحتین۔ واحد ہی اور بفتحتین جمع ثمر مانند شجرۃ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتداے حال پھل آنے مین دیکھو کیسا ہوتا ہی چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہین بدمزہ ہوتا ہی۔ وَيَنْعِهٖ والی ینعہ یعنی اسکی پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہی از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ یعنی ان فی ذلکم اور التفات خطاب کم سے سب کو اس قدرت کے طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم مین۔ لَاٰيٰتٍ یعنی دلالات ہین اللہ عز وجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق ہو ایسی قدرتون سے ابتدائی خلقت پر قادر ہی وہ ضرور بدرجہ اولی بروز بعث و حشر خلق کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہی مگر یہ سب آیات فقط لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ قوم مومنین کے لیے ہین ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبیر کا اشارہ فرمایا اور یہان قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صنعت اللہ تعالے عز وجل سے انتفاع انہی لوگون کو ہی اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہاے گوناگون کے مشیت مین چونکہ کافر و مشرک مطرود ہوئے ہین انکی آنکھون پر پردے پڑے ہین کہ انکو یہ نظر ہی نہین آتا اور یہ خود چشم ایمانی مین عجیب قدرت نظر آتی ہی اور سخت حیرت ہوتی ہی کہ سبحان اللہ تعالے یہ کہ آنکھون والے موٹے تازے یہان اندھے ہین اللہم ثبت قلبی و قلوب المومنین علی دینک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت ہمکو ہبہ فرمائی ہی تو وہاب ہی ہم امیدوار ہین کہ یہ موہبت عظمی ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہی ف۔ فی العرائس قولہ وہو الذی انشاکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق مین تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان

انْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

دیکھو اُسکا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا اِن چیزون مین سب پتے ہین یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ خلقکم۔ تمکو پیدا کر دیا بعد ازانکہ تم نہ تھے مگر او تعالے کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالی خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تمکو پیدا کر دیا۔ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے۔ اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا رض بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ فَمُسْتَقَرٌّ بکسر قاف قراءة ابو عمرو اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالے یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑنے والے ہین رحم مین۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ بفتح دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین۔ اور اس تفسیر کو عبد الرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی۔ اور نیز ابن مسعود رض وایک گروہ علماء سے اسکے برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین اور مستودع رحم مادر مین۔ وفی الکمالین عبد الرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے۔ قال الحافظ اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی وہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالی ونقر فی الارحام ما نشاء۔ اور روایت عبد الرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت مین ہوگی کہ موافق قراءة باقی قراء رحمہم اللہ کے فمستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ہم آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کے لیے جو فقہ رکھتے ہین۔ یعنی یفقہون ما یقال لہم۔ جو انسے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ماء یعنی مینہ پہلے آسمان سے ابر مین اترتا ہے پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ تعالے موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہر چند جاڑے وگرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینہ سے نہین ہوتی ہے۔ الحاصل اللہ تعالے ہی نے آسمان سے پانی اتارا۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شیء ینبت "یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اگتی ہے اگایا" حاصل آنکہ کل شیء سے مراد اگنے والی ہر شیء ہے۔ رہا قولہ تعالے وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ مین بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر شیء جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جسطرح فرمایا ہے بلا تقیید وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور تحقیق بھی انشاء اللہ تعالے آویگی۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا فاخرجنا من النبات شیئا خضرا۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شیء سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شیء۔ ہم نے پانی سے ہر شیء کی نبات نکالی یعنی آدمیون وہر قسم کے جانورون وچرند وپرند وحشی وپالتو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی۔ نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان

و بد اعتقادیون سے بچو اللہ تعالیٰ مجھپر اور تجھپر رحم فرمادے وہی ارحم الراحمین ہو والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون یعنی ہمنے اپنی وحدانیت وقدرت پر دلالات بیان کردین ایسی قوم کے لیے
جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت مین فکر کرتے رہن - یہ ایسا کھلا بیان ہو کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت وجلال
وتوحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے
اندھیرے مین اوندھے گھسے جلتے رہتے ہین نعوذ باللہ من الضلال - فی العرائس قولہ تعالیٰ فالق الاصباح الآیہ - صبح انوار شہود
کو اہل ایمان ومعرفت کے لیے منکشف فرمایا - ازانجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام واولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جسکے نور نے انکے
چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا - قال المترجم حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو
بھی بشارت دی ہو اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور پروانہ کی طرح انکا اپنی جانین فدا کرنا احادیث وآثار سے جانتا ہو وہ ان
اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہو فتذکر - قولہ جاعل اللیل سکنا - جنکو انس ہو وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور
او تعالیٰ دانا تر ہو کہ کیا مکاشفات پاتے ہین قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہو کہ جسنے تنہائی مین اوتعالیٰ
کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوسے - یہ جوش محبت کی خبر ہو - بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب وسینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا - بعض نے
کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنے والا - قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیہ - واضح ہو کہ عوام لوگ جسم وجسمانیات
کے متعلق جو قوت ہو اسکو عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری وباطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین
ویسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہین ہو بلکہ عقل انکے نزدیک جسکا نام ہو وہ عقل کلی ہو اور عارف تابع شریعت وسنت اس سے فیض پاتا ہو پس
اشارہ ہو کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہو کہ نفوس
کی تاریکیون مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات وانوار صفات کی راہ ملتی ہو اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہو
افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی - شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہوکر رضاء وتسلیم کے ساتھ درجہ قرب ومنزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ
رضاء حق عزوجل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو -

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
اور اُسی نے بنا دیا تمکو نکالا ایک جان سے پھر کہین تمکو ٹھہراؤ ہو اور کہین سپرد رہنا ہمنے کھول سنائے پتے
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
اُس قوم کو جو بوجھتے ہین اور اُسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اُس سے اُگنے والی ہر
شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
چیز پھر اسمین سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے جڑے ہوسے اور کھجور کے گابھے مین سے گچھے
دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ
لٹکتے ہین اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس مین ملتے اور جدے

کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو پھر اور باز رہو۔ رواہ ابن مردویہ و الخطیب۔ امام غزالی رح سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم النجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شایان ہے اور عوام اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اس سے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات والارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم انھیں بطور معروف نجوم جانتے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ انمیں اس معنی کر کے نظر کرنا ممنوع و حرام ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم میں نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردویہ و الخطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھیں دونوں اماموں و مرہبی نے روایت کیا اور خطیب رح نے حضرت عائشہ رض سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو۔ رواہ الطبرانی و الخطیب۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے جادو میں سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن مردویہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے مجمل معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں وغیرہ میں نظر کرنا روا ہے تو بر تقدیر صحت کے مراد اسنے یہ ہے کہ تم انسے مہینہ کو یا انسے دریافت جہت قبلہ کے یا انسے دریافت اوقات نماز کے انمیں نظر کرنا روا ہے۔ عن ابی ہریرہ عن النبی صلعم اللہ تعالی کے نزدیک محبوب بندے وہ ہیں جو نگاہ رکھیں سورج و چاند کو یعنی نماز کے وقتوں کے لیے رواہ الحاکم و صححہ و عن ابن ابی اوفی و ابی الدرداء و ابی ہریرہ نحوہ رواہ ابن شاہین و الطبرانی و الخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستاروں کی بہت سی تاثیرات کتابوں میں لکھی ہوئی جمع ہیں اور وہ موافق ہوتی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تاثیر کے معنی ہیں کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز میں اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالی نے ظاہر میں جو اسباب نظر مخلوق میں رکھے ہیں کہ اللہ تعالی کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہے تو اب یہ غور ہو گا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہیں اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہیں تو انکا کیا اعتبار ہے اور کیونکر یہ یقین ہو کہ آیندہ زمانہ میں یوں ہی ہو گا خصوصاً جب کہ بار بار تجربہ کر چکے کہ جنتری میں چاند انتیس ۲۹ کا لکھا ہے اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال سنہ ۱۳۰۴ ہجری کا میں مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے خلاف تیس کا چاند ہوا۔ پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے۔ اول تو انھیں خود تاثیر نہیں دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہیں کہ اللہ تعالے تاثیر دے یا نہ دے۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہے۔ پنجم چاند نکلنا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور چنین و چنان جو نجومی بیان کرتے ہیں صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہیں کھلی ظاہر ہیں پھر مرد مسلمان و مومن کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہیں کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک و صحیح میں صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق میں مذکور ہو چکی ہیں اور دل یوں مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالی نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہیں کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیوں کیطرح رات دن حرکت میں یا ثابت ہیں اور اسی کی یاد میں مصروف ہیں اسی کے حکم میں مسخر و مجبور ہیں وہ بھلا کیا کر سکتے ہیں لہذا ایسے اعمال کرو جو اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہے پس آخرت کا توشہ درست کرو جسکو قبر میں ساتھ لیا ہو۔ حدیث صحیح میں ہے کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا دوزخ کا ایک گڑھا ہے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے ہدایت مانگو اور کفر و شرک

کہ اللہ تعالی شق فرماتا ہی صبح کے عمود کو وعکس ہی دن کی روشنی سے دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہی۔ قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح- وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانے والا ہی ف- سکن یون کہ اسمین تمام مخلوق تعب ومشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون وراحت حاصل کرتی ہی۔ سکن محل سکون۔ قال قتادہ اسمین ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہی قال ابن کثیر رح صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ اللہ تعالی نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہی تو اسکا شوق بڑھتا ہی اور جب دوزخ کو یاد کرتا ہی تو اسکی نیند اڑ جاتی ہی۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہی ف- واضح ہو کہ شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا بر انکہ اللیل کے محل پر عطف ہی کیونکہ اللیل اگرچہ فاعل کا مضاف الیہ ہی یعنے بحسب المعنی مفعول ہی پس اسی پر شمس و قمر کا عطف ہی اور حسبان یعنے اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہی یعنے یجریان بحسبان۔ پس با محذوف ہی چنانچہ سورہ الرحمن مین ظاہر مذکور ہی- اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہی کہ حسبانا یعنی عدد ایام و ماہ و سال- ابن کثیر رح نے کہا کہ جاری ہوتے ہین بحسبان مقدر بقانون متقن کہ نہ تغیر ہی اور نہ اضطراب ہی بلکہ ہر ایک کے واسطے منزلین ہین کہ جاڑے گرمی مین اسی پر چلتے ہین اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہی- کما فی قولہ وجعل الشمس ضیاء والقمر نورا و قدرہ منازل- ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہی جو غالب ہی اپنی بادشاہت مین دانا ہی اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عز وجل ہی- وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ ص- جمع نجم ہر جرم نور پس شمس و قمر کو بھی شامل ہی اور ظاہر یہان ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہین یعنی اسی پاک عز وجل نے تمہارے لیے ستارے بنا دیے لِتَهْتَدُوا بِهَا تاکہ راستہ تلاش کر لو ان نجوم کے ذریعہ سے فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اپنے سفرون مین- یعنی رات کی تاریکیون مین خواہ خشکی مین ہو یا سمندر مین ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونون کی طرف بسبب ملابست کے ہی یا ظلمات سے مراد ان دونون کے اندر راہون کا اشتباہ ہی کہ بدون نجوم کے وہان شناخت نہو- واضح ہو کہ اکثر روئے زمین پر ملکون کی راہین بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہان ریگستان و جنگل و پہاڑ ہین ہرگز پتا نہین لگتا کہ کدھر جاوین اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہین پس اللہ تعالی نے ستارے ثوابت پیدا فرمائے جن سے خوب راہ مل جاتی ہی اور آنحضرت صلعم نے انھین سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم- یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستارون کے مانند ہین جس سے اقتدا کرو گے اسکے پیچھے راہ پر پہونچ جاؤ گے- ظاہر ہوا کہ ستارون کی پیدائش اس لیے نہین کہ کافر و مشرک انکی پرستش کرین یا انکی طرف سے اپنے حق مین رزق وغیرہ مقدرات خیال کرین بلکہ یہ فائدہ ہی کہ راہ بھول جاوین تو راستہ کا پتا لگاوین- قال ابن کثیر رح بعض سلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسنے ستارون مین سوائے تین باتون کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اسنے اللہ تعا پر جھوٹ باندھا ایک یہ کہ اللہ تعالے نے انکو آسمان کی زینت کیا ہی اور شیطانون کے لیے رجوم کیا اور اندھیرے مین جنگل یا دریاؤن مین انکے پتے سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہی- عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستارون سے خشکی و تری مین راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہین پیدا ہوے مگر آسمان کی زینت کے واسطے اور شیاطین کے رجم کے واسطے اور علامات کے لیے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو- قتادہ رح سے اسی کے مانند مروی ہی- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

اللہ ہی کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج وَجَعَلَ

مردہ یہ ہی اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات

الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

اور اسی نے بنا دیے تمکو تارے کہ اُنسے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل

وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

اور دریا کے ہم نے کھول سنائے ہیں پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى یہاں سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہے اسے چاک کردینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کما قال ابن جریر رح اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہو مانند گیہوں وغیرہ کے اور نوی ہر گٹھلی خرما کی گٹھلی ہوتی ہے۔ معنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالے درخت اگاتا ہے جسمیں بالیاں ہزاروں دانہ لاتی ہیں اور گٹھلی سے درخت جماتا ہے جسکا سر ہوا میں بلند ہوتا اور ہری ہری پتیاں وشاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک وکافر جنکو اپنا معبود بناتے ہیں انمیں سے کسیکو ایک پتی کی قدرت نہیں ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ **يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ** مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے ف ہر دانہ وگٹھلی وحیوان وانسان کا نطفہ مردہ ہیں اس سے زندہ نکالا اور یہاں سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبز ونباتات میں جان ہے وقد قال تعالے فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الایۃ۔ پھر فالق پر عطف کیا بقولہ **وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ** زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ وانڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا۔ پس بعد موت کے زندہ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک وانکار کو مجال نہیں مگر انکہ آدمی بیوقوف اندھا ہو۔ پھر اپنی توحید کی طرف بلایا۔ **ذٰلِكُمُ اللّٰهُ** یعنی جسکی قدرتوں میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالےٰ ہے اسی کی خالص عبادت وبندگی واجب ہے۔ **فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ** یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہیں تم کہاں منھ موڑے جاتے ہو اور مفسر رح نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منھ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے وکفر کرتے ہو۔ پھر عجیب قدرتیں بیان فرمائیں بقولہ **فَالِقُ الْاِصْبَاحِ** اصباح کو شق کرنے والا ہے ف مفسر رح نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے قال فی الکمالین یعنے جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالے اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرۂ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہاں وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی ہے حتی کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہوگیا۔ اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا

لات وعزیٰ میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنَاكُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تمکو دیا تھا مال ومتاع وغیرہ۔ قول جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہوں۔ قال ابن کثیرؒ یعنی جو نعمتیں وہاں تمہیں اور دنیا میں جو تم جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُورِكُمْ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے۔ پس اگر ایمان لاکر اپنی نیت نیک واختیار سے کار خیر میں صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہاں ملتا اب آخرکار چار ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ تیرا مال بھی ہے سوائے اسکے جو تو نے کھاکر فنا کردیا اور پہنکر پہاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کے لیے باقی رکھ چھوڑا اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الاصنام۔ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ یعنی ملامت کے طور پر اُنسے کہا جائیگا کہ ہم تمہارے ساتھ میں لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کو جو تمہارے زعم میں تمہارے شفیع تھے اب نہیں دیکھتے جنکی نسبت تمکو اعتقاد تھا کہ یہ عبادت کے استحقاق میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وصلکم۔ ٹکڑے ہوگیا وصل ومیل تمہارا یعنی تمہارا جتھا ٹوٹ گیا۔ اور یہ بنا بر قراءۃ رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہے اور یہی اکثر قراء رحمہم اللہ کی قراءۃ ہے۔ بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ۔ اور زجاج رحمہ نے کہا کہ بین ایک لغت ہے بدو معنی اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے اور یہاں بمعنی اول ہے اور حفص ونافع وغیرہ کی قراءۃ میں بینکم منصوب ہے یعنی لقد تقطع ما بینکم۔ اور یہی ابن مسعودؓ کی قراءۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے۔ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ یعنی دنیا میں جو تمکو انکی سفارش ومددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہوگیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بہم الاسباب الآیہ ہے۔ ف — فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ الآیہ۔ اسمیں اشارہ ہے کہ امر الٰہی میں ہر مفتری جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعویٰ کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں کو بہکاتا اور ناحق خراب وبرباد کرتا ہے انجام کار خود دین ودنیا میں برباد ہوگا۔ بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہو اسکو بیان کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ جسنے ذکر کیا اسنے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہے۔ قولہ تعالیٰ ولقد جئتمونا فرادیٰ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت وجلال کے ظہور میں ہیچ ومضمحل ہیں جب بندوں پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھینگے اور نہ کسی نعمت وکرامت کے مقابلہ میں انکی کچھ ہستی سمجھینگے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہونگے جیسے عدم سے نکلے۔ بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت وبندگی سے اپنے کو مفلس جانکر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں رجوع لاوے۔ شیخ ابوحفص رحمہ سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی میں جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ میں لیجاوے۔ قال تعالیٰ لقد جئتمونا فرادیٰ۔ یعنی اپنے اعمال واحوال ومقامات سب سے خالی آئے۔ قال الشیخ مجھے یہاں ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے درحالیکہ موحد ہو میری وحدانیت اور کشف کے ساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتداء سے حال میں عدم سے پیدا کرکے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تمنے الست بربکم کے جواب میں بلیٰ سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ وبدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ اسکے آخرہ میں اشارہ ہے کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہے اور واسطی نے قولہ وترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم سے بسبقت ارادہ ازلی پر داغ عبدیت بدون علت ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔

بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ ثم انشاناہ خلقا آخر۔ اسکو لکھوایا تو عبداللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یون ہی نزول ہوا ہی اور یہ مکر قدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہین تو مجھپر بھی آ مثل وحی کی گئی پھر آیا کریگی اور اگر یہ جھوٹے ہین تو مین نے انکے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکون کے پاس پہونچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا۔ قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہی اور قصہ عبداللہ مذکور کا مدینہ مین واقع ہوا تھا ہان خبر غیب ہو سکتا ہی اور عموم کلام مین عبداللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہین لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے مصداق وہی خوض کرنے والے مفسد لوگ تھے۔ پھر اسنے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰٓی یا محمد۔ اور اگر اے محمد تو دیکھے اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے۔ غمرات جمع غمرۃ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہونگے ف۔ ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کے واسطے اور انسے سختی سے کہتے ہونگے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ نکالو اپنی روحون کو ف۔ ہم انکو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہی روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہوگی۔ اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہین۔ قال ابن کثیر رح۔ باسطوا ایدیہم یعنی مار پیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہہم وادبارہم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دبکتی ہی اور نکلنا نہین چاہتی ہی پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤ گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ پر ف یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب سے۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ اور اوسکے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر رح جواب لو محذوف ہی بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا وکذا لرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھے ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہو کر بدحال ہونگے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہی نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اٹھائے جاوینگے تو انسے کہا جائیگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہمنے تمکو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر رح یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہی اور حضرت عائشہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیً تنوین بنا بر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور بالف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنا بر آنکہ جمع فرد و فرید ہی اور بعض نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی نہین پس اسم جمع ہی اور راغب رح نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہی۔ بالجملہ وہ حال واقع ہی اسے جئتمونا منفردین۔ الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکرمہ رح سے مروی ہوا کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ

ایمان لانے والوں کے لیے۔ اور ایسی ہی تصدیق و عمل کرنے والوں کے لیے اور ایسے ہی اسکے حکم بہی سمجھنے والوں کے لیے اور ایسے ہی حضور دل سے سمجھکر پڑھنے والوں کے لیے۔ قال الاستاذ وحبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہو جس سے

غلبہ وجد وحال میں تسکین اور شفا واز درد ہجر وفنا ہوا ہو۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ

اور اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹھ یا کہے مجکو وحی آئی اور اسکو وحی کچھ نہیں

شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ

آئی اور جو کہے میں آتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے آتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہوں

فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تمکو سزا ملیگی ذلت کی مار اسپر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

اور اُسکی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہمنے بنائے تھے

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو سب اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ

دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جنکو تم بتاتے تھے کہ اُنکا تم میں ساجھا ہو

لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ أَظْلَمُ اے لا احد اظلم۔ کوئی زیادہ ظالم نہیں۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وعاء النبوة ولم یکن نبیا۔ ایسے شخص سے جسنے بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر۔ باین طور کہ نبوت کا دعوی کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ أَوْ قَالَ عطف خاص برعام ہی بنا بر قول شیخ ابوحیان رح کے۔ یا کہا کہ۔ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ مجھے وحی الٰہی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہی۔ عکرمہ رح سے ابن جریر رح نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا۔ اور معالم میں قتادہ رح سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہی۔ وَمَنْ قَالَ اے ومن قال۔ یہ عطف ہی ممن افترىٰ۔ پر یعنی اور کون اظلم ہی اسیلے جسنے کہا۔ یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جسنے کہا۔ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ کہ مجھپر اُترنے والا ہی جیسا اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر اُتارا۔ اور یہ ان لوگوں نے بیباکی وحماقت سے کہا اور مطلب انکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنالیں۔ کما قال تعالیٰ واذا تتلی علیہم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبد اللہ

بیان ما التبس علیکم واختلفتم فیہ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہی ایسی باتین جنکو نہین جانتے تم اور نہ تمھارے باپ دادون نے توریت مین سے باین طور کہ قرآن مین بیان آگیا اُس چیز کا جو تمپر مشتبہ ہوگئی تھی اور تم اسمین باہم جھگڑتے تھے (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہی یعنے تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی و پچھلی وہ خبرین و علوم سکھلائے جو تم و تمھارے باپ کوئی نہین جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہین کہ استفہام کے تحت مین یہ بھی داخل ہی یعنے کسنے موسیٰ ؑ پر کتاب اُتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اسکو اسطرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم و تمھارے باپ نجانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہون کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہی پس اولی وہ ہی جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت و احسان کے ہی یہود پر اور نعمت کی یاددہانی ہی تاکہ جانین کہ جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کسنے توریت موسیٰ ؑ پر اُتاری تھی جواب دے بقولہ قُلِ اللّٰهُ اے اللہ تعالی انزلہ۔ رواہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالی نے اس کتاب کو اُتارا۔ یعنی یہودی جھوٹے مفتری شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب یہی ہی تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالی نے اسکو اُتارا پس جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے موسیٰ ؑ پر کتاب اُتاری تو مشرکون و یہودیون کا قول کہ اللہ تعالی نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہی رد ہوگیا اسلیے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کے واسطے موجبہ جزئیہ کافی ہی۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ فی باطلہم۔ يَلْعَبُوْنَ پھر اُنکو انکی جہالت و گمراہی اور بہتان و افترا مین چھوڑدے لہو و لعب کرین ف یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالے کی تقدیر و مشیت ہی انہین جاری ہو۔ اور یہ بیان مشیت ہی کہ صریح الزام انپر عائد ہین اور دیکھتے و جانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہی یہ بعید ہی کہ۔ پھر قرآن مجید کو بیان فرمایا وَهٰذَا یہ قرآن۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہی کہ ہم نے اسکو اُتارا مبارک ہی اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والے ہی یعنے اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتا ہی۔ وَلِتُنْذِرَ۔ دو قراءۃ ہین بتاء خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہی اور بیاء تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہی اور یہ اپنے ماقبل پر ازراہ معنی کے عطف ہی اور حاصل اسکا یہ قرآن ایک کتاب ہی کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈر سناوے۔ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ام القری کو یعنی ام القری والون کو اور ان لوگون کو جو اسکے گرد ہین۔ قتادہ رح نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتداے خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے مکہ کو ام القری کہتے ہین کہ تمام شہرون مین جہان کا وجود یہین سے ہی اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہی۔ بالجملہ ام القری کے گرد والے تمام روے زمین کے باشندے ہوے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند ماں کے ہی چنانچہ دوسری آیت مین ہی۔ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ۔ پس یہ وارد نہوگا۔ کہ قولہ لتنذر ام القری۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہی۔ کیونکہ من حولہا۔ کے معنی عموم بعثت کے مثبت بیان ہوے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا۔ سے مضافات مکہ مراد ہون تاہم ایک خاص فعل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین باین معنی کہ جسکو بواسطہ آپ کے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہی ورنہ کافر مریگا۔ فافہم۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ جو لوگ آخرت کو حق جانتے وہ قرآن

پر ایمان لاتے ہین ف کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہی وہ در سُننے پر مشتبہ ہوتا اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہی کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہی اور لہو و لعب بیکار ہی اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین۔ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت رکھتے ہین ف یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت باین معنی کہ وہ دین کا ستون اور اصل اعمال ہی جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہی کہ سب کو نگاہ رکھیگا۔ قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالی کے حضور مین عاجزی اور سر جھکانے کو خیال نہین رکھتے اور سورۂ الحمد مین جو دعا و مناجات ہی اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللهم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا انت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس قوله تعالی وما قدروا الله حق قدره اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑدی کہ اسکے کنہ قدم کو پاوین کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہی کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہی سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین ولیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہی الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان سے ممکن ہی حضرت باری تعالے کی درگاہ پاک ہی ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی نہ دارد ہی سبحان اللہ تعالی وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہی وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہی اسکا ادراک کسی بندۂ مخلوق کی طاقت نہین یعنے کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہی وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہی اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہی کہین مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہی وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہی کہ زبانین جتنی بے نہایت تعریف کرین وہ اسکی پاک برتر شان مین تھوڑی سے تھوڑی ہی اسکی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہی۔ اسکا فضل ہی جس بندے کو مقرب فرمایا وہ عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد ہی وهو الله فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجهرکم ویعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کے واسطے گردن جھکا کر سبحانک اللهم آمنا بک وبما جاء به النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ اوتعالی پاک پروردگار ہی بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہی اسی نے اسکو بقعہ کیا ہی اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہی پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا۔ بعض نے کہا کہ اوتعالی کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہوتے پر انکی روحین پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین۔ قوله قل الله ثم ذرهم۔ یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت مین انکی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے واردات سے جو ایزاد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانتے پس تجھسے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو جواب ادا ے محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریاے ازل ہی تم اللہ تعالی کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو۔ اور جب وہ لوگ تجھسے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑکر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ انکو یہ کہان سے ہی تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تمکو اسمین ڈالا ہی اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہی اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہی پھر چھوڑ دے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ جس دل مین اللہ تعالی کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہی۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر باشارہ من داخل کی مترجم کی سمجھ مین تہ جیسا تھا

کے اقتدا کا حکم دین اور یہ شریعت وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ۔ واسطی رح نے اس آیت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب انسے ساقط کردی اور انکے اسرار باطنی میں اشارات حقائق کو بھر دیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ لیا کہ آدمی کی ارادت پوری نہیں ہوتی جب تک کہ پیشواؤں سے نہ لیوے اور انکی نظر کی برکتیں حاصل نہ کرے بھلا تو نہیں دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں وزیروں سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ یعنے تم لوگ اقتدا کرو دونوں سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس ایسے ہی شخص کی اقتدا صحیح ہے جو پیشواؤں کے طریقہ پر ہو اور انکی برکتوں نے اسمیں اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمیں میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

اور انھوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اُتارا نہیں کسی انسان پر کچھ تو پوچھ تو کسنے اُتاری

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

وہ کتاب جو موسےٰ لایا روشنی اور راہ اپنا لوگون کیلیے جسکو تمنے ورق ورق کرکر

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ

دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تمکو اس مین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمھارے باپ دادے کہ

اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ

اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے انکو اپنی بک بک مین کھیلا کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہمنے اُتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

برکت کی سچ بتاتی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

والون کو اور جنکو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہین اور وہ ہین اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کی جیسا اُسکی عظمت کا حق ہے **ف** کذا حکی عن ابن عباس رضہ اور یا یہ معنی کہ نہین پہچانا اللہ تعالےٰ کو حق اسکے پہچاننے کا۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اُتاری کیونکہ یہ تو ادنیٰ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندون پر بہت ہے از انجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگون نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوْا جبکہ کہا ان لوگون نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کی کتاب الٰہی ہونے مین جھگڑتے تھے۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ من زائدہ لغرض تاکید و شمول نفی ہے۔ نہین اُتاری اللہ تعالےٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز۔ قال المفسر رح یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرنے مین کہا کہ اللہ تعالےٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا۔ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ اے محمد آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو بولے کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری

سبع ثانی

سدی رح نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا- اور عکرمہ رح سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے- شاید ان یہودیون نے عوام کو شک دلانے کے لیئے اسطرح بے ایمانی سے قسم کھائی- بالجملہ یہ آیت اس صورت مین مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ مین تھے یا اتفاق سے مکہ مین گئے ہون- اور یہ سورہ مکیہ ہے- **قال الحافظ ابن کثیر رح** قولہ وما قدروا اللہ حق قدرہ- نہین تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انھون نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے انکے پاس ہدایت کو بھیجا- ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق مین ہے اور ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کرکے کہا کہ اصح یہ ہے کہ قریش کے حق مین نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کیے جانے سے منکر نہین ہین ہان قریش و عرب والے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہین کما فی قولہ قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا الآیہ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہان انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکون نے کہا کہ ما انزل اللہ علی البشر من شئ- مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتین سبب واقع ہو سکتی ہین اگرچہ سبب نزول مین رائے کو دخل نہین مگر توفیق یون ہو سکتی ہے کہ یہود بدبخت نے مکہ مین یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات مین بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ہے وہی مشرکین نے مانکر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرتے ہین کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش تو اُس بات مین یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا- **قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى** ان لوگون سے کہدے کہ کسنے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ ف- یعنی توریت پھر کسنے اُتاری- بہ مین باء لتعدیہ اور ضمیر مفعول بہ ہے- اور آگے حال ہے قولہ **نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ** درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگون کے لیے یعنی منور و ہادی ہے- **قال الحافظ** یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے مین اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی- اور قریش پر یہ اسوجہ سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہین کر سکتا اور اگر نزول درباره یہود ہو تو ابن الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اس کے موافق کچھ اشکال نہین کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت کر دیا اور قریش نے انھین جھوٹون و بہتان کرنے والون کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہو گیا- یہودی اس سے کسی طرح انکار نہین کر سکتے- پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا بقولہ **تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ** درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزائے متفرقہ بناتے ہو- ابو عمرو و ابن کثیر رح نے یجعلون بیاء تحتانیہ تینون جگہ پڑھا یعنی یجعلونہ اور یبدونہا اور یخفون- سب بیاء تحتانیہ پڑھے ہین اور باقیون نے تجعلونہ وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد مین سے یہ بھی ہے کہ بالمشافہہ و خطاب مین جھوٹ بولنے سے شرم کرین اور قراطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ- المعنی تم کرتے ہو اسکو قراطیس مین یا تقدیر کلام آنکہ تجعلونہ ذا قراطیس- یعنی اسکو اصلی کتاب مین سے نقل کرکے قراطیس مین لاتے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہے وہ پوری ہو کہ تحریف کرین اور تبدیل کرین اور کچھ ظاہر کرین اور جو چاہین وہ چھپا ڈالین جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی- اور یہ ان لوگون کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہین اسیواسطے فرمایا **تُبْدُوْنَهَا** یعنی جو کچھ اسمین سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہین) **وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا** اور اخفاء کرتے ہو بہت کو (یا) وے لوگ اسمین سے بہت اخفاء کرتے تھے جیسے نعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ- پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولی ہے بقرینہ قولہ **وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ** ای وعلمتم ایہا الیہود من القرآن ما لم تعلموا انتم ولا آباءکم من التورٰة

محال ہے- **قال المترجم** پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا- مین یہ جائز نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالے عزوجل نے تقدیر ازل مین انکو برگزیدہ پاک اعمال کردیا تھا- لہذا المفسر سیوطی رحہ نے بالفرض کے معنی بیان کیے اور بیان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کردیا ہے- اور علماء بیان سے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہین جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع داخل نہوگا اور جو ضرور واقع ہونے والا ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلاً اذا حبلت الشمس اتیتک- جب سورج حاملہ ہوگا تو مین تیرے پاس آؤنگا- یہ غیر ممکن ہے پس یہان حرف اِن لاوے اگرچہ محال ہے اور مثلاً اِن غربت الشمس اتیتک- اگر سورج غروب ہوگا الخ یہ شک غلط ہے بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جسپر داخل ہو اسکا وقوع محتمل ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا- **اُولٰٓئِکَ** الموصوفون المذکورون- یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوے ہین یہی ہین کہ **الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ** جنکو ہمنے دی ہے کتاب **ف** یعنی آسمانی کتابین عطا فرمائی ہین خواہ باین طور کہ انپر نازل ہوئی یا انکے فہم مین ہدایت کے طور پر ملی- **وَالْحُکْمَ** اور حکمت الٰہیہ- **وَالنُّبُوَّۃَ** اور نبوت **ف** اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزین ہین پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اسنے خطا کی ہان لوازم نبوت کو بیان کرسکتا ہے اور وہ ظاہر ہین- **فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا** اے بھذہ الثلثۃ پھر اگر کفر کرین اس سے یعنی انھین تینون باتون کتاب و حکم و نبوت سے- اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی- ورجحہ الشیخ الحافظ- یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرین **ھٰٓؤُلَآءِ** اہل مکۃ- کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وسعید بن المسیب و الضحاک وقتادہ والسدی وغیر واحد رحمہم اللہ تعالی- **فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا** ارصدنا لھا- یعنی توکیل بمعنی ارصاد ہے المعنی تو منظور نظر کردیا ہمنے اسکے ساتھ ایمان لانے کے لیے- **قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ** ایسی قوم کو جو کچھ بھی اس سے منکر نہین ہین- اور بکافرین پر باء زائدہ ہے لغرض مزید تاکید کے- **قال المفسر** رح یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہین اور اسی کے مانند ابن عباس رض سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لیے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لیے اور یہ بعید ہے اور حق یہ ہے کہ جیسے کفر و انکار کرنے والے اولاً تو اہل مکہ تھے مگر ہر انکار کرنے والا انھین شامل تھا اسیطرح ایمان لانے والے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہین اور جو اسطرح ایمان لاوے انھین شامل ہے اور انکی تعیین علم الٰہی مین موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا **قال الشیخ الحافظ** یعنی اگر نعمتون سے قریش اہل مکہ مین سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم و یہود و نصاری نے انکار کیا تو ہم نے اسپر ایمان لانے والی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاویگی یعنی جیسے ازل مین قریش وغیرہ مین سے منکرون کا کفر مقدر کیا اور ایک قوم دیگر کا ایمان مقدر کردیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہین اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمین انکے پیرو ہون اسطرح کہ اسمین سے ایک حرف بھی انکار نہین کرتے ہین بلکہ قرآن و آیات الٰہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہین- **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ** اے ہداہم اللہ تعالے- یہی ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی ہے- **فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ** اے بطریقہم من التوحید او الصبر اقتدہ- پس تو بھی انکے طریقہ توحید مین یا کافرون کے ایذاء پر صبر کرنے مین اقتدا کر **ف** یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی مین اقتدا کرین اور سورۂ صٓ مین سجدہ کرتے تھے- رواہ البخاری والنسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین

کیونکہ خصائل ع.ہ جو انبیاء مین متفرق تھے وہ آپ مین مجتمع ہوے اور مترجم کہتا ہی کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہین اور اس مقام پر جملہ خصال ہدایت مذکور نہین ہین پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید مین اقتدا ہوگی اور اولی یہ ہی کہ جس طریقہ سے انھون نے لوگون کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمین اقتداء کرنے کا حکم ہی تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہون اس امر سے کہ مشرکین نہین مانتے اور ایمان نہین لاتے ہین و دیگر امور مین مانند صبر برایذای کفار مین اقتداء کرین بمانند قولہ فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل - یعنی جیسے اولو العزم رسولون نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر - اور اقتداء کے معنی یہ ہین کہ غیر کے فعل مین موافقت چاہنا - پھر اقتدہ - بہاء سکتہ ہی پس وقف مین یہ ہاء آتی ہی اور کوئی اشکال نہین اور رہا وصل مین تو باین طور کہ وصل کو وقف کے بجائے جاری کیا اور حمزہ وکسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہی اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہی نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہی اور راجع بجانب مصدر ہی یعنی اقتدہ یعنی اقتد الاقتداء ہی - **قُلْ** لاہل مکہ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ - **لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ** ای علی القرآن - نہین مانگتا مین تم سے قرآن کے عوض یا تمکو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض **أَجْرًا** - ای تعطونہ کچھ اجرت جسکو تم لوگ دیدو **ف** بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالے عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو - **إِنْ هُوَ** ای ہذا القرآن - نہین ہی یہ قرآن - **إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَٰلَمِينَ** مگر نصیحت واسطے عالمین کے - یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آیندہ قیامت تک پائے جاوین اور اسمین دلیل ہی کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق پر آپ کی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا اور مسئلہ معروف ہی - اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہی اور دلیل یہی لفظ عالمین ہی جو مستغرق جمیع عوالم کو ہی جسمین ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم **ف** فی العرائس قولہ واجتبیناہم وہدیناہم - اپنی معرفت کے واسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل انکے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجۂ مشاہدہ مین یون ہی کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین اور بشریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہو اور جنید رح نے فرمایا کہ ہم نے انکو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ کے واسطے انکو ادب دیا اور تمام عالم سے منھ موڑکر صرف اوتعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی - قولہ تعالی اولئک الذین ہدی اللہ - اوتعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیاے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کرے چنانچہ فرمایا قل انما اتبع مایوحی الے من ربی الآیۃ - کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا ہی کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجایش نہوتی سوائے اس بات کے کہ میری پیروی کرے **قال المترجم** علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص و وحی نہین آئی اسمین آپ کو انبیاء سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہو اسپر ہمکو عمل کرنا چاہیے ہی اور مترجم اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہی فتذکر - **قال الشیخ** اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ انکو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت

گئے بلکہ اسکے نام پر تبرکاً نام رکھا تھا۔ اور محمد بن کعب نے کہا کہ مامون اور چچا بھی والد کے حکم مین ہین چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ مین شمار کیا اور عیسیٰؑ کو ذریت مین شمار کیا حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ماں کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے۔ عبدالملک بن عمیر سے روایت ہی کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے نہ تھے تو یحییٰ بن یعمر رح نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ رح نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت مین سے ہین تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو۔ رواہ ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواہ ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہین کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہی کہ حسنؓ وحسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہی حالانکہ مین نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحییٰ رح نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰؑ کے ذریہ مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہی۔ قال الحافظ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کے واسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گانون مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا انکے لیے وصیت کی یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہی۔ اور اگر کہا کہ وقفت علی بنی۔ وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور ناتیون کو شامل نہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ ناتیون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہی الی آخر الحدیث علی ما فی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجازاً ہی یعنی ذریت واولاد کے قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالی التوفیق

الیاس مین اختلاف ہی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاقؒ نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس کو نوحؑ کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان کرنے والے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد مین سے ہین۔ ضحاک رح نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع بن نون کے پوتون مین سے ہین۔ اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام واحسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت وبزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہی۔ وَاِسْمٰعِيْلَ بن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے موخر ہوا کہ پہلے اسحاقؑ کا ذکر بطور موہبت الٰہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہوکر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ وَالْيَسَعَ مفسر رح نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط ہی ہر ایک علیحدہ مراد ہی اور وہب بن منبہ سے مروی ہی کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین۔ وَيُوْنُسَ بن متی۔ حدیث صحیح مین آپ نے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ وَلُوْطًا ابراہیمؑ کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیمؑ کے ماتحت نبی تھے اور انکی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آیندہ انشاء اللہ تعالے آئیگا۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور انمین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی۔ اور یہ معلوم نہین ہوتا

کہ آپس میں انہیں سے کون کس سے افضل ہے اور اہل فقہ و علم اسمیں کلام نہیں کرتے ہاں دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں لہذا آپ کی افضلیت کو جمہور نے کہا ہے اور جو بعض خلاف کرتے ہیں انکا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہے کلا پر یا نوحا پر اور من یہاں تبعیض کے واسطے ہے یعنے ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیوں میں سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی۔ اور من بیانیہ نہیں ہو سکتا کہ کل باپ دادے و جملہ ذریات و برادر مراد ہوں اسلیے کہ انہیں سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد میں بعض فرزند کافر ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی اور انکے آباء و ذریات و برادروں سے ف ہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اخترناہم۔ اور ہم نے انکو مع انکے لاحقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کرلیا وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور انکو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف۔ اسی مقام سے خاص البشر کو خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والوں نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسواے اللہ تعالی کے سب کو شامل ہے وقال المترجم اس مسئلہ میں گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالے دانا ہے کہ اسنے کس کو فضیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو میں ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور بر عکس لیس عقائد میں جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے واللہ تعالے اعلم۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الَّذِیْ ہدوا الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جسکی انکو ہدایت ملی تھی اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا۔ کہا جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین و اعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنی مرتبہ ہے اور اللہ تعالی دانا تر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا۔ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یہ ہدایت الٰہی ہے اس سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام پر تھا وہ محض اپنی مشیت و فضل سے عطا ہوا اور دیگر بندوں کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کریں اور راہ سنت پر مستقیم رہیں اور باطل و شرک سے بچیں بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالی نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص جہاں کمال مطیع تھے وہاں سب سے پہلے شرک سے بچے تھے چنانچہ فرمایا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور اگر یہ لوگ کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط و نیست ہو جاتا ف۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہاں لو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنے اگر بالفرض یہ لوگ کہیں کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب اللہ حبط او نیست ہو جاتا۔ پس شرک عموماً برباد کردیتا ہے۔ قال الحافظ اسمیں شرک کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیۃ۔ یعنی اے محمد تجھکو اور تجھسے پہلے والوں سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہو جاوینگے۔ م۔ پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہیں مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہیں بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو میں پہلا عبادت کنندہ ہوتا۔ م۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بناویں تو ہم اپنے یہاں بنا لیتے۔ م۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء الآیۃ۔ اور اگر اللہ تعالی چاہے کہ فرزند بنا وے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اسمیں سے جو چاہے چھانٹ لے۔ م۔ حالانکہ انکا وقوع جائز نہیں

کے کرامات اور یہ سب خود ہی اوتعالے کی طرف راہ ہین پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہوکر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہین بلکہ وہان شان معرفت کے درجات ہین وہان عارفین و موحدین کے لیے ازل و ابد مین سیر ہی جسکی انتہا نہین بلکہ وہان انتہاء ولا انتہاء کسی کو دخل نہین۔ قال اشارۃ ہی کہ مریدین مین سے ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین پس اسکو واصل کرتے اور وصول مین ان درجات سے سیر عرفان ہی اور نیز درجات مین عشق و محبت و شوق کے درجہ ہین۔ اور نیز درجات مین صفاء سر باطن و صحت نیت ہی اور نیز اخلاق پاکیزہ ہین اور بعض نے کہا کہ یہ پرتو علم الٰہی و فہم حکمت از و تعالی ہی۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حنیف ہوے اللہ تعالی نے اعلی درجات علم و حکمت دیے اور مزید بران یہ کہ اولاد صالح دی

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

اور اسکو بخشا ہمنے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اُسکی اولاد مین

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یون بدلا دیتے ہین نیک کام والونکو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہین نیکبختون مین اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہمنے بزرگی دی سارے جہان والون پر اور بعضونکو اُنکے باپ دادون اور اولاد مین

وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ ذٰلِكَ

اور بھائیون مین اور اُنکو ہمنے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

اللہ کی ہدایت ہی اسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندون مین اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہمنے کتاب او شریعت اور نبوت

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ

پھر اگر ان باتون کو نہ مانین یہ لوگ تو ہمنے انپر مقرر رکیے ہین وہ شخص کہ وہ نہین انسے منکر وہ لوگ تھے

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُنکی راہ تو کہہ مین نہین مانگتا تمسے اسپر کچھ مزدوری

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۧ

یہ تو محض نصیحت ہی جہان کے لوگون کو

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰق اور یعقوب یعنی پسر اسحاق کو پس یعقوب علیہ السلام

پوتے حضرت ابراہیمؑ کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے انہیں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہے جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جسکا ملخص یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے انکو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیکنام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپکی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی امید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجیب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے یعقوب کی بھی اسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں بیٹا و پوتا ہوئے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا اور تعالیٰ نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہے کہ نبوت وکتاب کو انھیں کی اولاد میں کردیا اور یہی حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا۔ ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در اصل ذریت نوح علیہ السلام ہیں لیکن نوحؑ کی تمام ذریات میں سے نبوت وکتاب حضرت ابراہیمؑ و آنکی ذریات میں مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا۔ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیمؑ کے۔ پس نوحؑ کی ذریت میں نبوت وکتاب ہونا حضرت ابراہیمؑ کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اس گروہ خاص میں مراد تھا۔ اسی واسطے علماء نے مرجع ضمیر دونوں طرف جائز سمجھا۔ قولہ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ یعنی ذریت نوحؑ سے بسبب آنکہ مرجع قریب وہی مذکور ہیں اور بعض نے حضرت ابراہیمؑ کو مرجع قرار دیا کیونکہ انکے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جو انبیاء مابعد مذکور ہیں مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ ہیں یعنی۔ دَاوٗدَ اسکا بیٹا سُلَيْمٰنَ اور یہ دونوں نبوت و بادشاہت کے جامع تھے وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندوں کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندوں کو بدلا دیتے ہیں۔ قَالَ ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داود اسمیں ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوحؑ ہر دو مرجع میں سے نوح ہی اقرب مذکور ہیں تو یہ ظاہر ہے اور اسمیں کچھ اشکال بھی نہیں اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو کیونکہ سیاق کلام انھیں کی شان میں ہے تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہے کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہیں اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیمؑ کے بھتیجے ہیں انکو ذریت میں شمار کیا اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمعیل کو یعقوب کے آباء میں شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک والٰہ آبائک ابراہیم و اسمعیل و اسحاق الآیۃ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہے۔ وَزَكَرِيَّا اور اسکا بیٹا يَحْيٰى وَعِيْسٰى بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا۔ وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انہیں سے صالحین بندوں سے ہے۔ واضح ہو کہ یہاں ان انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہیں بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہے کہ اسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے اسمیں بحث کرنا بیفائدہ ہے پس داؤد بن میشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہیں اور معالم میں جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ انکا حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیوں کا بہتان محض غلط ہے بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ انکی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام نے انکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام ہیں۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا بن اون بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی

حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا اُمن کا طریقہ یہ ہو کہ (مثلاً) وعظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومعجزات سُنئے اور اردو مین کتابین دیکھئے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالےٰ واحادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ واولیٰ ہو واللہ الموفق- بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنالے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید الٰہی سے ڈرنے والے- کون مستحق امن ہو- اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہو تو اسی پر عمل کر دیکھئے وہ فریق ہم ہین توحید کرنے والے اور شرک سے بیزار ہونے والے پس تم ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ- اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا الم يخلطوا- اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے نہین ملایا تو انہین کے واسطے امن ہو اور حدیث بخاری ومسلم مین آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی ہو- اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانے والا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہین تو وہ مشرک ہوگیا پس اسلام و توحید یہ ہو کہ خلط نہ کرے وقد قال تعالےٰ وما یومن اکثرهم باللہ الا وهم مشرکون- اور جو شرک نہین کرتے یہان انکی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر ایمان کو شرک سے خلط کرکے مشرک نہین ہوئے تو- اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ انکے لیے امن ہو یعنی عذاب سے امن ہو- وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین ہدایت پائے ہوئے ہین- اور ظلم کی تفسیر شرک سے کما فی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب وحذیفہ وسلمان فارسی وابی بن کعب وابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہو پس زمخشری نے جو کشاف مین اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہو کہ ظلم کی تفسیر شرک سے کیجاوے یہ زمخشری کا زعم باطل ہو درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری مین گرفتار رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد بیان گناہ ہو اور شرک مراد نہین کیونکہ ایمان وشرک کے خلط سے دونون کا اجتماع لازم آتا ہو حالانکہ دونون ضدین جمع نہین ہوتے ہین جواب یہ کہ خلط کرکے شرک ہی رہ جاتا ہو علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت خود معترض پر وارد ہوتا ہو کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان وشرک جمع نہین ہوتے ویسے ہی ایمان وگناہ جمع نہین ہوتے ہین کیونکہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہوجاتا ہو پس ایمان تو فعل طاعات واجتناب معاصی کا نام ہو پس مرتکب کبیرہ گناہ کا تمھارے نزدیک مومن نہوگا پھر تم بیان گناہ سے کیونکر تفسیر کرسکتے ہو- وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ - اسمین تلک مبتدا ہو اور وہ مبدل ہوکر حجتنا بدل سے ملکر مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہو- اور مراد حجت سے وہ حجت ہو جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر کواکب کے غروب وغائب ہونے وغیرہ سے قائم کردی اور مبتداء مذکور کی خبر آئندہ ہو- اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ اسے ارشدناہ حجۃ علی قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہمنے ابراہیمؑ کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے- نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ہم جسکو چاہتے ہین مراتب مین بلند کرتے ہین (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین ف- درجات کو اکثر قراء کے قراءۃ مین اضافت ہو ای درجاتِ مَن- بدون تنوین کے اور کوفیون کی قراءۃ مین درجات کو تنوین ہو اور وہ تمیز واقع ہو اور مَن مفعول ہو اور بنا پر قراءۃ اول کے درجات مفعول ہو- حاصل آنکہ علم معرفت وحکمت الٰہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہین بلند کرتے ہین اور جسکا نہین چاہتے نہین بلند کرتے- پس اللہ تعالیٰ قادر مختار ہو اسپر کچھ بھی واجب نہین جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر جو بہت بہتر ہو بندے کے واسطے وہ واجب ہو حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہوگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہو پس ابراہیمؑ کو یہ تمام

فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور انکی قوم کے سیکڑون مشرک رہے انکو یہ ہدایت نہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت آلہی مین یہی مشیت تھی اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ یعنی تیرا پروردگار ہر کام مین حکمت والا دانا ہی ف۔۔۔ فی العرائس قولہ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ یعنی جنھون نے اللہ تعالیٰ کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے استدلال کرکے نہین پہچانا اور مقام مشاہدہ مین درجہ عبودیت سے تجاوز نہین کیا اور احکام ربوبیت مین پڑکر اسکے حسن تجلی سے انانیت کا دم نہین مارا۔ کیونکہ عارف جب مشاہدہ مین مقام عبودیت مین ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین مین ہی اور یہ انتہاء درجہ معرفت ہی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہی کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید مین انا العبد۔ مین بندہ مخلوق ہون مطیع رہے قال المترجم لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے مین یہ مقام آسان نہین ہی جسکو اللہ تعالیٰ دیوے اور یہی بھید ہی کہ قیامت مین جب ظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگون سے کہدیا کہ مجھکو اور میری مان کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور اوتعالیٰ کی حمد و ثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر و تلوین مین کوئی چوک زبان سے بیخبری مین نکلے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ علیم و خبیر ہی حالانکہ اُنسے ایسی خطا نہین ہوئی ہی۔ قال الشیخ اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت مین پڑگیا تو وہ سکر و تلوین مین رہا اور یہ مقام اضطراب ہی درجہ معرفت تک نہین پہونچا جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی مین نکالا اگرچہ معذور ہین ولیکن یہ ظلم ہی اور ظلم یہی ہی کہ کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ مین اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالیٰ توحید و معرفت خاصہ سے نگاہ رکھتا ہی اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر و تلوین کی نہین پہونچتی کما قال تعالیٰ اولئک لہم الامن وہم مہتدون۔ یعنی اُسی کے ساتھ اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہین۔ اور نیز آیت مین اشارہ ایسے بندون کی طرف ہی جو مشاہدہ کی حالت مین جہان کی کسی چیز کی طرف رجوع نہین کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازاغ البصر وما طغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب مین کسی غیر کی طرف ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہو وہ حقائق توحید مین مشرک ہی۔ پس جو اسطرح مشرک نہوا یہ اسکی تعریف ہی کہ اولئک لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہی تب تک امن نہین اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت مین پڑا ہوا اپنے نفس کو پہچانتا ہی اور حق تعالیٰ کو وصف قدم و بقاء و قہر جبروت سے پہچانتا ہی قال اللہ تعالیٰ لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ پھر جب اسنے اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بوصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل سے متصف ہوا تو اوائل امن سے پاتا ہی کیونکہ صفت قدم مین خوف و امید کا نشان نہین ہی وہان تو جنت قرب و وصل ہی اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی تجلیون سے بالکل امن مین اور جب تک متصف بصفات آلہی ہین مہتدون ہین اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائق سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے مناقشہ سے چشم پوشی کیے ہوے ہون۔ ابن طاہر رح نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہی کہ کسی دکھ و مصیبت و خوشی و ناخوشی مین انکی نظر سواے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر نہین پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت انکی او تعالیٰ جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہی۔ وہم مہتدون۔ انکا مرجع ہر حال مین اللہ تعالیٰ ہی کیطرف ہی پس وہ راہ پائے ہوئے ہین بھٹکے نہین ہین۔ قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہین رجوع ہوے۔ قولہ تعالیٰ نرفع درجات من نشاء۔ درجات چند چیزین ہین معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت

متوجہ ہوں جسکے آثار فعل سے ہر وسیلہ کا ظہور ہی چنانچہ کہا حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین - جو شرک کرنے والے ہیں کہ وسائط پر نظر رکھتے ہیں - بلکہ میں اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہوں کہ اسی سے میری بقا رہو - اور واسطی رح نے کہا کہ قولہ لئن لم یھدنی - یعنی اگر مجھکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھیگا اس مشاہدہ میں جو میں نے ظہور و کشف افعال خاص و مقام التباس میں دیکھا تو میں بھٹک جاؤنگا اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہیں - قولہ انی بری مما تشرکون - بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے میں شرک کرنے والوں سے بری ہوں کیونکہ سوائے او تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف دلیل نہیں ہو - قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہو اور یہی تحقیق ہو ولیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ مناظر سے معرفت ظاہر آوریں تو توحید انپر لازم ہو ولیکن یقین یہ ہو کہ ہدایت بدون او تعالیٰ سبحانہ کے ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیوں نہ دلیل لادے چنانچہ آخر افلاطون و ارسطو سب کے سب کافر رہے - فافہم - قولہ وما انا من المشرکین - واسطی رح نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہو اور ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کینہ و ملال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہو وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ العباد بن العباد الخواص الشامی کما رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی - یعنی قلب کو میں نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جسکی قدرت سے یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچا دے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہیں ہیں - بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے - اول مقام الفاقہ جسمیں بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ - دوم مقام نعمت جسمیں بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ - اور سوم مقام معذرت جسمیں بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ چہارم مقام محبت جسمیں بزبان مودت کلام کیا لقولہ انی بری مما تشرکون - پنجم مقام معرفت جسمیں بزبان انبساط کلام کیا لقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - ششم مقام ہیبت جسمیں بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل ع نے جس وقت آگ میں پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہیں ہو - پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لاتے و مناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہو قولہ تعالیٰ-

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ط قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ط وَلَآ اَخَافُ

اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجھکو سوجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْئًا ط وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ط

اُنسے جنکو شریک ٹھہراتے ہو اُسکا مگر کہ میرا رب چاہے کچھ سمائی ہو میرے رب کی علم سب چیز کو

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو اور میں کیونکر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہو پس نسخۂ صحیحہ ترمذی یون ہو کہ ہذا حدیث حسن صحیح اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہو ف فی العرائس قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ - جیسے ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان وزمین دکھلائے - یعنی ملکوت سماوات وارض سے جو انوار ذات وصفات ظاہر تھین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم ؑ کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطۂ ملک وملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہوجاوے قال المترجم یہ تصریح ہو کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم - ابو سعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھین اور واصلین مین ہون - فارس رح نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیوب ہو کہ نفس مین سوائے اللہ تعالی کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہو - قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہوگئے باین طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور انسے مناظرہ کیا اور خود انکو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہو اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلاوے اور اپنے واسطے اسمین سے دقائق ونکات وحل واعتراضات سے علم حاصل کرے فلیتامل - بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہون اور انسے خالق کی طرف جاوین - اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہوگئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ - شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالی نے کذلک نری فرمایا اور یون نفرمایا کہ کذلک رای ابراہیم - کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہو اور صدق دیدار بچشم معرفت از ہدایت الٰہی ہو - فافہم قولہ فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا - منجملہ امتحان کے ہو کہ دیدار قدم سے حادث مین مشغول نہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہو پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلت مین پہونچا پس جب معدن ذات سے نور صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھکر فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس دور خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور زیادت طلبی کا ہیجان ہوا پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہوکر سورج سے ظہور ہوا پس جب مفارقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب ومغروب ہین اور ظہور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم ؑ نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہوگئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے فرمایا کہ لا احب الآفلین - یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب وغیبت وساقط ہونے والے کو نہین چاہتا - اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے کہا کہ لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین - یعنی ایسے لوگون مین سے جو خالص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے - قال المترجم قمر کے دیدار سے بیزاری کرنے مین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی - اسمین اشارہ ہو کہ معرفت رب تبارک وتعالی حاصل تھی فافہم - اور قلب سے جو مقام عشق مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون - یعنی بلاواسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض - یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف

تاکہ انپر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال مین پڑے ہین وہ بالکل باطل ہی پس باپ کے ساتھ کلام مین ظاہر کیا کہ تم لوگ بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہی خطا و غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطاکار غلطی پر ہو **قال المترجم** سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالے حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب انپر ستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی یا بالجملہ مقصود یہ کہ ستارون کی پرستش اور انہین الوہیت گمان کرنا محض غلط ہی بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق نہین یہ تو حکم الٰہی عز وجل کے تحت مین مسخر ہی کہ جسطرح حکم ہی برابر چلتا ہی ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کر سکتا جیسے اور اجرام سماویہ روشنی والے ہین پھر اس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ **قال الحافظ**۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ ابراہیم ؑ اس مقام پر اپنے واسطے نظر کرنے والے ہووین حالانکہ ابراہیم ؑ کے حق مین اللہ عز وجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین ۝ اذ قال لابیہ وقومہ ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے صریح ہو چکا ہی پس سب خلق کے حق مین ایسا ہی تو ابراہیم ؑ تو اسمین اولے ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلاشک وبلاریب اور منجملہ ان امور کے جو انکے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہی جو آگے فرمایا۔ یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہی کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس لانا ضرور ہی اور اگر بالفرض ابراہیم ؑ اس مقام پر ناظر ہون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہی کہ ارائۃ ایک تو بطور بیان کے بدون نمایش ہی اور وہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کہلاتی ہی اور دوم ہدایت الٰہی ہی بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی پس اوتعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالے وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ **قال ابن کثیر** رح ابن جریر وغیرہ نے عطاء و سعید بن جبیر و سدی و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے حکایت کیا کہ آسمان انکی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو کچھ اسمین ہی سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ **کذا قال مجاہد** اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم ؑ نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر انپر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے ابراہیم ؑ مین تجھسے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن عباس رض سے اسکے مانند روایت کیا۔ **قال ابن کثیر** رح محتمل ہی کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال ہی کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیساکہ امام احمد و الترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت رب تبارک و تعالے کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلی فقلت لا ادری فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث۔ میرا رب میرے خواب مین آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد ملاء اعلیٰ کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا کہ مجھے دریافت نہین ہی پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ۔ مترجم کہتا ہی کہ ہکذا ذکر الحافظ اور یہ تجلی صوری کے اقسام مین سے ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام

رَبِّیْ هٰذَآ اَکْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنے انتہا کر دی کہ کیسا کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم و ستاروں میں سے ایک یہی آفتاب سب سے بڑا رہا ہے **فَلَمَّآ اَفَلَتْ** جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو **قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ** یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک بولے کہ پھر تو کیا پوجتا ہے تو کہا **اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ** تقصد بعبادتی یعنی میں نے اپنی عبادت کرنے سے مقصود رکھا **لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** - اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ **حَنِیْفًا** مائلا الی الدین القیم - درحالیکہ میں تمام دینوں سے منھ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں **وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ** اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے **قال المترجم** شیخ امام الحافظ العماد رح نے لکھا کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیم ع کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا شیخ ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس رض سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدین دلیل کہ کہا۔ لئن لم یہدنی ربی لاکونن الآیہ - اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیم ع سے اس وقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جس میں انکی والدہ بخوف نمرود بن کنعان کے انکو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہو گا پس اس خوف سے انکی والدہ بروقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے یہ بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں - اور حضرت ابراہیم ع کی غذا انکی انگلیوں سے دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا - **قال الحافظ** - اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسے اور مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں - **قال المترجم** مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے بڑھتے اور نشوونما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا - وفی السراج وغیرہ - تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی قولہ ہذا ربی بمعنی اہذا ربی - کیا میرا رب یہ تارہ تبلاتے ہو - جیسے قولہ تعالیٰ فائن مت فہم الخالدون - یعنی افہم الخالدون - تاویل سوم آنکہ قوم کو سمجھانے کے لیے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اسطرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہے تو اسنے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہوئے یہاں تک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اسنے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اسنے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے - قالوا اصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا - **وقال الحافظ** - حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے

حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی۔ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ یعنی بسبب بتوں کے معبود
بنانے کے تجھکو اور تیری قوم کو میں حق سے کھلا دور بھٹکا دیکھتا ہوں اور معنی آنکہ یقین جانتا ہوں اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا جسکو
دیکھنا فرمایا۔ وَكَذَٰلِكَ اے کما اریناہ اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ لیستدل بہ علی وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ وباپ کی قوم کی گمراہی دکھلادی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم
کو ملک سموات والارض تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات میں شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور
اس سے دلی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت
ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور
جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمیں خوض کرتے ہیں وہ بڑے کام میں پڑے ہیں۔ بلکہ یہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت الٰہی ہے۔ وَلِيَكُونَ
مِنَ الْمُوقِنِينَ یعنی ان اشیا پر انکے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ
قولہ وکذلک نری سے یہاں تک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق میں حد کمال کو
پہونچے ہوئے تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتلاتے تھے پس پہلے تو انکو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو پھر
جب نہ مانے تو وہ ہوا جو آگے فرمایا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ یعنی رات کی اندھیری چھائی تو۔ رَأَىٰ كَوْكَبًا ایک
روشن ستارہ دیکھا۔ قال فی المدارک جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک میں کہا کہ
یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل ہیں اور بہت بعید ہیں کیونکہ ظہور زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے
کوئی غرض متعلق نہیں صرف اتنا بیان چاہیے کہ ایک ستارہ دیکھا۔ قَالَ لقومہ وکانوا منجمین۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم
کے دین پر تھے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ کہاں سے تفسیر فرمائی کہ خود اپنے آپ نہیں کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم
انی بری مما تشرکون۔ بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی قوم کو الزام دینے اور قائل کرکے توحید کی راہ سمجھانے کو قوم سے کہا هَٰذَا رَبِّي
یعنی تم لوگوں کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار یہ ستارہ ہے۔ فَلَمَّا أَفَلَ جب غروب ہو گیا و غائب ہو گیا۔ قَالَ لَا
أُحِبُّ الْآفِلِينَ تو فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں کو نہیں دوست رکھتا ہوں کہ انکو معبود بناؤں کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال
سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہیں روا ہے کیونکہ تغیر و انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ تم لوگوں نے اپنی پسند
و خواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود بنائے ہیں کیونکہ عقل نہیں روا رکھتی کہ متغیر و منتقل ہونے والا معبود آلہ ہو سکے
لیکن اس دلیل نے ان لوگوں میں کچھ کام نہ کیا اور آخر قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر انکو تنبیہ فرمائی۔ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب
قمر کو طلوع ہوتا دیکھا۔ قَالَ هَٰذَا رَبِّي قوم سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنے تمہارے اعتقاد کے موافق۔ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ
لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت نہیں خواہ اول میں یا حالت ثبات میں چنانچہ مجھکو ہدایت
فرمائی ہے اگر اسپر مجھکو ثابت نہ رکھے۔ لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں۔ اسمیں قوم پر تعریض
فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر بے ہوش ہو ہوش میں آؤ اور پروردگار حق عز وجل کی ہدایت مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ
بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کیطرف اور وہ اگرچہ مونث سماعی ہے لیکن یہاں خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے۔ ای ہذا ہو

[illegible]

تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

شریک کرتے ہو مین نے اپنا منہہ کیا اُسکی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہوکر اور مین نہین شریک کرنے والا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ واذکر اذ قال ابراہیم لابیہ الذی لقبہ آزر و اسمہ تارح - یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر مین حاء حطہ ہی چنانچہ قاموس مین بھی باب الحاء المہملہ مین ذکر کیا ہی اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا - وضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا - رواہ ابن ابی حاتم و کذا فیما اسندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام تھا اور ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور ان کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور مملوکہ باندی کا نام ہاجر تھا - قال ابن کثیر و ہکذا قال غیر واحد من علماء النسب - مجاہد و سدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہی قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام غالب ہوگیا ہو و قال ابن جریر شاید اسکے دو نام ہون آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہی کہ اسکے باپ کا نام آزر تھا قال ابن کثیر یہ قول جید قوی ہی - قال المترجم مفسر رح نے شاید تاریخ و نسب بیان کرنے والون کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کرلیا کہ آزر لقب ہی اور تارح نام ہی اور حق وہی ہی جو ابن جریر رح نے کہا جیسا کہ ابن کثیر رح نے اسکی تجوید کی ہی اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاری سے سنا ہوا مروی ہوا ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی جو سراج مین لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر مین کہا کہ ابراہیم بیٹے ہین آزر کے جسکا نام توریت مین تارح ہی پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب و اسرائیل دونون حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رح نے افراد مین روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملینگے اور آزر کے چہرہ پر قترت و غبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمین مصرح کر دیا کہ آزر انکا باپ تھا - قال ابن کثیر رح اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنک شیئا الآیات اور اسمین کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک سأستغفر لک ربی الآیہ - اور فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ الآیۃ - اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملینگے پس آزر اُنسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز مین کچھ تیری نافرمانی نکرونگا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کرینگے کہ اسے پروردگار تو نے مجھسے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجھکو خفیف نکرونگا اور اس سے بڑھ کے کیا خواری ہی کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اسے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھینگے تو نظر آویگا کہ ایک بجو ملطخ ہی پس اسکے چارون پاؤن پکڑکر آگ مین پھینکدیا جائیگا - قال المترجم پس صحیح و صواب یہ ہی کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ و نسب والے اگلے اہل کتاب نے کہا ہی کیونکہ توریت مین تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہی اور بعد آیات و احادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہین ہی کہ آزر نام ہونے مین کلام کرے - فی السراج آزر نام ہونا اصح ہی اور یہی ثابت ہی اور اصلی نام تارح نہین اور کہا کہ وہ کوثی نام گاؤن کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ مین ہی پھر کشرانی لوگ جہان یہ موجود تھا وہان والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان مین ستارے معبود آلہہ ہین اور زمین مین بت ہین پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اس ستارے سے تقرب چاہتے تو اسکے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے سے یہان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُنپر انکار کیا اور انکے فساد پر تنبیہ کر کے کہا

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً تتخذہا یعنی الٰہ بناتا ہی بایں معنی کہ انکی عبادت کرتا ہی اور یہ استفہام توبیخی ہی بطور ملامت کے اور اسمین

ڈرایا بقولہ وان اقیموا الصلوٰۃ واتقوہ ۔ نماز کی اقامت یہ ہی کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت خدمت میں مشاہدہ کا چاند نظر آوے لقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ ۔ تقویٰ اس مقام پر یہ ہی کہ نماز میں اوتعالےٰ سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت اجلال وحیا جانت ہی اس سے پرہیز کرو کہ تمھارے دل پر سوائے اوتعالےٰ کے اور کچھ خطور کرے پس اوتعالیٰ کے مشاہدہ سے محروم رہوگے ۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الٰہی کے ساتھ مخلوط رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مع ادب پر نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ دل تو سوائے اوتعالیٰ کے کچھ خطرہ نہ آوے ۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ ۔ ہرگاہ اوتعالےٰ نے عدم سے وجود میں اس تمام خلقت کو جو ہی یا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کے واسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف میں سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور انکے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہی بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہی پس مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنے جو اسکے علم ازلی میں ہی وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہی اس خوبی کے ساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمیں سے خلل پذیر نہیں ہوتا اسکا فعل موافق امر ہی اور امر اسکا ارادہ ہی کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی از ازل تا ابد ہی کبھی اسکی انتہا نہیں اور نہ کبھی تغیر و فنا ہی ۔ حسین رح نے کہا کہ وہ حق ہی اور جو کچھ حق سے ظاہر ہووے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنے صحیح و صادق و واقعی ہوگا ۔ باطل و دروغ نہیں ہو سکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہی مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

میں صریح بہکی ہوئی اور اسطرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اسپر رات کو

رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہی رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجھکو خوش نہیں آتے چھپنے والے

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہی رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ

نہ راہ دیوے مجھکو رب میرا تو بیشک میں رہونگا لوگوں میں بہکے پھر جب دیکھا سورج

بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

چمکتا بولا یہ ہی رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں اُنسے جکو تم

حالانکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہی عرض کرونگا کہ اے پروردگار تونے مجھسے اہل جنت کے بارہ مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا حکم ہوگا کہ مین نے سفارش قبول کی اور انکو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ تم دنیا مین اپنی ازواج ومساکن کو اسقدر نہین پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج ومساکن کو پہچانینگے پس ہر مرد انمین سے بہتر ایسے حورون کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالےٰ ایجاد کردیگا اور دو عورتین اولاد آدم علیہ السلام سے ہونگی جنکو ان بہتّر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونون نے دنیا مین اوتعالی کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ مین جاینگے تو انمین بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی انکو انکے اعمال نے ہلاکت مین ڈالا بعض کو انکے قدمون تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوا بے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اسکا اللہ تعالےٰ نے آگ پر حرام کیا ہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری امت سے لوگ دوزخ مین ہین حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو تم پہچانو پس نکالے جائینگے یہانتک کہ ایسا کوئی نہین رہیگا پھر اللہ تعالےٰ شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی وشہید نہ رہیگا مگر آنکہ شفاعت کریگا۔ الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانی رح نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث مین مذکور ہین اور اسکے بعض الفاظ مین نکارت ہی اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ نے متفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ مین اختلاف ہی چنانچہ بعض محدثین نے اسکی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اسکی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کردی ہی مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہی اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث مین تامل ہی ولیکن منجملہ ضعفا ہین اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اُس سے اس حدیث کی اسناد مین وجوہ کثیرہ مختلفہ ہین مین نے انکو ایک علحدہ جزو مین جمع کیا ہی لیکن اسکا سیاق غریب ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اسنے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق مین بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور مین نے اپنے استاد شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمہ اللہ سے سنا کہ مین نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمین اسنے اس حدیث کے بعض باتون کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہی۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ مین بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہی اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث مین بعض باتین تو صحاح کی روایت مین فو ظاہر ہین اور بعض باتون سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہی کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہین اور متفرق احادیث مین جو مضامین ثابت ہین انمین سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہی اگر غلطی کی تو اللہ تعالی اسکو عفو کرے والکلام فی المتفرقات یاتی فی تفسیر الایات انشاء اللہ تعالی ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالی کی ہدایت امر غیبی ہی اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہی جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کیے ہین اور یہی اسکے عرفان ومشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ ہی اور یہ طریقہ اسکے انھین بندون کو ملتا ہی جو معرفت والے ہین اور معرفت والا وہ ہی جو قضاء پر راضی ہو اور بلاء پر صبر کرے اور جو اللہ تعالی کی مراد ہو اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ امرنا لنسلم لرب العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تسلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑکر تسلیم اختیار کرو اور جاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی ناز کا حکم دیا اور اسمین سستی کرنے سے

قال المترجم یعنی کرسی الٰہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ الوان کے لیے مستقیم ہوا اور یہ مطلب نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دیجاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالی نے تمکو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالے تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالی کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالے جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی۔ پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یابنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالی لوگون کو الگ فرماویگا نیکوکار و بدکار جدا ہو جاوینگے اور امتین گھٹنون کے بل بیٹھینگی۔ اوتعالے فرماتا ہی وتری کل امۃ جاثیۃ۔ ہر امت اپنی کتاب کی طرف بلائی جائیگی۔ پھر اوتعالے اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سواے جن وانسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان و بہائم مین فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چوپایہ سے بے سینگ والے کا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالے فرماویگا تم سب خاک ہو جاؤ پس یہ دیکھکر کافر کہینگے کہ یالیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالی بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوے انکے چہرے چمکینگے اور جو راہ شیطان کفر وضلال مین قاتل یا مقتول ہوے وہ خوار ہونگے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے مظلوم پر کیا ہی مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کر سکتا ہی اسکو عذاب کیا جائیگا جب یہ امور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اسطرح آواز دیگا جسکو سب مخلوق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے یہی فرمایا۔ لو کان ہولاء الہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب نہ باقی رہینگے سواے مومنون کے جنمین منافق شامل ہونگے۔ تب آویگا اللہ تعالے جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے معبود سے جا ملو تو کہینگے کہ واللہ ہم تو سواے اللہ وحدہ تعالے کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اوتعالی انپر کشف ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالی انکا پروردگار عز وجل ہی پس سجدہ مین اسکے سامنے گر پڑینگے ولیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گر پڑینگے اور اوتعالے انکے پٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کریگا پھر اوتعالے انکو سر اٹھانے کا حکم دیگا پس سر اٹھاوینگے اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اسپر کلالیب وخطاطیف اور سعدان کے سے کانٹے ہونگے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے کسی نجات پانے والے پر سلامتی رہیگی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنے جیسے جھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک پہونچے تو کہینگے کہ کون ہمارے لیے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر کر کے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لیے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین چلکر جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اللہ ومرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالے مجھے اپنی حمد وتمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی ہی پھر کہا جائیگا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اٹھایا تو اوتعالی فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہی

سطوبات الخ پھر دونوں کو بچھا دیگا اور بسط کریگا پھر انکو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ انمیں نیچا اونچا کچھ نہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرماویگا تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ میں ویسی ہی ہوجائیگی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور جو اوپر تھے وہ اوپر ہوجائینگے۔ پھر اللہ تعالیٰ زیر عرش سے اتیر پانی برساویگا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک اتیر پانی برساویگا یہاں تک کہ بارہ گز اونچا ہوجائیگا پھر جسموں کو حکم کریگا پھر وہ بقل وطراثیث کی طرح اوگینگے جیسے تھے ویسے ہی ہوجاوینگے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہوں وہ زندہ ہوجاوینگے اور حکم الٰہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منھ کو لگاویگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر اللہ تعالیٰ ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی انمیں سے مومنوں کی روحیں تو نور سے چمکتی ہونگی اور کافروں کی روحیں سیاہی میں لتھڑی ہونگی ان سب کو لیکر صور میں ڈال دیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمیں سے روحیں مانند شہد کی مکھیوں کے نکلینگی اور آسمان و زمین کے درمیان پھر جاوینگی پھر فرماویگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم میں جاوے پس روحیں زمین میں داخل ہوکر نتھنوں میں گھسینگی اور اجسام میں رواں ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے میں زہر پھیلتا ہے پھر تم سب جوان ہوگے۔ کیا! پہلے زمین شق ہوگی اور میں سب سے اول ہوں جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف رواں ہونگے اور کافر کہینگے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پانو ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام میں کھڑے ہونگے اور مدت تک جسکی مقدار ستر برس ہے کھڑے رہینگے نہ تمہاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ روئینگے یہانتک کہ آنسو منقطع ہوجاوینگے پھر خون روئینگے اور پسینے میں تر ہونگے یہاں تک کہ گردن یا ٹھوڑی تک پہونچیگا اور کہینگے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم میں فیصلہ فرمادے کہینگے کہ سوائے تمہارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمیں پھونکی اور سامنے کلام کیا پس آدمؑ پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ میں کچھ بول نہیں سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی انکار کریگا یہاں تک کہ میرے پاس آوینگے پس میں فحص کی طرف جاؤنگا اور سجدہ میں گر پڑونگا ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ فحص کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہے۔ پڑا رہونگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجیگا وہ میرے بازو پکڑ کر اٹھاویگا اور اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ محمدؐ ہے عرض کرونگا کہ ہاں اے پروردگار فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ داناتر ہے میں عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق میں میری سفارش قبول فرما کر انمیں فیصلہ کردے حکم ہوگا کہ تیری سفارش قبول ہے میں آکر تم میں فیصلہ کرونگا۔ میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہونگا۔ پھر ہم کھڑے ہونگے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنینگے پھر آسمان والے اسیقدر اترینگے جسقدر جن و انس زمین میں ہیں جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوجاوینگے ہم انسے کہینگے کہ کیا تم میں ہمارا پروردگار ہے وہ کہینگے کہ نہیں پھر اتنے گونہ اور اترینگے یہاں تک کہ حضرت رب العزت پارہ ابر میں مع ملائکہ کے نزول فرماویگا اور اسدن عرش کو آٹھ اٹھانے والے لیے ہونگے اور آج کے روز وہ چار ہیں انکے قدم زمین زیریں کے جڑ پر ہیں اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہیں اور عرش انکے کاندھوں پہ ہے انکی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہینگے سبحان ذی العرش والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ والروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق ولا یموت۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں اپنی کرسی جہاں چاہیگا رکھیگا

اور یہ وہی ہے جسکی نسبت قرآن میں فرمایا۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ الایات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے اور مرضع کو ڈھول ہوجائیگا۔ (یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائیگی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا) والا اولاد والے اور پیٹ والیاں پیٹ ڈال جاوینگی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار میں پہونچینگے پس ملائکہ انکے منھ پر مار کر پھر لوٹا وینگے اور لوگ بنی آدم کے الٹے بھاگینگے لیکن حکم الٰہی سے انکو محفوظ رکھنے والا کوئی نہیں اور آپس میں لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال میں ہونگے کہ ناگہاں زمین ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہوجائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھینگے کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا اور اسکی وجہ سے انکو ایسا کرب و ہول ہوگا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھینگے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر جاوینگے اور سورج وچاند میں گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردوں میں سے کسی کو ان باتوں سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالیٰ یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اور فزع انھیں لوگوں کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہیں اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرمادیا ہے اور یہ فزع تو عذاب الٰہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاریٰ وماہم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا میں پڑے رہینگے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکا زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخہ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو پھونکیگا پس آسمانوں و زمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوا اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے انکے جو مرکر زندہ ہوئے اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ ؑ کو استثناء کیا اور اموات کا صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم) پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کریگا کہ آسمانوں و زمینوں کے سب لوگ وچیزیں سب مرگئیں سوائے انکے جنکو تو نے چاہا ہے اور تعالیٰ جو خوب جانتا ہے فرماویگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو نہیں مریگا اور عرش کے اٹھانے والے اور جبرئیل ومیکائیل باقی رہے ہیں پس عرش بتقدیر الٰہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل ومیکائیل بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو۔ کہ میں نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت میں ہے موت لکھدی ہے پھر جبرئیل ومیکائیل مرجاوینگے پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونوں مرگئے پھر اللہ تعالیٰ جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک الحی الذی لا یموت باقی رہا اور تیرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاویں اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے صور لے لیگا پھر فرماویگا کہ کون باقی رہا اور وہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات کو زوال نہیں ہے اور میں رہا ہوں پس فرماویگا کہ تو میری مخلوق میں سے ایک بندہ ہے میں نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر میں ہے تو آسمانوں و زمینوں کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر انکو بچھادیگا پھر تین مرتبہ انکو ملفوف کریگا پھر فرماویگا کہ لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرماویگا کوئی جواب نہ دیگا تو خود فرماویگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات

جمع کیے جاؤگے پس اسکی شان مین عصیان و بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہو۔ **وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ** اور اسی نے آسمانون و زمین کو پیدا کر دیا درحالیکہ محق ہی یعنی انکی پیدائش بیہودہ و باطل نہین **وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ** اور بیان کر دے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئی کے واسطے فرماویگا کہ ہوجا پس وہ چیز اسی طرح مشخص ہوجائیگی جیسے اسکی مراد ہی اور یہ قیامت کا دن مراد ہی کہ اس روز مخلوق جردہ آدمی وغیرہ سے کہیگا کہ کھڑے ہوجاؤ پس سب اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اور دو قول ہین ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہی اور دوم آنکہ یہ سمجھانے کے واسطے ہی ورنہ ازل مین پیدائش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ و قدرت کی مثال ہی کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہوجاتا ہی۔ **قَوْلُهُ الْحَقُّ** یعنی قولہ حق و صدق واقع لامحالۃ۔ اسکا قول حق ہی خواہ مخواہ واقع ہونے والا ہی پس قیامت مین حشر و بعث و نشر ضرور ہی تم مت انکار کرو اور کیونکر ایسے مالک خالق ذو الجلال والاکرام کے حکم سے انکار کرتے ہو جسنے تمکو پیدا کیا اور نعمتین دین ملک و سلطنت دی اور سب اسی کا ہی اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو ولیکن وہ حلم و حکمت والا ہی اپنی قدرت مین مسخر کیا ہوا تمکو امتحان مین چھوڑ رکھا ہی کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کتنے دن۔ آخر نیست و نابود ہوگے اور یہ ظاہری پردہ بھی اُٹھ جائیگا۔ **وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ** اور اسی کا ملک و بادشاہت آنکھون نظر آویگی جسدن پھونکا جائیگا صور مین اور صور یعنی قرن ہی جسکو سنکھ کہتے ہین اور مراد اس نفخہ سے تین نفخون مین سے دوسرا نفخہ ہی اور اسرافیل یہ صور پھونکینگے پس اُسدن ظہور ہوگا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کسکا ملک و بادشاہت ہی۔ اللہ تعالیٰ ہی واحد القہار کا ہی اور کسی کا نظر بھی نہین آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنے دنیا مین خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم ہوگا کہ ملک ثابت ہی واسطے اللہ تعالےٰ ہی کے۔ **عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** ایسا اللہ تعالیٰ جو عالم ہی اس چیز کا جو نظرون سے غائب ہی اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھون مین مشاہدہ ہی۔ **وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ** یعنی پیدا کرنے مین حکمت والا ہی اور ہر چیز کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہی۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن حبان و الحاکم و بیہقی و عبد بن حمید و ابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رضہ مین آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرنے مین ہی کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہی فرمایا کہ قرن ہی جسمین نفخ کیا جائیگا۔ **قال المترجم** احادیث اس باب مین بہت ہین اور اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہی کہ قیامت مین صور پھونکا جائیگا۔ طبرانی رح کی روایت حدیث صور مین ہی کہ پھر ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہی فرمایا کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اسمین کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہی کہ آسمانون و زمین کی چوڑائی اسمین سما جاوے۔ اسمین اسرافیل ؑ یعنے جو اسپر منھ رکھے ہوے منتظر حکم الٰہی ہین تین نفخہ پھونکینگے۔ پہلا نفخہ فزع ہی اور دوم نفخہ صعق ہی اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے کا ہی۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم فرماویگا کہ پھونک پس وہ پھونکیگا اور یہ اول مرتبہ ہی پس آسمانون و زمین والے فزع مین ہوجاوینگے سوائے اس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے اور حکم دیگا پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان مین فتور نہین کریگا۔ (یہ مانند قول اللہ عز و جل وما ینظر ہولاء الا صیحۃ واحدۃ ما لہا من فواق۔) پس اللہ تعالیٰ پہاڑون کو چلاویگا اور وہ بادل کی رفتار چلینگے پس سراب ہوجاوینگے پھر زمین اپنے لوگون کو لیکر ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہوجاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر مین پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑین پہونچین کہ وہ ادھر اُدھر اپنی سواریون کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہی جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکو سے گھومتی

کہ کیا ہم عبادت کریں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ غیر خدا سے۔ مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے۔ وَلَا يَضُرُّنَا اور نہ ہمکو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف اور یہ چیز بت ہیں۔ حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں۔ وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا اور اپنے پچھلے پاؤن لوٹیں یعنی مشرک ہو جاویں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد از آنکہ ہم کو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جسکی مثال یہ ہے۔ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ ضلتہ۔ مانند ایسے شخص کے جسکو بھٹکا دیا۔ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ شیطانون نے زمین میں یعنی سفر کے درمیان جنگل میں۔ درحالیکہ وہ حَيْرَانَ ہے یعنی متحیر ہے نہیں جانتا کہ کدھر جاوے یہ لفظ استھوتہ کی ضمیر ہ سے حال واقع ہے یعنے کیا ہم ایسے ہو جاوین جیسے کسی کو سفر میں شیطانون نے آوارہ کر دیا۔ اور حال یہ کہ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہیں کہ۔ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کر دین اور اُس سے کہتے ہیں کہ۔ ائْتِنَا ہمارے پاس آ جا مگر وہ نہیں مانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہے پس ہلاک ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اَنَدْعُوا میں استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد۔ ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ۔ اور بعض نے کہا کہ استھوتہ۔ از ھوی یھوی بمعنی نزول از اعلی باسفل ہے یعنے شریر جن اسکو اُٹھا لیگئے اور زمین پست میں ڈال دیا ولیکن قولہ لہ اصحاب الخ۔ اس معنی سے چندان مناسب نہیں ہے۔ حاصل آنکہ مشرکون کو مومنون نے جواب دیا کہ ہم تمہارے بہکائے میں مشرک ہو کر ایسے شخص کے مانند نہ ہو جاوینگے جسکو شیطانون نے جنگل میں راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہے ادھر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بنکر شیطانون کی راہ جاکر ہلاک ہو گیا۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہے بتون و بت پرستون کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہیں اور ان لوگون کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہیں مثال یہ ہے کہ ایک آدمی راہ میں حیران ہے اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل میں پکارا کہ ارے ادھر راہ پر آ اور اسکے ساتھیون نے پکارا کہ ادھر راہ پر آ۔ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جسنے بتون کی عبادت کرنے کی راہ بتلانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہون یہان تک کہ موت آئی اور ہلاک و ندامت پیش آئی قال ابن کثیر۔ قولہ کالذی استھوتہ الشیاطین یہ شیاطین غول بیابانی ہیں کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہیں اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت میں ڈال دیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہیں و قد رواہ ابن جریر عن ابن عباس رض و قولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی۔ و تقدیر کلام آنکہ اور وہ انکے بلانے کو نہیں سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ میں ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آ جاتا لہذا فرمایا۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ای الاسلام ہو الہدی و ما عداہ ضلال۔ کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہے اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے۔ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ ای امرنا بان نسلم۔ ہم حکم کیے گئے ہیں کہ ہم سب اسلام لاوین و توحید و انقیاد کرین۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے لیے۔ وَاَنْ اَقِيْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اسے وامرنا بان اقیموا۔ الصَّلٰوةَ اور ہمکو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو۔ وَاتَّقُوْهُ و اتقوا اللہ تعالے۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالے کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہے خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ تجمعون یوم القیامۃ للحساب وہی ہے کہ جسکی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لیے قیامت کے روز

اتنا عذاب خلاف عدل وقیاس ہے حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو شرک کچھ نہ سمجھا اور اسنے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پالے ہوئے پوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں اگر غور کرتا تو یہ بھی اسنے شان باری تعالیٰ میں اسکی عظمت و شان کبریائی میں سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے ورنہ چند روز بعد مریگا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا ؎ اے بندہ چہ بندگی نہ کردی ✤ از بندگیت کہ کار دارد ✤ چون او تو دگر خدا نہ داری ✤ او زتو صد ہزار دارد ✤ فـــی العرائس قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شئی سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیاء و مومنین سے بھی عہد لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیاء علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیاء بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نکرینگے تو تقصیر کرنے والے ہونگے۔ قولہ وذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ۔ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہوگئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے انس اور اسپر مغرور ہوا اور در حقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالےٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم حقائق سے معزول و محروم ہیں۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

تو کہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا ایسے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جاویں اُلٹے پاؤں

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ

جب اللہ ہمکو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى

بھٹکتا اُسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس تو کہہ اللہ نے راہ بتائی

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

سو وہی راہ ہے اور ہمکو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اُس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہوگے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاویگا اُسکی بات سچ ہے اور اُسکی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکون نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قل اندعوا دعاء بمعنی عبادت ای انعبد کہدے جملہ مومنین کی طرف سے

نہ کر اور اسلئے اعراض کر۔ مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ انکو فہمائش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی انکے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیر رح یعنی انکو چھوڑ دو اسلئے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف چلنے والے ہیں اسی واسطے فرمایا۔ وَذَكِّرْ بِهٖ ای عظ الناس بالقرآن۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور انکو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ای لان لا تسلم الی الہلاک بما عملت۔ تاکہ سپرد نہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار دیا ای کراہۃ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے۔ بسل لغت میں بمعنی حرام و ممنوع ہے بولتے ہیں کہ ہذا بسل علیک۔ یہ تجھپر حرام و ممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہو سکے اور اسد باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجہ سے چھٹنا ممنوع ہے۔ اور ابسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں سونپ دے۔ یقال ابسلت ولدی۔ یعنی خون کے عوض میں لئے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا۔ پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک۔ ہے یعنے کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب دائمی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و الحسن و السدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس ای فضیحت ہو۔ قال قتادہ یعنی محبوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ رح ان سب عبارات کے معنی قریب قریب ہیں اور یہ مانند قولہ تعالے کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الایۃ۔ حاصل آنکہ مشرکوں کے افعال ناکارہ کی پروا مت کر اور انکو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت میں کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ درحالیکہ اس نفس کے واسطے اللہ تعالی کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالے کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہو کہ اللہ تعالی عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہونے دے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ای وان تفد کل فداء لا یوخذ منہا المفدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ چھوٹے۔ پس ضمیر لا یوخذ کی المفدی بہ کی طرف راجع ہے یعنے نہ لیا جاوے اس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل بمعنی برابری و فدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل بمعنی المعدول بہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ یعنے یہی جنہوں نے دین کو لہو و لعب بنایا۔ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کئے گئے ہیں بسبب اپنے کمائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر یا جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ ای الشرب انکے واسطے پینے کی چیز مِّنْ حَمِيْمٍ نہایت درجہ گرم پانی سے۔ حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آنتیں کٹ گرینگی۔ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ما مصدریہ ہے ای بسبب کفرہم۔ اور عذاب مولم ہے بسبب انکے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی خالق عز و جل کو اپنا پروردگار جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر او تعالی جل جلالہ نے کتاب و رسول کو بھیجا تو بڑا احسان جانکر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس میں نہ آوے پھر رسول و کتاب الٰہی سے ٹھٹھول کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہاں اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ و ملحد و زندیق جب عذاب سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر

سورہ نساء مدنیہ سے منسوخ ہی اور وہ قولہ تعالے انکم اذا مثلہم الآیۃ ہی اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہمنے تمکو انسے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب مین وہ پڑے ہین اس سے ہوشیار ہو کر تقوی اختیار کرین اور پھر ایسا نکرین۔ اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتداے اسلام مین تھی کہ جب مسلمانون پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورہ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجب ہی اسواسطے کہ سورہ نساء مدنیہ کی آیت معدودہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہی کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کے ساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھوگے تو تم بھی انھین کے مثل ہو پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہی اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی پر ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر و ملامت کے معنی نہین ہوسکے پس حق یہ ہی کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیر رح سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم ہی کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہی۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے یہ معنی ہونگے کہ محض ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو قال المترجم اسمین خلجان یہ ہی کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا حال یہ تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر معروف و نہی از منکر اسوقت علانیہ انپر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہی اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض و استہزاء و تکذیب کرنیوالون کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا انپر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہوگا ولیکن انپر خود اپنے نفس کے واسطے وعظ و تذکیر واجب ہی تا یہ اعراض انکو نصیحت کے طور پر ہی جس سے انکو خود تقوی کا مرتبہ کمال کو پہونچے۔ قال المترجم پس لعلہم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کیطرف راجع ہی اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہی اور بعض نے جو کہا کہ متقین کیطرف لعلہم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہی تو یہ وہم و غفلت ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کر دے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ الذی کلفوا بہ۔ بنالیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کیے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث رسول اللہ کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا استہزائم بہ۔ لعب و لہو یعنی لہو و لعب بنالیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم و بے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین۔ وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہی انکو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصور سمجھتے ہین اور بعث و حشر کے اور جزاء و قیامت کے قائل نہین ہین۔ حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسر رح اور ظاہر مفسر رح کی یہ مراد ہی کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہی کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہی بمعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ دینہم سے مراد وہ دین ہی جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مردہ کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہین۔ اور قتادہ نے لہو و لعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنالیا اور زندگانی دنیاوی نے انکو اپنا فریفتہ کر لیا۔ اور بیضاوی نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جسکا کچھ نفع بھی انکی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ انکے اقوال و افعال کی کچھ پروا

ان ما تھا ادغام کر دیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک - میں دو قراءۃ ہیں ایک قراءۃ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قراءۃ جمہور یعنی میں سے اکثر کی قراءت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قراءۃ ہے اور نسی وانسی کے ایک ہی معنی ہیں یعنے دونوں متعدی آتے ہیں - معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول میں ڈالدے تجھکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ **فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ** تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ - قولہ بعد الذکری - بعد تذکرہ - اسکے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اسی - بعد ذکراہ - اگر کہا جاوے خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد الذکری معہم - لیکن بجائے ضمیر کے جسکا مرجع خائضین ہیں ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کردیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہیں اور ظلم ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی جو کہ آیات الٰہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلیں کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین بمعنی کافرین ہونگے ورنہ فاسقین ہونگے - اور جو لوگ ایمان و یقین کے ساتھ آیات الٰہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہیں انکے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب ہے لہذا مفسر رح نے یخوضون بالاستہزاء کی قید لگادی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری امت سے خطا و نسیان وجبیروہ زبردستی سے استکراہ کیے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ امّا ینسینک - یعنی اگر بھولکر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو انکے ساتھ نہ بیٹھے - کذا قال السدی عن ابی مالک وسعید بن جبیر وکذا قال مقاتل بن حیان - اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ اسی آیت قد نزل سے اشارہ یہاں کی آیت کی طرف ہے - پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب یہ کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا - **وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ** اللہ **مِنْ حِسَابِهِمْ** الخائضین **مِّنْ** زائدہ **شَيْءٍ** اذا حاسبوا ہم - **وَلٰكِنْ** علیہم - **ذِكْرٰى** تذکرۃ لہم وموعظۃ **لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ** الخوض یعنی اور نہیں ہے ان لوگوں پر جنھوں نے تقوی رکھا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقیوں پر واجب ہے کہ خوض کرنے والوں کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں - مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کرنے والوں کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے انکے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر انکو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکری مرفوع مبتدا محذوف الخبر ہے اور بسبیل الرفع ہوا الوجوب یعنی واجب علیہم ذکری - اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا - پھر واضح ہو کہ بنابر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور انکے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن یہ شرط کہ انکو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں - اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء - کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے انسے اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے وہ خوض کیا کریں - قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر انکے حساب سے کچھ لازم نہیں - قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم

ربوبیت کی درگاہ مین خدمت گزاری کے ساتھ قیام نہ کرسکو - اور قولہ یلبسکم شیعا - یعنی تمھارے درمیان جو الفت رکھی ہی وہ دور کردے اور قولہ ویذیق بعضکم باس بعض - یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کرین -

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہین ہماری آیتون مین تو اُن سے کنارہ کر جب تک کہ بکنے لگین اور کسی بات مین

غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اور کبھی بھلاوے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَٰكِنْ ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اور پرہیزگارون پر نہین کچھ انکا حساب لیکن نصیحت کرانی ہی شاید وہ ڈرین

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا - اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین - خوض در اصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کے لیے محسوس سے استعارہ ہی یا خوض بمعنی خلط ہی کما یقال - خاض الماء بالعسل یعنے شہد مین پانی ملا دیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام آلہی کی تحریف و تکذیب کرین - فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور انکے ساتھ مت بیٹھ - تاکہ انکے مکر و فریب کا ضرر تجھکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ - حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات آلہی کے اندر جھٹلانے یا فریب دہی کے واسطے خوض کرنے کے - غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث - اور ضمیر مذکر کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہی کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہی - پھر خطاب یا تو ہر شخص لایق خطاب کو ہی یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہی اور مراد ہر فرد آپ کی امت کا ہی حتی کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنمین ایسے مفسدہ کی باتین ہون - اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود و نصاری وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جب کہ وہ انکے دھوکا دینے والی باتین جنسے قرآن و حدیث کی تکذیب ہوتی ہی رد نہ کرسکتا ہو - اسی طرح رافضی و خارجی و دیگر بدعتی و گمراہ فرقہ مثل نیچری وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہی - ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوے کہ اللہ تعالے کے دین مین جھگڑے اور بحثین ڈالین - مترجم کہتا ہی کہ وہابی و بدعتی اور مقلد و غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہی اور خود حنفی مذہب و شافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب و سنت کو بدون جھگڑے و تعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے - محمد بن علی سے روایت ہی کہ اصحاب الاہواء انھین لوگون مین سے ہین جو آیات الٰہی مین خوض کرتے ہین - مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین کہ ہین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے یعنی غرض کہ فریب سے جھٹلاوین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو انکی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری - مترجم کہتا ہی کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون - وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ اصل مین

مفسر رح نے کہا کہ یہ اسے بالقرآن - یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا - اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم کہتا ہے کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے مین یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از انجملہ وعید مذکورۂ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکون نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہین جانا - اور زید بن اسلم کی روایت مین یہ مذکور ہوا کہ بعض لوگون نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہین ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب نہین ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً تو سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے چاہے جو کچھ کرے بلکہ انکے کلام کے یہی معنی ہین کہ آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس مین خونریزی نہین کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور مشرکین کہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہین مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہے جھٹلایا - وَهُوَ الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنے سچ ہے حاصل آنکہ قرآن مین جو اخبار ہین اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہین سب سچ ہین - قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ تو ان مشرک کافرون سے کہدے کہ مین تمپر وکیل نہین ہون تا کہ تمھارے اعمال کی جزا و سزا دیدون مین تو فقط ڈر سنانے والا ہون مشرکون و کافرون کو اور باقی رہا تمھارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالے کے قبضہ قدرت و اختیار مین ہے - اور یہ بمانند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر - پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے یہ حکم ہوا تھا - فعلیٰ ہذا یہ منسوخ ہوگا - اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو مین اس امر کا وکیل نہین ہون کہ تمکو اس فعل پر سزا دون پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو انسے قتال کرنے لگے - اور صحیح یہ ہے کہ منسوخ نہین ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور مین وکیل نہین ہون کہ تمھارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتیٰ کہ تم کفر کرو تو مجھپر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا مین بھی انپر جہاد کرنے کا حکم ہوگیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہان کوئی ضرورت نہین ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ بھی اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہین کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا مگر اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل - کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر مین کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہین لکھا - اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو فرمایا - لِكُلِّ نَبَإٍ خبر مُسْتَقَرٌّ وقت یقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم - نبأ بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی اور ہر چیز کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمین اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر پس حکم دیا کہ کافرون مشرکون سے یہ سمجھا دے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمھارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ وقت مقدر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا - وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافرون کو تہدید ہے ف

فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیہ - بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا ہون جسنے ہم و غم مین میرا قصد کیا اسکا ہم و غم با ایمان دور ہوا اور جسنے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت مین ساقط کر دیتا ہون - پھر جب بیان فرمایا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف سکون کرتے ہین تو انکو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ انکو عذاب و کرب مین مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم - یعنی تمھارے دلون سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ و غیب کو منقطع فرمادے - قولہ او من تحت ارجلکم - یعنی عبادت و نماز وغیرہ سے تمھارے قدم پھسلا دے کہ

ہو جاوے تو اسکو قبول فرمایا۔ پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضہ نے قولہ قل ہو القادر علی الآیۃ میں عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کر کے کہا کہ یہ چار باتیں ہیں جنمیں سے دو ہو گئیں اور دو باقی ہیں۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب کی روایت میں ہے کہ یہ چار باتیں ہیں جنمیں سے دو باتیں تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گزریں کہ مختلف الاہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے واللہ اعلم ولیکن علمار نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہے ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیدا کے مقام پر پہونچکر سب کے سب زمین میں دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر و ابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباس رضہ سے قولہ عذابا من فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار غلاموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہے لیکن قول اول یعنے جو ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش و خسف کا مذکور ہوا وہ اقوی و اظہر ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اسکی صحت پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیث میں ہے کہ ضرور اس امت میں قذف و خسف و مسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے قال الطبری۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ اے النظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا۔ یعنی التعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ یعلمون ان ما ہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جسپر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط و باطل ہے مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اولاً و بالذات تو یہ کافروں و مشرکوں کو فہمایش و تہدید ہے اور حاصل یہ کہ سمجھدار جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ میں نور ایمان سے یا ادنیٰ تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہے وہ ان صریح آیات سے ضرور ایسے کریگا کہ جنکی فہمایش کے لیے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہے تو اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے صدقے میں کج نہ فرمانا اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ میں یہی دعا کرتا ہے آمین۔ پھر اسمیں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فہمایش ہے کہ راہ توحید پر مستقیم رہیں۔ **قال الحافظ**۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم رح نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ۔ (یعنے مشرکوں کے شرک و کفر و فسق و فجور پر تہدید ہوئی ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤں کافر ہو کر کہ بعضے تمہاری تلوار سے بعضوں کی گردنیں ماریں تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون۔ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

الحدیث- اسمین ہے کہ اور مین نے دعاء کی کہ تمپر ایسا دشمن غالب نہ کرے جو تمھاری جڑ اکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی- قال الامام احمد حدثنا عبدالرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابہ عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرجبی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لیے زمین لپیٹ دی مین نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میری امت کا ملک عنقریب وہانتک پہونچیگا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید چاندی۱۲ و سرخ سونا۱۲ دو خزانہ عطا ہوئے اور مین نے دعاء مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری امت کو قحط سے عموماً یعنے عذاب قحط ایسا نازل نہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہوجاوین اور یہ دعا مانگی کہ انپر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ انکو عموماً ہلاک کردے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا وان لایذیق بعضہم باس بعض - یعنے نہ مخلوط فرماوے فرقہاے مختلف الاہوار اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مضرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہوسکتا پس مین نے تیری امت کو پناہ دی کہ انکو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ انپر ایسے دشمن کو انکے غیر مین سے مسلط کرونگا کہ انکو عموماً ہلاک کردے یہانتک کہ یہ ہوگا کہ بعض انہین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض انہین سے بعض کو قید کرے - شداد رض نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی امت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سردارون سے جو گمراہ کرنے والے ہون پھر جب میری امت مین تلوار رکھی جائیگی تو قیامت تک پھر آپس سے نہین اٹھائی جائیگی- قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی ولیس فی شئی من الکتب الستۃ مترجم کہتا ہے کہ اسمین قولہ اور نہ انپر ایسے دشمن کو انکے غیر مین سے مسلط کرونگا جو کہ انکو عموماً ہلاک کردے یہانتک کہ الی آخرہ - اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ امت اسلام پر غیر مین سے کسی قوم کا مسلط نہونا اس وقت تک ہے کہ آپس مین بعضے بعض دیگر کو ہلاک نہ کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیر مین سے مسلط ہوسکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جب آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک کوئی غیر قوم انپر مسلط نہین ہوئی- اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم انپر اسطرح مسلط نہو کہ نیست کردے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام و توحید پر ہین اور قولہ یہانتک کہ یہ ہوگا الخ- اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہونگے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین یعنی غیر قوم اس امت اسلام پر مسلط نہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہوگی کہ عموماً انکو ہلاک کرسکے بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی امت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ انکو مشرک ہوجانے والون نے بالکل قتل کر ڈالا تھا- امام احمد نے ابوبصرہ غفاری رض سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین امور مذکورہ کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے کہ مین نے دعاء کی کہ میری امت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالی نے یہ دعاء قبول فرمائی اور اس حدیث مین مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی- قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب مین یہ روایت نہین ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیے- طبرانی رح نے حضرت علی رض سے تین امور مذکورہ کی دعاء مرفوعاً روایت کی اسمین ہے قلت یارب لاتسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنے اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک- یعنی دوسری دعاء یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری امت والون پر کوئی دشمن ایسا جو انکے غیر مین سے ہو یعنی مشرکون مین سے جو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کردے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے- اور بعضی احادیث کو ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے چار باتون کی دعاء روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ میری تمام امت سب کی سب کافر

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا
توکہ کون تمکو بچالاتا ہی جنگل کے اندھیرون سے اور دریا کے جسکو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چپکے اگر ہمکو بچا لیوے

مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ
اس بلا سے تو البتہ ہم ہون احسان مانین توکہ اللہ تم کو بچاتا ہی اُن سے اور ہر

كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو توکہ اسکو قدرت ہی کہ بھیجے تمپر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ
عذاب اوپر سے تمہارے پاؤن کے نیچے سے یا بھڑا دے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھا دے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ
لڑائی ایک کی دیکھ کیسا پھیر پھیر سے ہم کہتے ہین باتین شاید وہ سمجھین اور اسکو جھوٹھ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۭ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہی توکہ مین نہین ہون تم پر داروغہ ہر خبر کا ایک وقت ٹھہرا ہی اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ۔ کہدے اے محمد مکہ والون سے۔ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تمکو خشکی و تری کی تاریکیون سے کون بچاتا ہی یعنے تمہارے سفرون مین خشکی و تری کے ہول سے کون بچاتا ہی۔ سراج مین کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہی کیونکہ دونون مین یہ مشارکت ہی کہ جب ہول و خوف شدید طاری ہوتا ہی تو آنکھون سے نہین سوجھتا ہی پس یوم شدید کو عرب والے یوم مظلم بولتے ہین جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولے ہی اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہوجاوے جس سے سفر مین خوف سخت پیدا ہوتا ہی کیونکہ راہ صواب ملتی نہین۔ اور ظلمات البحر رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی اور ہولناک موجین و تند مخالف ہوائین وغیرہ جنسے خوف شدید ہوتا ہی اور پوشیدہ نہین کہ ہولناک موجین و تند ہوائین حقیقی معنی ظلمت کے نہین ہین اور اظہر یہ کہ خشکی و تری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہین جنسے خوف شدید پیدا ہوجاوے۔ اور معنی یہ کہ خشکی یا تری مین اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت مین کون تمکو نجات دیتا ہی جبکہ تمہاری یہ حالت ہوتی ہی کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ۔ وَّخُفْيَةً سرا۔ دعائین مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ۔ اور کہتے ہو کہ لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہمکو نجات دی۔ اور ایک قراءۃ مین لئن انجانا۔ ہی اگر اللہ تعالی نے ہمکو نجات دی۔ مِنْ هٰذِهٖ الظلمات والشدائد۔ ان تاریکیون یعنی ان سختیون سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ تو ضرور ہم ایمان لانے والون مین سے ہوجاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہین آتا جنسے شریک لاتے ہو پھر کوئی انمین سے معبود نہین ہی۔ قُلْ انسے کہدے کہ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا اللہ تعالی تمکو ان ظلمات سے نجات دیتا ہی۔ اکثرون کی قراءۃ ینجیکم از انجا ہی اور قراء کوفہ و ہشام کی قراءۃ تنجیہ سے تشدید ہی۔ وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ اور ان ظلمات کے سوا سے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہی۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہین ہی۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہوجاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو لیکن اس حالت

مین شرک کس حماقت پر ہی۔ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ** تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکون بدعہدی کرنے والون سے کہ او تعالی قادر ہی اس بات پر کہ بھیجے تمپر عذاب کو تمھارے فوق سے - یعنی سرون کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل وجگر پھٹ جاوین یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد وثمود و قوم لوط وغیرہ پر آئے تھے - **أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ** یا پیرون کے تحت سے مانند آنکہ خسف کردے یا غرق کردے - قال مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک والسدی وابن زید وغیر واحد فی قولہ عذابا من فوقکم - یعنی پتھر برساوے - او من تحت ارجلکم - یعنی زمین مین دھنسا دے - اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رح نے لیا ہی - اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہی کہ من فوقکم یعنے تم مین سے اونچون سے اور وہ امرا حاکم وسردار ہین او من تحت ارجلکم یعنے نیچون سے اور وہ غلام ورذیل ہین - اور ارجح قول مجاہد رح ہی و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل وداخل ہین واللہ اعلم - **أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا** او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاہواء - یا خلط کردے تمکو فرقہاے مختلفۃ الاہواء - یعنی آپس مین تمکو ایسے مختلف فرقہ کردے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہوجاوے پس آپس مین مخالف ہوکر ایک دوسرے کے دشمن ہوجاؤ اور یہ تفسیر ابن عباس ومجاہد ودیگر علماء سے مروی ہوئی - اور حدیث مین بہ متعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یون موجود ہی کہ یہ امت تہتر ۷۳ فرقون پر مختلف ہوجائیگی جسمین سے سب دوزخ مین جاوینگے سواے ایک فرقہ کے - کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہی کہ مین نے اس حدیث کے طرق واسانید کو جمع کیا ہی - الحاصل اللہ تعالی قادر قاہر ہی تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اتارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشون مین باہم مختلط ومتخالف کردے - **وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ** یا تم مین سے بعض کو بعض پر مسلط کردے کہ عذاب وتکلیف دہی وقتل سے مضرت پہونچاوین - کذا قال ابن عباس وغیر واحد - واضح ہو کہ آیت کریمہ مین علوم ومعرفت ہین اور راسخین فی العلم انکو خوب جانتے ہین - پھر یہ تہدید تو بظاہر مشرکین کی ہی اور اہل اسلام جب دین قویم وسنت مستقیم سے فسق وفجور کی طرف مائل ہون تو وہ بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین اسی واسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم - مین روایت ہی کہ حسن رح نے کہا کہ یہ مشرکون کے واسطے ہی - مترجم کہتا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس امت مین سے بھی کچھ لوگ خارج ہوکر مشرکون سے ملجاوینگے - اور مجاہد رح نے فرمایا یہ امت محمد صلعم کے واسطے ہی ان دونون اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونون قول متعارض نہین بلکہ صحیح ہین پھر ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ جب یہ آیت اتری - قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم - رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک - یعنی اے میرے پروردگار مین تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہون - او من تحت ارجلکم - کہا کہ اعوذ بوجہک - یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی - او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض - کہا کہ یہ نرم وآسان ہی - وقد رواہ النسائی والحمیدی وابن حبان وابن مردویہ وسعید بن منصور - اور بعض روایت مین ہی کہ جابر رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم وآسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے تو اللہ تعالے پناہ دیتا - **مترجم** کہتا ہی کہ اشارہ ہی کہ یہ امر مقدر ہی ضرور واقع ہوگا اسواسطے یہان پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالے جو چاہتا ہی واقع ہوتا ہی چنانچہ امت اسلامیہ مین یہ سب امور یکے بعد دیگرے واقع ہوئے - اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین مین سب حق پر تھے پھر مختلف الاہواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج وروافض ومعتزلہ وجہمیہ وغیرہ - پھر عذاب کا مرتبہ ہی - سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی کہ قولہ تعالے قل ہو القادر علی ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہی اور اسکی تاویل ابھی نہین آئی ہی - رواہ احمد

وان علیکم لحافظین - اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجدینا مراد ہی پھر وہ تادم مرگ حافظ رہتے ہین اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہین کہ اگر وہ تمپر ظاہر ہون تو انکے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونون مین سے ہر کونہ پر اللہ تعالے کی مہرون مین سے ایک مہر ہی اور ہر مہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہی اور اللہ تعالے ہر روز اپنے یہان سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہی کہ جو تیرے پاس ہی اسکو محفوظ رکھ - رواہ ابن ابی حاتم کما یفہم من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ - اسنے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہین کقولہ تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ وشمار رکھتے ہین اور اللہ تعالے خود خوب جانتا ہی کہ کس بندے نے کب اور کسوقت کیا عمل کیا ہی - اور یہان حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہین - لقولہ تعالے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا یہان تک کہ جب تم مین سے کسی آدمی کی موت آئی تو اسکو ہمارے رسول وفات دیتے ہین ف — رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہی جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا - اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ مراد ہین جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہین - قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت کے مددگار بہت سے ملائکہ ہین جو بدن سے روح نکالتے ہین پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہی اور اس قول کے شاہد احادیث ہین جو قولہ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہونگی - اور جو لوگ ملحد وزندیق فقط وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہین انکو یہ وہم ہوتا ہی کہ لاکھون آدمی مرتے ہین تو ملک الموت کہان کہان پہونچتے ہین یہ نہین جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق مین ہوتی ہی اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہی یہان تو متعلق مادی جسم کی قوتین عجائب ہین حتی کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال ووہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہان سے کہان پہونچتا ہی اور عقل نے جو بات ضبط کر لی اسکے یہ معنی نہین کہ ہاتھون سے پکڑ لے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیئے - واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہین جب ذی روح کی موت کا وقت ہو - وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ اور جو انکو حکم دیا گیا اسمین کوتاہی نہین کرتے ہین ف — اور بعض نے کہا کہ حفظ حیات مین کمی نہین کرتے مثلاً قبل از وقت نہین مارتے ہین - اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال مین تجاوز نہین کرتے مثلاً کسی کی نیکی ضائع یا بدی زائد کرین اور یہ لا یفرطون بقراءۃ تخفیف سے مناسب ہی - اور اول اولی ہی اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت مین کوتاہی نہین کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الٰہی عزوجل ہی وہین پہونچاتے ہین چنانچہ نیک ہی تو علیین مین اور اگر بدکار ہی تو سجین مین پہونچاتے ہین - سعید بن یسار رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہین اگر وہ نیکوکار آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہین کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم مین تھی اب باہر آجا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہی اور روح وریحان سے اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہی یہان تک کہ وہ نکل آتی ہی پھر اسکو آسمان پر چڑھا لیجاتے ہین پھر دروازہ کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہی کہ کون ہی پس کہا جاتا ہی کہ یہ فلان شخص ہی تو کھولا اور کہا جاتا ہی کہ مرحبا کیا پاکیزہ روح جسم پاک مین تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہی اور تجھے روح وریحان یعنی راحت کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھپر غضب مین نہین ہی بشارت ہی اور برابر اسی سے کہا جاتا ہی یہان تک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتی ہی - اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ اس سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیثہ

جو جسم خبیث مین تھی نکل درحالیکہ تجھپر مذمت ہو رہی ہی اور لے یہ بشارت سُن کہ تجھکو حمیم و غساق ہی اور اس قسم سے دوچند ہی اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہی یہانتک کہ نکالی جاتی ہی پھر اسکو آسمان تک پہونچاتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین تو پوچھا جاتا ہی کہ کون ہی کہا جاتا ہی کہ یہ فلان شخص ہی تو اس سے کہا جاتا ہی کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہین جو خبیث جسم مین تھی تو لوٹ یہان سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہی پس آسمان سے پھیری جاتی ہی ۔ پھر وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہی تو اول کو بمانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہی اور دوم کو بمانند دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہی سند رواہ احمد ۔ اور صحیحین کی احادیث مین روح خبیث کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذاء پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین مین پھینکا جاتا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہی نعوذ باللہ من ذالک اللہم اعوذ بک من ان اکون من الذین یموتون ویخذلون واسالک باللہ الذی لا الہ ہو الحی القیوم ان تغفر لی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما وتحشرنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین ۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہو جاتے ہین ملائکہ ۔ اور بعض نے کہا کہ مرنے والے لائے جاتے ہین یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہی جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت مین ہوگا جو یقینی ہی لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنے حقیقی عادل ہی پس وہ ایک ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا ۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ رہو کہ اسیکا ہی حکم یعنی مخلوق مین قضاء نافذ اسی کی ہی ۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ اور وہ سریع الحساب ہی کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر تمام مین حساب فرماویگا کیونکہ ایک حدیث مین یہ ثابت ہوا ہی ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث مین حساب کا بیان نہین ہی پس اصل حساب جو علم الٰہی محیط مین موجود ہی بہت جلد ہو جاویگا اور ایسی ہی جن احادیث مین کافرون پر حجت قائم ہونے کے لیے طول مروی ہی وہ اصل حساب مین نہین ہی ۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ۔ ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ وہو الذی یتوفاکم باللیل ۔ رات مین وفات دینا اس مفاد کے واسطے کہ انکی روحین فضائے ملکوت مین پرواز کرین اور انوار جبروت مین سیر کرین تاکہ انکا شوق اپنے اصلی وطن کی جانب بڑھ جاوے اور دن مین اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاوینگے اسکو پہچان لین اور مار ڈالنے اور جلانے مین قدرت الٰہی عز وجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھون دیکھی ہوئی معلوم کرین تاکہ انپر یہ وقت آجاوے کہ حادث و مخلوقات سے منقطع ہو کر مشاہدہ الٰہی کی طرف منقطع ہو جاوین اور اسی مضمون کی طرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ ۔ سے اشارہ ہی ۔ ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق ۔ اور تعالیٰ کے شرف دینے و کرامت فرمانے مین سے یہ بات بھی ہی کہ بندہ کو قید خانہ دنیا و اسکے بلاؤن مین نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ مین عمل کی حفاظت اپنے بندۂ مومن پر غیرت ہی تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہو اور آیت مین گنہگارون کے حق مین امید ہی اور یہ بندون پر لطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاہم الحق فرمایا ۔ اور اگر فقط ردوا الی اللہ ہوتا تو عظمت و قہر کبریائی مین نیست ہو جاتے لیکن لطف سے بندون کا مولا ہونا فرمایا ۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت مین لاکر قولہ مولاہم الحق ۔ سے مقام قرب و منزلت کی طرف نکال لیا ۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک مین یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ امید کی آیت ہی کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی امید نہین کہ اسکے جزا و سزا کا مدار اسکے مولی کی طرف ہو جاوے ۔

اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور رہی اور جو تر رو پڑگیا اور خشک ہوا وہ ہوا سے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ ابھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر مرجھائی وہ اسکی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر موجود عدم و حدوث سے وہ پاک ہے۔ واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اسوقت محیط تھا کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور پتا گرنے کا قضیہ ذی موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو پھیر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا

مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

ٹھہرا دیا پھر اسکی طرف پھیرے جاؤگے پھر جتا دیگا تمکو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اسکو پھیر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ تقصیر نہیں کرتے پھر پہونچائے جاوینگے اللہ کیطرف جو مالک انکا سچا تحقیق سن رکھو حکم اسیکا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ توفی کسی چیز کو بھرپور لے لینا۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيءَ وَاسْتَوْفَيْتُه۔ بھرپور اس شی کو لے لیا۔ اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے کہ جو قبض کرتا ہے تمھاری ارواح کو سوتے میں۔ پس لیل جو غالب اور اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اوتعالی نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسی علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک ورافعک الی الایۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل۔ کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے بالجملہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کے ساتھ سونا چاہیئے کیونکہ روح بعد سوجانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نہ کرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعضے تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے آئی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مناجت محض شیطان ہی سے ہے وہ اسکے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رضہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے [illegible]

فرشتہ ہی جب وہ سوتا ہی تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہی پھر اگر اللہ تعالے نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہی ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہی یہی ہی قولہ یتوفاکم باللیل ۔ رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ واسنادہ منقطع ۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اے ما کسبتم فیہ ۔ " اور جانتا ہی جو تم نے کمایا دن میں " اور یہ بھی باعتبار اغلب حالت کے ہی کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہی واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالی کا علم اپنی مخلوق کے حال پر انکے دن کے حرکات ورات کے سکون سب کو محیط ہی ۔ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ اے فی النہار بردار دا حکم ۔ پھر اٹھاتا ہی تمکو نہار میں ف ۔ یعنی کہ تمہاری روحیں بعد نیند کے پھیر دیتا ہی کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ بعث در اصل معنی موت کے بعد زندہ کرکے اٹھانا پس بیان توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہی اور نیز نوم جو موت اصغر ہی بمقابلہ اسکے یہ بعث اصغر ہوا ۔ پھر وارد ہوتا ہی کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو رد ارواح معلوم ہو چکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہی ۔ کما قال ابن کثیر ۔ اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہی یعنی پھر اٹھا دیگا تمکو قبروں سے اسی شان وحال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے میں اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال میں صرف کیا ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہی یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار ویعلم ما جرحتم فیہ ۔ اور اولی وہ ہی جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہی ۔ اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہی اور مکرر ان کافروں کو دن میں اٹھاتا انکے اعمال سے غفلت نہیں بلکہ امہال ہی ۔ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُسَمًّى تاکہ میعاد مقررہ پوری کیجاوے ف ۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام ہی جو ہر انسان کے واسطے مقدر ہی ۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ پھر اللہ تعالی ہی کی طرف تمہارا مرجع ہی ف ۔ اسطرح کہ قیامت کے واسطے اٹھائے جاؤ اور محشور ہوگے ۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف ۔ اسمیں تہدید ہی اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہی اور معنی یہ کہ نیکوں کو انکی نیکی کا ثواب دیگا اور بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیگا ۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مستعليا فَوْقَ عِبَادِهِ ۭ وہی قاہر ہی اپنے بندوں کے اوپر ف ۔ فوقیت سے ظرف مراد نہیں بلکہ علو مرتبہ مراد ہی اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قاہر ہی از راہ استعلاء اور غلبہ کے یا درحالیکہ عالی مرتبہ ہی اپنے بندوں سے اوپر ۔ یعنی بندوں پر عجز وبے اختیاری مستولی ہی اور اللہ تعالے کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہی سرتابی کی مجال نہیں ہی ۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۔ اور ارسال فرماتا ہی تمپر حفظہ ف ۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں ۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی متصرف ہی کوئی اور نہیں جسطرح چاہتا ہی مارنے جلانے ثواب دینے وعذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہی اور بھیجتا ہی تمپر حفظہ ۔ پس علیکم متعلق یرسل ہی باین طور کہ اس ارسال میں استعلاء کے معنی ہیں یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ ۔ میں فوقیت لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنی مراد ہی اور علیکم متعلق حفظہ ہی اور تقدیم اس اظہار کے لیے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہیں بلکہ تمپر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہی تاکہ ہوشیار رہو ۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر لغت وفصاحت کلام کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہی ۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہی اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے حافظ اعمال فرشتے بیان کیے ۔ کما فی قولہ

اور نہ رطب ونہ یابس - **اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ** مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہی **ف** مراد کتاب سے لوح محفوظ ہی اور استثنائے سابق یعنے لایعلمہا سے یہ استثناء بطریق بدل اشتمال ہی علم الٰہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری ہی کہ یہ جملہ استثنا سے اول کی تکرار کے مانند ہی کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولایخفی فی بعد ہذا التاویل - فافہم - حاصل یہ کہ علم الٰہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و تہ زمین وغیرہ مین ہی حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالی کے حضور مین ہی ولایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ - اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہی - سبحان اللہ العلیّ الاعلی **ف** **قال فی العرائس** قولہ تعالے قل انی علی بینۃ من ربی - یعنی اوتعالی کی طرف سے مجھے یقین ومشاہدہ ہی اور روشن دلائل بظہور نور ازل ہی اور یہ عالم مین سب سے بڑی دلیل ہی لقولہ علیہ السلام من رآنی فقد رای الحق جسنے مجھے دیکھا اسنے حق مشاہدہ کیا - **قال المترجم** صوفیہ اس حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علماء محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہی پس آپ نے فرمایا کہ جسنے مجھے دیکھا خواب مین تو اسنے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہی - فان الشیطان لایتمثل بی - کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا - کذا فی روایات الصحاح - اور جسنے حضرت صلعم کو اسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپ کا حلیہ ہی خواب مین دیکھا وہ اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہی اور مترجم کا گمان یہ ہی کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لیے بلکہ اسکے اشارہ سے یہ بات نکالی ہی اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہی - فافہم ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیاء بھی انکے طفیل مین بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہی اور بینات اولیاء سچی فراست ہی - **قال المترجم** - حدیث مین ہی کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہی - اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے انکی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہی کہ میرے سامنے زنا کار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا - مترجم کہتا ہی کہ پردہ چھپانے کے واسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمر رض نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اسنے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت انکی آواز درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہی فتفکر - **قولہ وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو** - علم غیب فقط اوتعالے ہی کے واسطے ہی فرمایا اللہ تعالے نے - ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ - اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالے کے انکو کوئی نہین جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر - پڑھ دی اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین مین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے - پھر شیخ نے کہا اور نیز مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایت ازلی ہی جو بجمال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور اسکی ذات وصفات خزانہ قدیم باقی ہین - پھر اس عنایت ازلی کے نور سے ان بندون کے لیے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہی تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس انکے لیے اسرار مکنون ظاہر فرماتا ہی جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کردین اور معاملات وحالات کا اونچ نیچ بتادین - اور قولہ تعالے لایعلمہا الا ہو - غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے انکے سب غیوب مخزون ہین ابن مسعود رض نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب

جانتے تھے سواے پانچ چیزون کے پھر سواے ان پانچ کے باقی غیوب کو بھی اللہ تعالے ہی جانتا ہے لیکن انمین جسقدر بندے خالص کو تبلادیا وہ جان لیتا ہے پس اولین وآخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہان اللہ تعالے تب انکو ظاہر کردیتا ہے تو جان لیتے ہین لیکن ان چیزون کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا - اور نیز یہ معنی ہین کہ ان غیوب کے پانے کی راہین کوئی نہین جانتا سواے او تعالے کے پس جن بندون پر فضل ازل رکھا ہے انکو اور انکے بتانے کی راہون کو وہی پاک سبحانہ پہچانتا ہے کوئی اور نہین جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کرین - نیز بمفاتیح الغیب مین سے تجلیات لطف و قہر ہین پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہین اور قہر کی تجلی سے اعدا یعنے کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت ورا ے کے اندھیرے مین پھنسکر سنت چھوڑتے ہین اور راہ پر نہین آتے اور نفس وطبیعت کے شر وفساد مین واللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہین جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہین آخر جہنم مین جا پڑتے ہین - نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہین کہ قلوب کے لیے خزائن مشاہدات اور ارواح کے لیے مکاشفات اور عقول روحانی کے لیے معارف اور اسرار کے لیے خزائن علوم ذات صفات ہین کشادہ ہوتے ہین اور انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات کے خزانے اور اولیاء کے لیے کرامات کے خزانے اور مریدون کے لیے فراست کے خزانے کھلتے ہین - جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو مین کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے رسول وخلیل وغیرہ سے وہ بھی او تعالے کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ پس آیت سے اہل خیر پر محبت ورحمت کھلتی ہے اور شر پر وبے ایمانون پر فتنہ وخواری کھلتی ہے پھر نیکون مین سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے - اور نیز انبیاء کیواسطے مکاشفات اور اولیاء کو مقامات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہین - ابو سعید خراز رح نے کہا کہ او تعالے نے اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر وحی سے ادب کھولا پھر مشیت وقدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شئی سے تہذیب کے اسباب کھولے - پھر قولہ وتبتل الیہ تبتیلا - سے تغیب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے لیے ظاہر مین کشادہ ہوے - قولہ ویعلم ما فی البر والبحر - یعنے غیب لطف سے نیک بندون کو پار اتار دیا اور دشمنون کو دریاے قہر مین غرق کردیا پس اسمین جو حکمت و اسرار غیب ہین وہی جانتا ہے - اور نیز دریاے غیب اور میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہین - اور ایسے ہی نفوس کے پر پٹ میدان مین جو شہوت کے بھیڑ پڑے ہین وہی خوب جانتا ہے - قولہ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالے نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث ومخلوق وعالم پر غالب ہے کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض - مترجم کہتا ہے کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالے ورسول علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ او تعالے عز وجل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ وخبردار وسمیع وبصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعضے فلسفی بندہ اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے جزئیات کو بروجہ جزئی نہین جانتا اور یہ درحقیقت اسطرح علم الٰہی کی نفی ہے - پس اگر اسکو یقین نہین تو گمراہ ہے اور محققین علماء نے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالے اعلم - شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت مین تنبیہ ہے کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالے سے شرم کرین کہ وہ ہر پوشیدہ وظاہر اور ہر ذرہ کا عالم خبیر ہے - اور نیز بیان فرمادیا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی وارادہ قدیم کے موافق جاری ہین اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہین جو ہر طرح کے تغیر زمانی ومکانی سے محفوظ ہین وہ تو اس عالم سے جو تحت زمانہ ہے باہر ہے - وقد قال تعالے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - جو رطب ہے اسکے لطف مشاہدہ سے ہے اور جو تر وتازہ ہے

مہملہ ہی اور معنی یقص الحق اسے یقول الحق - حق بات کو فرماتا ہی یعنے سچا حکم دیتا ہی - اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع مین ہی وہ کیونکر ہی تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الٰہی ہی پس اجماع تو حکم الٰہی سے حجت ہی کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالے انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہی اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہی اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ تعالے بیان ہوگی - پھر حکم دیا کہ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے تمھارے درمیان فیصلہ ہوچکا ہوتا ف۔ باین طور فیصلہ پورا ہوجاتا کہ مین تمھاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھپر نازل کر دیتا اور آرام مین ہوجاتا ولیکن چونکہ میرے پاس و میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالے ہی کے اختیار مین ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالے ظالمون سے آگاہ ہی ف۔ یعنی اللہ تعالی جانتا ہی کہ یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا - اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مشرکون و منکرون کا عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلعم نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رض سے روایت ہی کہ اُنھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجھکو پہونچی جب کہ مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اُسنے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا (اور راہ مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہوگئے - پھر مجھے افاقہ حاصل ہوا یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھپر سایہ کیے ہی مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالی نے سنا جو آپ کی قوم نے آپ کو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہی کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیے اسکو حکم دیجیے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھپر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا وہ اللہ تعالے نے سنا اور پروردگار تعالی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہی کہ آپ جو کچھ انکے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنے مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ ان پر گرادون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے امید ہی کہ اللہ تعالے ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالے کو پوجین اور اُسکے ساتھ کچھ شرک نہ کرین - رواہ مسلم والبخاری - پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دیے جاوین مگر آپ نے درنگی فرمائی - مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر رح نے یہ سوال ذکر کر کے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہی کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین ہوتا تو آپ ان پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہی بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اسطرح انکو نیست کر دون پس آپ نے انکے حق مین درنگی چاہی - واللہ اعلم - وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ اور اللہ تعالے ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب ف۔ یعنی خزائن غیب یا وہ راہین جنسے غیب تک پہونچ ہو - پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہی تو وہ مخزن ہی پس تفسیر اول ہوگی اور امور غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہی اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہی - اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہی تو وہ کنجی ہی یعنے غیب کی کنجیان پس استعارہ کے طور پر جن راہون سے وصول بامور غیب ہو انکو کنجیان اور امور غیب کو مخازن قرار دیا

لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ انکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہو ف۔ وہ پانچ باتین ہین جو قولہ تعالے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ مین مذکور ہین کما رواہ البخاری۔ یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتین ہین جنکو سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا اللہ تعالی کے پاس ہو قیامت کا علم اور مینھ وہی نازل کرتا ہو اور مونث جانداروں کے پیٹ مین جو کچھ ہو وہی جانتا ہو اور کسی کو یہ نہین معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی یہ نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رض جسمین جبرئیل ع نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگون کے اسلام و ایمان و احسان کا سوال کیا ہو یہ مذکور ہو کہ پانچ باتین ہین جنکو سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہو پھر یہی آیت معہودہ پڑھی۔ ہر دو حدیث صحیح مین ہین واضح ہو کہ علم کہتے ہین ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ درواقع ہو رہا قرائن و اٹکل و علامات سے جاننے کو علم نہین کہتے ہین بلکہ وہ قیاس و گمان ہو پس پانچ امور مذکور درواقع سواے حق عز وجل کے کوئی نہین جانتا ہو ہان اٹکل و قیاس و علامات تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین چنانچہ احادیث صحاح مین قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہین بلکہ یہان تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جسدن قیامت آویگی پس ان امور مذکورہ کے مانند امور مین اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ مین جانتا ہون یعنے درواقع یون ہی ہوگا یا یون ہی ہو جیسے مین کہتا ہون وہ جھوٹا و کاذب اور مردود ہو اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہین کہیگا اور اگر وہ یون کہے کہ مجھکو اٹکل و قیاس یا علامات سے ایسا معلوم ہوتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالی ہی جانتا ہو پھر واضح ہو کہ کافرون پر عذاب آنا بھی اسی قسم سے ہو کہ وہ تعالی ہی دانا تر ہو کہ آویگا یا نہین یا کب آویگا پس کاہن و نجومی و رمالون سے جو لوگ دریافت کرتے ہین وہ حرامکار ہین اور اگر واقعی اُنکے جاننے کا اعتقاد کرتے ہین تو مشرک و کافر ہین۔ اور حدیث صحیح مین ہو کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا تو اُسنے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اُتارا گیا ہو کفر کیا۔ اور اسی قسم سے قضاء و قدر کی باتین و رزق کا حال ہو یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور کون دوزخی ہو۔ اور علی ہذا اعمال ثواب و عقاب بھی جو شرع مین وارد نہین ہوئے ہین اسی قسم کے ہین کیونکہ عقل و قیاس کو وہان مجال نہین ہو لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمین ثواب ہو حالانکہ وہ شرع مین وارد نہین ہوا ہو تو وہ جھوٹا اور مفسد ہو۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور اللہ تعالے ہی جانتا ہو جو کچھ خشکی و تری مین ہو ف۔ بر بالفتح اول وہ زمین جسمین نہ پانی ہو نہ گھاس اور بحر وہ آبادیان جو کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہون۔ کذا قال المفسر اور قاموس مین ہو کہ بحر وہ آبادی جسکے لیے نہر جاری ہو۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی کے جنگل اور پرپٹ میدان ہین اور بحر شہر و گانون ہین اور جمہور مفسرین کے نزدیک بر و بحر سے معروف معنی مراد ہین یعنے جو کچھ خشکی مین ہو خواہ وہ پرپٹ میدان ہو یا سرسبز جنگل ہو یا گانون و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری مین ہو خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالے کو معلوم ہو اور مخصوص ان دونون کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہو خواہ زمین مین ہو یا آسمان مین اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا نہین گرتا کوئی پتا مگر آنکہ اللہ تعالی اسکو جانتا ہو ف۔ یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتین و جنبش کو جانتا ہو۔ اور من ورقۃ مین من زائدہ براے استغراق ہو۔ وَلَا حَبَّةٍ عطف ہو ورقۃ پر۔ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ

اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا۔ انہ من عمل منکم سوءً بجہالۃ ۔ بسبب نادانی کے عرفان جلال و جمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ ۔ اپنے نفس سے او تعالےٰ عزوجل کی طرف رجوع کرلایا ۔ واصلح ۔ قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت و نفس سے پاک کیا ۔ فانہ غفور رحیم ۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت ہستی سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہو تو اول ہی نور عظمت و جلال کبریائی مین فنا ہو جاوین ۔ بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے کہ تو سلام فرما اور حق تعالے بلا واسطہ مومنون پر سلام فرماتا ہے ۔ ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واللہ اللہ تعالی خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمین واسطہ ہین ۔ و اسطی رح نے قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ ۔ کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالے ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اسکی رحمت کو پہونچے ہون اور اسی کی رحمت ہی سے جو فضل و انعام از انجملہ جنت ہے ۔ بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین پایا ہے ۔ اور خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جا سکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤنگا کہ اللہ تعالے مجھکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا ۔ اور ابن عطاء رح نے کہا کہ جسنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اسکی جہالت سے ہے اور جسنے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالے کی رحمت کے ساتھ علم و معرفت سے ہے ۔ اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم ۔ مین کہا کہ تو پہلے انکی قدر و منزلت ظاہر کرنے کو انپر سلام کردے قبل اسکے کہ تجھکو سلام کرین ۔ قال المترجم ۔ یہ حکم نفس آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہوا کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیش قدمی کرتے مگر آنکہ مومن ہی پیش قدمی کر جاوین ۔ بعض نے فرمایا کہ جسپر ازل مین رحمت ہو چکی اب دنیا مین اور آئندہ اسپر رحمت رہیگی ۔ ابو عثمان نے کہا کہ او تعالے نے خالص بندون کے حق مین انکے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال مین تجلی کیے ہوئے ہے پس ابتدائے رحمت و انتہائے رحمت سے سزاوار سلام ہین ۔ یعنی جو لغزش و گناہ درمیان مین ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گونہ عذاب سے بہرحال آخر اثر رحمت و سلام ہے

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ
تو کہہ مجھکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہہ مین نہین چلتا تمہاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ
تو تو مین بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا تو کہہ مجھکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور

كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ
تمنے اسکو جھٹلایا ہے میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ
اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہہ اگر میرے پاس ہو جسکی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ
کام میرے اور تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہین بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیان ہین غیب کی

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا

انکو نہین جانتا اُسکے سواے اور وہ جانتا ہی جو جنگل اور دریا مین اور نہین جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝

نہین جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیرون مین اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہین کھلی کتاب مین

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ اے تعبدون **مِنْ دُونِ اللّٰهِ** کہدے کہ سواے اللہ تعالیٰ کے جنکو تم نے معبود جانا ہی مین ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہون ف یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اسمین دلالت ہی کہ دعا عبادت ہی پس سواے خداے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہین اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہی جو کفر ہی چنانچہ فرمایا۔ **قُلْ لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ** کہدے مین نہین پیروی کرونگا تمہارے کفریہ خواہشون کی ف ان چیزون کے عبادت کرنے مین۔ **قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا** مین ایسی صورت مین گمراہ ہوا ف یعنی اگر تمہاری خواہشون کی پیروی کرون یا ان چیزون کی عبادت کرون۔ **وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ** اور راہ یافتہ لوگون مین نہ رہا ف حاصل آنکہ تم اس سے مایوس رہو کہ مین تمہارے گڑھے ہوئے معبودون کی پرستش کرون پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہی کہ مجھکو اسپر ثبات و استمرار ہی اور اہل تحقیق نحوی و بیانی علماء کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف لغرض پسندیدہ جائز ہی بلکہ مستحسن ہی۔ **قُلْ إِنِّي عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّي** کہدے مین اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہون ف تفسیر بینہ مین بعض نے کہا کہ بینۃ بمعنی ثقہ ہی یعنے وثوق پر ہون قالہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہی جو مفید یقین ہی یعنے ایسے برہان واضح پر ہون جس سے یقین توحید حاصل ہی اور معنی مین دونون قول متحد ہین اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینۃ اے بیان۔ اور وہ بمعنی وضوح و ظہور ہی پس شاید کہ وجہ یہ ہی کہ برہان و دلیل کے مقابلہ مین تکذیب نہین آتی اور شاید بمعنی بصیرت ہو یعنی مین اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہون تم لوگون کی طرح ہواے نفسانی و شک مین نہین ہون **وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ** حالانکہ تم نے رب عزوجل کو جھٹلایا ہی ف معنی یہ ہین کہ تو کہدے کہ مین یقین پر ہون اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہی کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب ثواب نہین مانتے ہو۔ **مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهٖ** جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہین ہی ف یعنی مین تو اللہ تعالے کی طرف سے ڈر سنانے والا ہون اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہین ہون۔ یہ بھی مشرکون کی جہالت تھی اور قولہ تعالے ولنذیقنہم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر سے ثابت ہی کہ عذاب اکبر تو آخر مین بحسب مشیت و تقدیر ہی اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہی چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقًا یہان مراد ہی خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو۔ اور آیت مین حضرت باری تعالے عزوجل کی تفرید ہی کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی مین دم مارنے کی مجال نہین جو چاہتا ہی وہی ہوتا ہی۔ **إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ** نہین حکم کسی کا سواے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہی۔ **يَقُصُّ** القضاء **الْحَقَّ** وہی فیصلہ کرتا ہی حق فیصلہ ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ بہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہی۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِينَ** اور وہی بہتر حاکمین ہی ف اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قراءۃ مین یقص بتشدید صاد

کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے انکو ان دونون وقتون مین سکون ہوتا ہی پس اس سے انکے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہی چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اُسی استغراق کی طرف جو حضوری ہی پھیرے جاوین - تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ - فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہی کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر نفس مین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہی کیونکہ وہان ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہی جسکے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہی تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہی وہ ذات جسنے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سواے اسکے کہ اسکی معرفت سے عاجزی بیان کیجاوے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہی اسنے کہا یہی کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے - پھر اوتعالے سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہی اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہی جنمین تشابہ ہی اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہی اور نور وجہ کریم سے عاشقون ومشتاقون ومحبون کے واسطے تجلی فرماتا ہی اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہی اسکے طی مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہی اور یہ اعلی مرتبہ ہی اور جو اولیاء کہ مرتبہ عشق مین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ مین ایسے ہین جیسے سمندر مین چند قطرات ہوتے ہین - قال المترجم اداب واذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہی اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسی وقت کہ قوت ربوبیت - بقرب نوافل حاصل ہونے کے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہی اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص بیان گویا محال ہی - اور اللہ تعالے سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ - کیونکہ اسم اللہ - عین الکل وعین الجمع ہی اور نیز انکو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا - اور وجہ اوتعالی پاک ہی اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اسکے خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہی اور اسم پاک کے تحت مین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہی پس مراد وجہ سے عین الکل ہی یعنی اسکی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شئی ہالک الا وجہہ - کے معنی یہ کہ سواے اسکے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا - ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام - یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہینگی - اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہی پس جب یہ بات ہی تو یہ لوگ جنکا آیت مین ذکر ہی یریدون وجہہ سے وہ جمیع ذات وصفات کو بوصف محبت وشوق چاہتے وارادہ کرتے تھے - پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اوتعالی انکو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ انکے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہی کہ اوتعالے نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہی - بیان مرید کا کہ ارادت کیونکر ہی پس ابو یعقوب نہرجوری رح سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہی فرمایا کہ اُسکی صفت وہ ہی جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین ذکر فرمائی - بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم - یعنے ہمیشہ یاد مین رہین اور خالص اللہ تعالے کے واسطے عبادت کرین ایسے مریدون کے حق مین مشائخ کو چاہیے کہ انپر مہربانی رکھین اور جو لغزش انسے سرزد ہو اسکو عفو کرین - بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربہم - اللہ تعالے ہی کے اوپر اعتماد کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز انکو مشغول نہین کرتی ہی کوئی روکنے والا نہین روکتا ہر حال مین اسکی خدمت کے دروازہ پر بندگی

سے قائم ہین اور ہردم زیادہ برکت کے منتظر ہین۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہان ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح وشام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہین یعنی ہر وقت یاد مین بدون فتور ہین اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت انکو حضور ہی تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا مین کبھی مشغول نہین۔ کما قال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی یعنی تجارت وغیرہ امور معاش وکسب حلال بجالاتے ہین مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمین ایک اور لطیفہ ہی کہ انکو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح وشام کا ذکر کیا تاکہ جواز وکفایت انمین احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجملہ راحت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہی تاکہ ارادہ محبت مین جل نہ جاوین اور ارادت کی تیزی سے فانی نہو جاوین۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہوگئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبی کی طلب بلکہ فقط مولی کی یاد رہگئی تو جب وہ لوگ اسطرح اللہ تعالے کے واسطے تجرید وتفرید مین ہوے تو اللہ تعالے نے آنکی پرداخت مین خود کلام فرمایا۔ یعنی مت مطرود کر الی آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض۔ فقیر خالص جب اللہ تعالے کے احسان سے منور بنور جلال ومعرفت وہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہی کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہی اور ایک عالم اس پیار سے اسکے پاس آتا ہی اور آیات الٰہی اسپر جاری ہوتے ہین پس کرامات وآیات کا اس سے ظہور ہوتا ہی لیکن دنیا کے مغرور ومتکبر ومکار اُس سے جلتے ہین کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ آنکی بدی وبرائی کرتے ہین تاکہ لوگون کو انکی طرف سے اپنی طرف پھیر لاوین چنانچہ ان پاک بندون سے مغرورون نے ٹھٹھول ومذاق کیا جیسا کہ او تعالی نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہین۔ اہولاء من اللہ من بیننا۔ یعنے ہم ایسے اور ایسے ہین اور یہ کیا چیز ہین پس اللہ تعالی نے انکو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالے نے جو انعام معرفت ودرجات کا انپر کیا اسکے شکر مین وہ اپنی جان ومال کو اخلاص سے فدا کرتے ہین وہ اللہ تعالے کو خوب معلوم ہی اور جو لوگ انکے دشمن اور اللہ تعالے کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہین انکو بھی او تعالے خوب جانتا ہی۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین چند نکات ہین از انجملہ آنکہ فقیر کا فتنہ یہ ہی کہ غنی سے اسکو طمع ہو۔ اور فتنہ تونگر کا یہ ہی کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالی ہی کہ بعض کو بعض سے مشتغل کیا تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہو اور قولہ تعالے الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندون کو جو راہ حق مین اپنے نفس کی طرف اور غیر حق کی طرف ایک دم نہین دیکھتے ہین۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا دار یا غنی کی طرف سے قصور کرکے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہی اسکو ادا نہ کرے یا دیوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال مین اللہ تعالے کی طرف راجع ہون۔ قولہ تعالی واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم۔ مقام وسیلہ مین آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام مشاہدہ ہوتا تو قولہ سلام قولا من رب رحیم ہی۔ غور سے دیکھ کہ کیونکر گنہگارون کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انکو اللہ تعالے کا سلام پہونچاوین کیونکہ انھون نے میدان قہر مین امتحان کی مشقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ مین رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے انکو سلام پہونچایا اور خود انکی مواسات کی۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ ازل مین انکو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ انسے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہی اور معصیت اسکی طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہی پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ انکو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اسکو واجب کرتی ہی کہ ان بندون کو انکے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت کبری ہی پہونچاوے

اور مجھکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہی - قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی - جو حکم ہو اسی کا عامل ہون - قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر جو میری طرف نظر سے اندھا ہی اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا ہی دونون برابر نہین ہو سکتے تمکو کچھ غور و فکر نہین ہی اور اسمین مصطفٰے علیہ السلام کا وصف کمال ہی کہ علین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ بھی نہ تھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہی کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہی کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ - بالجملہ جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کی مانند نہین مگر بقاء قدم سے انانیت کا وجود نہین ہی - بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہی جسکو راہ ہدایت نہ سوجھے اور بینا وہ ہی جو خالق عز وجل کی سنت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین - قولہ وانذر بہ الذین یخافون الخ اسکی معرفت کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہی اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچاتی ہی اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہی اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہی پس یہ تو ممکن نہین کہ حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا ہو اور یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہی کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کوئی مطالعہ کی مجال نہین رکھتی اور یہ فضل ہی کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب و خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انخلیت کو کارآمد ہی جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کرکے مطرود نہ کیے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے واصل نہین ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہی خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہی کیونکہ تنزیہ کی انتہا نہین اگر تمام مخلوقون کو بعد اقرب ہونے کے مردود کر دے تو پاک بے پروا ہی اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی محاسبہ سے پاک نہونگے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑتی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع - اگر مین انکو اپنی درگاہ سے روکون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا - قولہ لعلہم یتقون - اپنے نفس سے پاک ہون باین طور کہ میری یاد و ذکر سے انکو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین - شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو خوف ہوتا ہی اس چیز سے جو انکو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبادات سے ظاہر ہوتی ہی اور یہ خوف انکو مشغول کر لیتا ہی جس سے وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ اسلئے لذت اٹھاتے اور ثنا پر اعتماد کرتے ہین - اور اسکا اشارہ ظاہر ہی قولہ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم الایہ سے - ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ انکو خوف ہی کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم توجیہ اشارہ یہ ہی کہ آیت مین فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہین کہ محشور ہون اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہین ہی اور ظاہر ہی کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیہ سے کوئی شفاعت نہین کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص اکابر بندگان حق عزوجل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق مین سفارش کرینگے پس ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہین ہی اسی واسطے دعائے اذان مین آخر مین کہتے ہین کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہمکو روزی کر دے - شیخ ابو عبد الرحمن رح نے فرمایا کہ مین نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہین ہین اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جنکے وصف مین اللہ تعالی نے فرمایا وانذر بہ الذین یخافون الایہ - اور فرمایا

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ مین کہا کہ جسکو بادشاہت نے قطع کر دیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہین ہی اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عز و جل کی طرف راہ پاتا ہی اور قولہ لعلہم یتقون۔ کے اشارہ مین کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کرین کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بنا دین۔ اور کہا گیا کہ خوف یہان علم ہی اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی خوف کرتا ہی جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل مین لپٹے ہوے غافل ہین وہ خوف نہین کرتے ہین۔ قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی۔ نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد اسمین ولایت کی تخصیص ہی اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالے کی قبولیت ہی ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہی کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہین ہی اور جیسے اوتعالے کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہین ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہین اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہی۔ اور جسطرح اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفے رسول کر لیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپ کے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت مین کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شئی وما من حسابک علیہم من شئی۔ جیسے ازل مین آنحضرت صلعم کے حق مین سبقت اختصاص بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ انکو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنین آنحضرت صلعم کے قدمون کے نیچے رکھین اور اگر یہ عنایت ازلی نہوتی تو ان لوگون کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا۔ لیکن فضل فقط اللہ تعالی کے قبضہ قدرت مین ہی جسکو چاہتا ہی دیدیتا ہی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کما قال تعالے ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین۔ اور جب مومنون کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انکی مراعات رکھین اور انکے حال و تربیت کی رعایت کرین اور انکے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ۔ اسے مت منع کر ان لوگون کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودون ناکارون کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری مشیت پر ہی اور تو نہین یہ کرسکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ دارون مین سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہی دیتا ہی از انجملہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و حذیفہ و مقداد وغیرہ کے ہین جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالی کے شوق جمال اور شوق لقاء مین اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہین اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ۔ کے ہین۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہوکر ظہور نور روز ہوتا ہی اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہی اور وہان ظہور تجلی قدرت و جلال عظمت ہی اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہی جسمین دعا قبول ہوتی ہی۔ اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال مین فنا ہونے کی حالت سے دعاء کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہی کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ و ظہور برکت ہی اور دعاء سے زیادت محبت و شوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہین۔ اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہی تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت و کبریاء مین فناء ہی اور ہر نفس عارف مین ایک حال ایسا اور شب وصال ہی۔ گویا ہر دم مین وہ لوگ لقاء و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد انکی یہ تھی کہ وجہ ذو الجلال والاکرام مین فنا ہوجاوین۔ اور نیز ان دونون وقتون مین دعاء

ان لوگون کو جھڑکی دیتے ہو نہ ہمکو پس نازل ہوا ولا تطرد الذین یدعون ربہم الایۃ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین ورواہ ابن حبان فی صحیحہ۔ معلوم ہوتا ہو کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالے عزوجل نے آنحضرت صلعم کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرماوین اور ان پاک غریبون کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم ہوون اور حضرت صلعم کو مخدوم سمجھین فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح رہے کہ حدیث عائشہ رض مین صحیح ہوا کہ ہمکو حکم ہو کہ ہر آدمی کو اسکے درجہ پر رکھین اور معنی یہ ہین کہ شرع مین جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہو ویسا ہی اسکا اکرام کرین اور اس زمانہ مین لوگون نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری تکریم وتعظیم سبب دنیا کے لحاظ سے ہو۔ جیسے خادمون کے دلون مین مخدومون کی اور اولیاء ونیک بندون کی تعظیم مین بعضے تو افراط کرتے ہین اور بعضے تفریط کرتے ہین اور یہ سب باتین مشعر ہین کہ نور ایمان سے بے خبر ہین اللہ تعالے ادب وصلاحیت وتوفیق عطا فرماوے اور واضح رہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہو اول مین غریبون کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آخر زمانہ مین پھر غریبون ہی مین رہجاویگا لہذا غریب مسلمانون کو مبارکباد ہو اور غریب وہ ہین جو فساد وبگاڑ کے وقت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون چنانچہ حدیث مین خود تفسیر آئی ہو۔ واضح ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبون کو پاس نہ بٹھلاوین جیسے ہمارے زمانہ مین مغرور مالدارون کو یہ عار ہو کہ غریب قومون و پیشہ ورون کے برابر کھڑے ہوکر مسجد مین نماز نہ پڑھین اور نہ وعظ سنین حالانکہ حدیث صحیح مین ہو کہ جسکے دل مین رائی برابر غرور وتکبر ہوگا وہ جنت مین نہ جائیگا۔ علماء نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ بدون دوزخ مین خواری وعذاب پائے ہوئے جنت مین داخل نہوگا بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہو پس یہ فتنہ ہو اس سے بچو اور تمام عظمت وکبریائی فقط جناب باری تعالے ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اور یون ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ مین ڈالا ہو ف۔ یعنی جیسے یہان یہ لوگ مبتلا ہوے ایسے ہم نے امتحان مین ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے انکو ذلیل قوم کہلانے والون سے اور جنکو تونگر کیا انکو فقیر لوگون سے مقابلہ کرکے امتحان کیا اسطرح ہم نے گرے قوم کہلانے والون اور فقیرون کو ایمان لانے کی ہدایت مین مقدم کر دیا۔ لِّيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَا تاکہ کہین کہ کیا یہی کمینہ ہین کہ ہمارے بیچ مین سے اللہ تعالے نے انھین پر احسان کیا ہو ف۔ یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہین وہ کفر وانکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و رذیل وہ ہین جنپر اللہ تعالے نے ہمارے درمیان مین سے احسان کیا بایں طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہو انکو ہدایت دیدے اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جنکو یہ فقیر و رذیل لوگ پاگئے ہین اگر عمدہ بات وہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگون کو سبقت نہوتی یعنے ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ مین انکی رائے کچھ نہین ہو پہلے ہم اسکو اختیار کرتے حالانکہ یہ نہین جانتے کہ ایمان وہدایت کچھ دنیا کے تکبر وغرور نہین ہین اور اللہ تعالے نے ان جاہلون بیوقوفون کو رد کردیا بقولہ۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ یعنی کیا یہ بات نہین ہو کہ اللہ تعالے خوب جانتا ہو اُن بندون کو جو شکر گزاری کرنے والے ہین ف۔ پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہان اللہ تعالے جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم وخبیر ہو اسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے چھوڑ دیا ونعوذ باللہ من الکبر والضلال ونسالہ الہدایۃ وہو العلی المتعال۔ حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالی تمہاری صورتون ورنگ کو نہین دیکھتا ہو ولیکن تمہارے دلون کو اور تمہارے کامون کو دیکھتا ہو۔ رواہ مسلم۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ رح سے

مرسل روایت کی کہ عتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ ومطعم بن عدی وحارث بن نوفل وقرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کافرون کے ساتھ ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگون کو جو ہمارے آزاد کیے ہوئے اور ہمسے قسم سے عہد وپیمان باندھے ہوئے ہین دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کیے ہوائے ہین تو البتہ ہمارے دلون مین وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق واتباع کرین پس ابو طالب نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ ایسا کرتے دیکھین تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہین اور اپنے قول مین کہ حضرت جا سکتے ہین تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال وعمار بن یاسر وسالم مولی حذیفہ وصبیح مولاے اسید اور حلفاء مین سے ابن مسعود ومقداد بن عمرو ومسعود وواقد بن عبد اللہ وعمرو بن عبد عمرو اور ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفاء تھے پھر قریش کے بڈھے کافرون وموالی وحلفاء کے حق مین نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ۔ پھر جب یہ آیت اُتری تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہین ہماری آیات پر۔ فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ تو کہدیے اُنسے کہ اللہ تعالی کا سلام ہی تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور انکو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اللہ تعالی نے اپنی ذات پر رحمت کو مقرر کر لیا ہی اور وہ یہ ہی کہ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ بفتح انہ بدل از رحمت ہی اور ایک قراۃ مین اِنہ بالکسر ہی یعنی شان یہ ہی المعنی جسنے تم مین سے کوئی بُری بات کی بسبب آنکہ اسوقت اسکو جانتا نہ تھا۔ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر رجوع کیا اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے۔ وَاَصْلَحَ اور نیک کام کیے فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو اللہ تعالے اسکے واسطے غفور رحیم ہی ف ایک قراءہ مین فانہ بفتح ان ہی یعنی تو اسکے واسطے مغفرت الٰہی ہی یعنی وہ مغفور ومعاف ہی۔ الجہالۃ بفتح اول قراءۃ مشہورہ ہی۔ اور بعض سلف نے اس آیت کریمہ کی تفسیر مین کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی وہ جاہل ہی اور عکرمہ رح نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہی اور ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمین ہی کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما۔ وَكَذٰلِكَ ایسے کما بیناہ ما ذکر کذلک۔ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کردیا ایسے ہی ہم مفصل بیان کرتے ہین آیات کو ف یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جاوے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ اور تاکہ کھل جاوے راہ مجرمون کی ف جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تستبین کے اول تاء فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہی بنا بر آنکہ مونث معنوی ہی اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین لیستبین بیاء تحتانیہ ہی بنا بر آنکہ سبیل مذکر ہی اور دونون طرح مستعمل ہی اور نافع کے قراءۃ مین لتستبین بالتاء الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہی پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہی بمعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف فی العرائس قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تنزیہ نبوت ہی کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا۔ قولہ ولا اعلم الغیب۔ اسمین اظہار تواضع ہی کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف وافضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت وجبروت کے سامنے یونہی خشوع وخضوع مین ہین۔ قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔

نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو اکرام کرکے اسپر وحی بھیجی اور اسکو اس استعداد سے سرفراز کیا اسنے وحی لیکر بندون کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہان سے جو بعض لوگون نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہین تو یہ محض بے بنیاد بات ہی اس آیت سے یہ کچھ بھی نہین نکلتا ہی بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے کہ مین فرشتہ نہین ہون اس سے یہ مطلب نہین کہ مین ایسا بزرگ نہین ہون جیسے فرشتہ ہوتا ہی بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہی کہ اے مشرکو تم جو مجھسے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کامون کے کرنے کی استعداد فرشتون مین رکھی گئی ہی تو مین فرشتہ نہین جو ایسے کام کرون پس اسمین ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہین ہی ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بن جاتے ہین اور پھر ہوا کے مانند نظر نہین آتے تو آدمی سے افضل ہو جاوین جو ایسا نہین کر سکتا ہی فافہم۔ اور مترجم رحمہ نے پارۂ اول مین فی الجملہ بیان کر دیا ہی اور زیادہ اسکی حاجت نہین کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ در واقع انبیاءؑ افضل ہین ملائکہؑ سے کیونکہ دین مین اسکا کوئی فائدہ متعلق نہین ہی پس اس بحث مین پڑنا بیفائدہ ہی۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہی۔ وَالْبَصِيرُ یعنی مومن۔ اور یہ استفہام انکاری ہی یعنی کہدے کہ بھلا کہین اندھا اور بینا برابر ہوتے ہین دونون یکسان نہین۔ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ کیا تم اسمین فکر و غور نہین کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وَأَنذِرْ بِهِ ڈر سنا دے اس قرآن سے ف اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہین جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہووے۔ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ان لوگون کو جو خوف کرتے ہین کہ محشور کیے جاوین اپنے پروردگار کی طرف ایسے حال مین کہ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ نہین انکے لیے سوائے اللہ تعالے کے وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ کوئی ولی جو انکی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ انکی شفاعت کرے۔ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ تاکہ تقوی کرین ف یعنی اس ڈر سنانے سے انکے حق مین امید کر کہ وہ اللہ تعالے سے تقوی کر لین باین طور کہ جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہو جاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین۔ مفسر رحمہ نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون۔ حاصل آنکہ ابتدائے حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال زمانۂ جاہلیت سے نفوس کو مشق ہو گئی تھی تو دل مین ایمان آجانے کے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب و مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور انکو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقوی ہین پس انکو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے تقوی کرین اور اس صورت مین یخافون کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کرکے خوفناک ہین۔ پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہی لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار انکو نافع ہی بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ انکو واقعات حشر سے کچھ خوف نہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہونگے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہی کہ یہ اعلام عام ہی یعنے آپ کا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہی جو ادنی فہم سے سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تم انکو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جاوے بقولہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر محافظت۔ قال ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد رح سے ہی کہ مراد نماز صبح اور عصر ہی شاید بقرینہ قولہ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ کیونکہ غداۃ طلوع

فجر سے ہی اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان رح سے مروی ہی کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہین۔ اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد آلہی کو شامل ہی باوجود انکے ضعف و محتاجی کے محض اتقاء و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہانکو ان بندون کو جو اپنے رب عز و جل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ اسی کی وجہ پاک کو چاہتے ہین ف۔ یعنی اس عبادت و دعاء سے مراد انکی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہی یعنی خالص اسی کے واسطے بندگی بجالاتے ہین اور تمام مراد انکی رضاء آلہی ہی اور دنیا اور اسکے متاع کی پروا نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین انکو اپنے پاس سے دور مت رکھ بلکہ اپنا خاص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا۔ یعنی روک رکھ اپنے نفس کو ان بندون کے ساتھ ہی جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہمنے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہی اور اسکا کام تفریط ہی۔ قال المفسر رح۔ یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے انکے حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ انکو اپنی مجلس سے دور رکھیں تاکہ خود مشرکین آپکے ساتھ بیٹھیں اور حضرت صلعم نے ان مشرکون کے مسلمان ہوجانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنے کے وقت مین انکو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کردینا لازم ہی لہٰذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہین تو ایسا کردیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص و اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکون کی خاطر کے واسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کردیا کہ انکو مت طرد کر۔ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ تجھپر انکے حساب مین سے کچھ بھی نہین ہی ف۔ اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ انکے باطن مین پسندیدگی نہین ہی۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تیرے حساب مین سے بھی انپر کچھ نہین ہی۔ فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو انکو مطرود کرسکے۔ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ سو تو ظالمین سے ہوجاوے۔ ف۔ اگر ایسا کرے۔ وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپکے پاس صہیب و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکور نے انمین طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم مین سے ان لوگون سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہین کہ جنپر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ مین سے اور ہم انھین کے پیچھے ہوجاوین تم انکو دور کرو تو شاید ہم تمہاری پیروی کرین پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین۔ رواہ ابن جریر و احمد اور روایت احمد مین اختصار ہی اور روایت ابن جریر مین نزول آیت ولا تطرد الذین یدعون الآیۃ۔ مذکور ہی۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت خباب رض مین اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونون کے مسلمان ہونے کے انھین صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہی اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورۃ مکیہ ہی اور یہ دونون ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے۔ پھر شیخ رح نے کہا کہ سفیان ثوری رح نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے حق مین نازل ہوئے جنمین ابن مسعود رض بھی ہین کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین سبقت کرتے اور آپسے قریب ہوکر آپ کا ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والون نے کہا کہ تم

پس وہ صدی تیت ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہی اور کہین شرع مین کسی حدیث وآیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہی لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالیٰ دانا تر ہی کہ کب آویگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہوچکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہی کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جنسے گمان ہوتا ہی کہ وہ بھی جلد ظاہر ہوجاوین اور تحقیقی علم فقط اللہ عزوجل کو ہی۔ اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہی اور اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے غائب نہین تاکہ وہ اُسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہی اور تفصیل یہ ہی کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہی کوئی زیادہ جانتا ہی کوئی کم جانتا ہی حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہی حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ وبہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ وبہشت وغیرہ جنکو آپ نے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہوچکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہی تو وہ اس سے غیب دان نہین ہوگیا جیسے عوام کا حال ہی کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلا دی جو عوام کی نظر سے مخفی ہی تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہی جو اللہ تعالیٰ اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوئین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام کو دیدار نصیب ہو اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اسکو باپ کی آنکھون پر جاکر ڈالو انکی آنکھین روشن ہوجاوینگی تو سیکڑون کوس کے فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک مین پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کردیا اسمین سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا ؎ کسے پرسید ازان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭ زمصرش بوے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭ بگفت احوال ما برق جہان ست ٭ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ٭ مترجم کہ یہ گفتگو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگون نے افراط وتفریط کرنی شروع کردی ہی اور بدتر جہالت یہ ہی کہ لٹھے جوگی اور گوشائین اور رنڈے فقیرون سے جنکو نماز وروزہ کیسا ایمان سے بھی نصیب نہین ہی اُنسے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو انکو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہی کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رنڈے جوگی مین ہی وہی اسکے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہی اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہوا در خاتمہ بخیر نہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہی کہ اصل مین یہ کیا بات ہی جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہوکر اپنے کو خراب کرتے ہین تو واضح رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یون ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتون سے بعضی بات چوری سے سُن بھاگتا ہی اور وہ بات درحقیقت سچی ہوتی ہی پس وہ جوگی یا گوشائین یا رنڈے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہی اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے ہین کہ ایسا ہوگا پھر جہان وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اُسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہی جو سُن بھاگا اور سیکڑا پھر باتین جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہین اسمین کوئی سچی پڑ جاتی ہی اور کوئی جھوٹی۔ پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ سے یہان ایک بھید بقدر ضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہی کہ مجاہدہ وریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہین خواہ وہ حق طور پر یعنی شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگی وغیرہ

ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہی تو روح حیوانی جو اس جسم کے متعلق ہی وہ کھل جاتی ہی اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکون کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہی اور یہ کچھ ایمان و کرامت و کمال نہین ہی بلکہ ایک عمل ہی جسے کہ انگریزون مین مسمریزم کا عمل مشہور سا ہی پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتین اور لوگون کی نظر سے پوشیدہ باتین بتا دیتے ہین لیکن عوام کو اللہ تعالے ہدایت فرماوے کہ یہ جانورون کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر معتقد ہو جاتے ہین حالانکہ یہ فقط استدراج ہی جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہین ہی بلکہ بزرگان دین اسکو بہت برا جانتے ہین کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہی اور روح قدسی کے مخالف ہی اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنی منزل مقام لاہوت کی منزلون مین سے ہی گذر جاتے ہین تاکہ لاہوت کی طرف توجہ ہو جاوے اور سوائے حق تعالے کے دنیاوی خیال مین نہ پڑ جاوین اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہ پانی پتی نے رسالۂ تصوف مین اور دیگر بزرگون نے مصرح بیان کر دی ہی اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا مین اڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان گمراہ استدراج والون کی نقل کر دی ہین تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کرین اور اللہ تعالے توفیق دینے والا ہی اور اسی کی ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہین اور اسکی توحید نہو تو کچھ ایمان نہین ہی- اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالے جزائے خیر دیوے کہ قولہ تعالے اعلم الغیب- کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالے عزوجل نے اپنے بندۂ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ مین غیب کو نہین جانتا یعنی جہان تک سب مجھے مشاہدہ ہی وہ تو معلوم ہی پھر جو مجھ سے غائب ہی اگر وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو مین جانتا ہون اگرچہ آسمانون و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہین گیا تو وہ مین نہین جانتا ہون اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث مین جسمین آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالے کو خواب مین دیکھا ہی مذکور ہی کہ فعلمت ما فی السموات وما فی الارض- یعنی پھر جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے آیت وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیہ- اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل مین نقل کیا اور بعد کلام طویل کے مسند احمد رح سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہی اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ مین حسن صحیح لکھا ہی اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہی اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتون سے باز رہین اور راہ راست سے تجاوز نکرین واللہ الموفق- حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکون سے کہ مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہی ہین تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ مین تمہین دیدون حالانکہ جو کوئی دنیا کے لیے ایمان لایا وہ خود خوار ہی اور مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے یا مشاہدہ سے غائب ہی اور مجھے وحی بھی اسکی بابت نہین کی گئی اسکو مین جانتا ہون **وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ** اور یہ بھی مین تم سے نہین کہتا کہ مین فرشتون مین سے کوئی فرشتہ ہون ف جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالے اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح مین مجبور مطیع ہون اور عالم کی خدمت پر مامور ہون کہ آسمانون کو چڑھتا اترتا ہون **اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ** تمکو مین نہین آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھپر نازل کی گئی ف یعنی مین تو فقط تمکو وحی سے آگاہ کرنے والا ہون- کذا فی المدارک- بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتین مین نہ کرون مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کرون یا مکہ کو چوڑا نہ کر دون یا اسمین نہرین و چشمہ نہ جاری کرون یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤن اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤن جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی مین کیون فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتون کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہی اسلیے کہ رسالت تو اسیقدر ہی کہ اللہ تعالے ۴

ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضاے الٰہی کی خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انداز کرنے والے کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہو۔ پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہی کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو۔ فَمَنْ اٰمَنَ پھر جو ایمان لے آیا۔ وَاَصْلَحَ اور اصلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن اعمال و اخلاق کی اصلاح کے موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ تو پھر انکو نہ کوئی خوف ہی اور نہ کچھ غم ہی ف بعد موت کے دائمی راحت ہی۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہی پس يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ انکو عذاب جا لگیگا بسبب انکے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ بالجملہ رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُنسے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ تو تمپر ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہی لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالے کا احسان ہی کہ رسول بھیجدے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلائے یہ احسان بہت بڑا ہی عجب ہی کہ کھلی نصیحتین و تنبیہ ہوا اور پھر منھ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالے عز و جل پاک بے پروا ہی مانو ورنہ اپنے آپ کو کھوا۔ کذا فی العرائس شیخ ترمذی یعنے حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالے نے تمھاری سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کرلیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلون سے معرفت نیست کردی تو بھلا کوئی شخص ہی کہ ان ابواب مین سے کوئی دروازہ کھول دے سوائے اسی پاک پروردگار ذو الجلال و الاکرام کے۔ کلّا ہرگز کوئی نہین ہی بلکہ وہی پاک تعالے فضل سے ابتدا مین نعمت دیتا ہی اور وہی انتہا مین فضل سے اسکو تمام کردیتا ہی۔ قولہ فمن آمن و اصلح الآیہ۔ جسنے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کے ساتھ ہر دم اپنے قلب کو درگاہ الٰہی مین پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اسکی یاد و تعریف سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر محجوب و منقطع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہین ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کرکے بیان کیا کہ جسنے ظاہر کو شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی احکام سے خالص کیا انکو کچھ خوف و ملال نہین ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم۔ پھر اللہ تعالے نے کافرون کے مکابرات و بیہودہ خواہشون کا دروازہ بند کردیا کہ اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یون کہدے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ
تو کہہ مین نہین کہتا تمسے کہ مجھ پاس ہین خزانے اللہ کے نہ مین جانون غیب کی بات اور نہ مین کہون تم سے کہ مین

مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ
فرشتہ ہون۔ اسی پر چلتا ہون جو مجھکو حکم آتا ہی۔ تو کہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا۔ کیا تم دھیان نہین کرتے

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کردیجے اس قرآن سے جنکو ڈر ہی کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس انکا کوئی نہین اُسکے سواے

وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہین اور نہ ہانک انکو جو پکارتے ہین اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہین اسکا منہ تجھ پر نہین انکے حساب مین سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور نہ تیرے حساب مین سے انپر ہی کچھ کہ تو انکو ہانک دے پھر ہووے بے انصافون مین
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہمنے آزمایا ہر ایک کو ایک سے کہ کہین کیا یہی لوگ ہین جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب
بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
مین کیا اللہ کو معلوم نہین ہی حق ماننے والے اور جب آوین تیرے پاس
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
ہماری آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہی تم پر لکھی ہی تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی کہ جو کوئی
عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اسکے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یون ہی کہ وہ ہی بخشنے والا مہربان
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝
اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

ماوردی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ انکو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات انسے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالے کے خزائن نہین کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ مین تمسے یہ نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالے کے خزانے ہین ف۔ یعنی اللہ تعالے کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہی۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہی خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہی بمعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہی اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لیے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہی واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف۔ اسے ما غاب عنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھسے غائب ہی اور مجھپر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا۔ اور اجماع ہی کہ عالم الغیب والشہادۃ۔ علی الاطلاق سوائے حق تعالے جل جلالہ کے کوئی نہین اور جب کہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہی کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہی اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہی کہ قیامت کے آنے کے وقت کو جاننے سے آپ نے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہی کہ تیرہ صدی یا

پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق سے رجوع کرکے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین اوتعالے کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب و مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی مکار علماء و صوفیہ کا حال ہے۔ بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ اوتعالے نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ قال الجریری نیک بخت بندے تو ابتدا سے اللہ تعالے ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ قال الجنید رح۔ جو حق تعالے کو یاد کرے و پکارے تو اسی سے اسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ قال المترجم یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہے فتذکر۔ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے قولہ فاخذناہم بالباساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالے نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تذکر کرنے کو پھیرا ورنہ محبت ال ایک دم غافل نہین ہے۔ اوتعالے جس قوم کو حفظ مین لیتا ہے انکو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف گرد گردا تا رکھتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہون۔ اور نیز جو مرید کہ ذکر کے مزے مین پڑتے ہین انکو مضر قرآن و ملاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ سب راہین انکی روکی گئین کہ اسکی طرف رجوع لاوین۔ قولہ فلما نسوا ما ذکروا بہ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیئے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتی کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس انپر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب رسوخ پیدا کرتے ہین اور آخر مین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین۔ یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے ہین کیونکہ انھون نے طریقہ ہدایت و توحید و اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی نصرت و ابتداء اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پروا نہوئی تو اوتعالے نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ
تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھین اور مہر کر دے تمہارے دل کون

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝
وہ رب ہے اللہ کے سوا جو تمکو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہیں بائین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا
تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تمپر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہوگا مگر

الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ
وہی لوگ جو گنہگار رہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے ان پر نہ وہ غم کھاوین

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین انکو ملیگا عذاب اسپر کہ بیحکمی کرتے تھے

قُلْ - اہل مکہ سے کہدے اَرَءَيْتُمْ اخبرونی - بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اللہ تعالی تمہاری سنوائی لے لے ف یعنی تمکو بہرا کردے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کردے یا خود کان نابید کردے - وَاَبْصَارَكُمْ اور تمہاری بینائی لے لے وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلون پر مہر کردے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ تو بھلا اللہ تعالے کے سواے وہ کون آلہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالے نے چھین لین یعنی تمہارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لادے یعنی تمکو پھیر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہوا کہ وہ تندرست ہوجاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عزوجل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تمپر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عزوجل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو - پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرماکر ہر ایماندار کو تعجب دلایا اور جنکی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے انکو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ نہین - الْاٰيٰتِ یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ تصرف یعنی مکرر طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین انکو دیتے ہین - ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر وے انکو دلالات سے اعراض کرتے ف کہ ایمان نہین لاتے ہین - قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتادو کہ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً لیلا او نہارا - اگر تمپر اللہ کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف بغتۃ یعنی اچانک سے مراد رات کو سوتے مین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے مین - بقرینہ قولہ تعالی بیاتاً او نہارا ماذا یستعجل الآیۃ - اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی مین ہے کہ بغتۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونے کے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرۃ بعد ظہور مقدمات عذاب کے بالجملہ اگر اسطرح تمپر عذاب آجاوے تو بتاؤ کون مرے - هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اگر اسطرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک ہوگا سواے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انھین سے اس امر کی خبر مانگی یعنے متقرر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت ظاہر و کھلی بات ہے - اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری باتون سے منع نہ کرینگے تو امید رکھین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنے والون کو بھی عموماً اللہ تعالے عذاب مین پکڑے تو اسمین منع نہ کرنے والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہوجاتے ہین اور قیامت مین اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جاوینگے تو مراد اوس سے یہ ہے کہ وہ وقت ان نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس انکا ہلاک ہونا انکے حق مین رحمت ہے اور بدکارون پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا پس اگر ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جسنے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی موت وہی مرینگے جو ظالم ہین - پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے بنا

مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہی اور وہی انکا رسول و نبی ہوتا ہی اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام ہی یہان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہی و استدلال اس قول کا ماسبق سے واضح ہی فافہم- قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شئی یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت و معرفت ربوبیت کے ہی وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کردی- کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار و مشاہدہ نہین جسکا طریقہ ہم نے بیان نکیا ہو- کلام حضرت باری تعالی اسکی صفت خاصہ ہی جسنے جمیع صفات کا عرفان اور صفات سے ذات کا عرفان بوضوح بیان کردیا- اس سے اوتعالے نے اگلون و پچھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا- بعض نے فرمایا کہ نہین چھوڑا ہم نے کتاب مین کسی مخلوق کا ذکر- ولیکن کتاب مین اسکے ذکر کو دیکھتا نہین کوئی شخص سوائے ان بندون کے جنکو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہی- قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وبکم فی الظلمات- اسمین اللہ تعالے نے ان لوگون کا ذکر کیا جنکو غیب سے انکے دلون پر الہام حق ہوتا ہی مگر وہ اسکے مقابلہ مین اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہین اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہین کیونکہ انکو حق و باطل مین تمیز نہین ہی اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینٹھر انکے کانون مین بھرے ہین کہ مقام شہود مین انھون نے اپنے کانون کو اللہ تعالے کی طرف نہین لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ انکے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہین آیا اور سبب اسکا یہ ہی کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشون کے اندھیرے مین ٹاپ رہے ہین اور حاصل آنکہ جس شخص نے خاطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالی کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بروقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیاء انپر ہوا پس اسنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھون کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اوتعالے کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالے کے ملکوت کو مشاہدہ نکرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیون و شیطان کافر کی گمراہیون مین پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالی کو یاد کرے اور اسکی معرفت مین پہونچے- بعض نے کہا کہ اوتعالے نے اپنے خالص بندون پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نجانا اور اندھے بہرے انوار و خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتون مین پڑے رہے- قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہی مقبول بندون پر قبول کی اور مردود بندون پر دور کردینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی و خشم و غضب کی- موافق اسکے ازل مین سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہی- پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ مین صادق نہو اسکو حق تعالے ظلمات قہر مین گمراہ کردیتا ہی اور یہ غیرت وصل ہی تاکہ جو اللہ تعالے کی محبت مین صادق نہین ہی اسکو وصول نہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت مین صادق تھا اور اسنے دنیا مین اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہین توڑا اور تعظیم اسکو نہین ہوئی اگرچہ مقام التباس مین خواب غفلت مین چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہوگیا اور ہادی خیر کی متابعت کرلی تو حق تعالے خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہی اور معرفت و طاعت مین اسکو مستقیم کردیتا ہی پھر عقول روحانی کے واسطے طریق مستقیم یون حاصل ہوتا ہی کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہی- اور قلوب کے واسطے محبت کے ساتھ صفات کی راہین ہین اور معرفت کے ساتھ روحون کے لیے ذات کی طرف راہین ہین- قال المترجم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جابجا تصریح کردی ہی کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہی نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہی کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہی کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہی جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہی مثلاً جنت کا علم جہان تک

ف۔ یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے انپر خوب فراخ کردی اور یہ درحقیقت انکے حق مین استدراج تھا کہ خوار کرنے کو انکی رسی ڈھیلی کردی **حَتّٰٓی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا**۔ یہان تک کہ جب اترائے اُس چیز پر جو دیے گئے ف۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزین انکو دین ولیکن وہ جہالت سے اپنے بداعمال و بداعتقاد و بت وغیرہ شرک سے سمجھے۔ **اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً** تب اچانک ہم نے انکو عذاب مین گرفتار کرلیا۔ **فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ** پس ناگہان وہ ہر بھلائی سے مایوس ہوگئے۔ **فَقُطِعَ دَابِرُ** اسکے آخر **الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا** پس کاٹ دی گئی دابر۔ اے آخر اس قوم کے جسنے ظلم کیا ف۔ یعنی جڑ سے نیست کردیے گئے اور رسول و مومنون کو نجات و فتح ملی۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** علی نصر الرسل وہلاک الکافرین۔ یعنی حمد ہی اللہ تعالیٰ کے واسطے ف۔ اس بات پر کہ رسولون کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کیے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کردیا۔ قال الوالبی عن ابن عباس رض مبلس بمعنی ناامید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری رح جسپر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ مین فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین اور جسپر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہی وہ مجھے دیکھتا ہی کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہین سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہین پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہی رب الکعبہ کی کہ مکر مین ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے انکو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ **قال المترجم** اسمین حکمت عجیب ہی کہ سختی و مصیبت مین خالق و معبود عزوجل کو یاد نہ کیا اور فراخی مین بھی نہ یاد کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا مین انکو بھر دیا اور شہوات جن سے دوزخ محفوف ہی انھون نے جلد طی کرلین پس استدراج و کفر مین اور شرک و بداعتقادی مین خوب قدم جمالیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ **قال قتادہ رح**۔ اس قوم نے امر آلہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب مین گرفتار کیا اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے مین پکڑا پس اے لوگو کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہی جو بےخوف ہوا وہ کافر اور جو ناامید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہی **قال الزہری رح**۔ قولہ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہی دیتا ہی تو یہ استدراج ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہی تو انکے واسطے بدکاریون کا دروازہ کھول دیتا ہی مع شہوات کے یہان تک کہ جب دیے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ انکو ماخوذ کرلیتا ہی پس اچانک وہ مایوس ہوجاتے ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم والامام احمد وغیرہ ف۔ عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہی پس غایت دلایا کہ دعوی معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اسکی عظمت و جلال مین فنا ہی پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہی اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت

فرمایا کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائیگا۔ رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم مین وہ مضمون موجود ہی جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا۔ اور عبد الرزاق نے ابو ہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب و بہائم و پرندو ہر شے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اس دن اللہ تعالے عز و جل کا انصاف یہان تک پہونچیگا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا۔ یعنے اے کاش مین مٹی ہو جاتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث الصور مین یہی بات مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہی۔ و فی المدارک۔ جب اللہ عز و جل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہی تب پھر فرمایا **وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا** اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو۔ **صُمٌّ**۔ وہ بہرے ہین **ف** آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین۔ **وَبُكْمٌ**۔ حق بات بولنے سے گونگے ہین **ف** یعنی اللہ تعالے کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہین دیتے ہین۔ **فِي الظُّلُمَاتِ** یعنی کفر کی تاریکیون مین انکا یہ حال ہی کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے انکو کچھ نہین سوجھتا ہی اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالے کی مشیت ہی۔ **مَن يَشَإِ اللَّهُ** اضلالہ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو گمراہ کر دینا **يُضْلِلْهُ** اسکو گمراہ کر دیتا ہی یعنے مشیت ازلی مین جسکے حق مین گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہی۔ **وَمَن يَشَأْ** ہدایتہ۔ اور جسکی ہدایت چاہتا ہی **يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ**۔ اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہی **ف** وہی قادر مختار ہی جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اسپر کوئی اعتراض نہین ہی۔ اور اسمین صریح دلیل ہی کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالے ہی اور جسکو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہی وہی قادر مختار ہی۔ وقد قال تعالے فی مثال الکفار فی سورۃ النور او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا و من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہی کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہی پھر اسپر موج ہی اسپر سحاب ہی تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالے نے جسکے لیے نور نہین کیا اسکے لیے کچھ نور نہین ہی۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالے اسکی تفسیر مین آوینگے **ف** فی العرائس قولہ تعالے وما من دابۃ فی الارض و لا طائر الایۃ۔ اللہ تعالے نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت پر پیدا کیا ہی اور انکو معرفت و ایمان و ایقان کے واسطے حکم و خطاب ہی اور ان جانورون کے واسطے انکے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار عقل ہین جو اسکی درگاہ ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور انسے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت انکی مقصور اسی صورت پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہی اور انکو بے عقل سمجھتا ہی۔ **قال المترجم** حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہی کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہی کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہی کہ شاید یہی روز قیامت ہو۔ **قال الشیخ** اور ان جانورون کی زندگی اور حرکت و اڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہی اور انکی یہ آوازین اور یہ خوش الحانیان اور چیخ و بے تابانہ حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہی جو انکو عالم ملکوت سے پہونچتی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہی اور انکو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالے کی طرف ذوق و شوق ہی اور مین نے سنا کہ سمنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا انکے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ داب دی

اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی۔ اقول ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندہ و حشرات الارض سے مروی ہین اور عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف و مشہور ہی اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور دارمی وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و ہر کنکر و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہی اور گریۂ ستون حنانہ معروف و مشہور ہی۔ (م) اور کیون نہین کہ خود اوتعالے جل جلالہ نے فرمایا۔ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ یعنی تمہاری مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اسکی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہی۔ **قال المترجم** بتحقیق ثابت ہوا کہ انمین بھی مطیع و عاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کے پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی و جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہی لیکن یہ واضح رہے کہ انکی استعداد معرفت کی ایسی نہین جو جن کو حاصل ہی تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہی اسکے برابر کہان سے ہوگی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہی کہ انکی خلقت عالم ملک و شہادت سے ہی جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہین لیکن انکی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہی۔ وقد قال تعالی ولقد کرمنا بنی آدم الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض علماء رح نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلی و اکمل ثابت کیا ہی پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر یطیر بجناحیہ۔ ہین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کے واسطے لازم ہین اور جنکی نسبت حدیث مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہاء معرفت پر پہونچاتی ہی۔ مانند توکل و رضاء۔ اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کائن من دابۃ لاتحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم الآیۃ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اٹھاتے نہین یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالے انکو اور تمکو رزق دیتا ہی۔ یعنے وہ توکل و رضاء مین ثابت قدم ہین۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازو سے خوف و امید۔ اور فناء و بقاء۔ اور ایمان و تقوی۔ اور نعمت و بلاء۔ اور ہمت و صفاء اور عبودیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ ہین ان بازوؤن سے انکو ہرب و طرب اور شوق و طلب مین پرواز ہی۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہی کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہی اور جبلیت روحانیہ و حیوانیہ سے انکی انشاء ہی اور کھانے پینے اور حرکت و جماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص و غضب و نعمتون کے ساتھ پھوہڑپن کرنے مین مساوی ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہی جس سے پیدا ہوئے ہین یعنے زمین سے پیدا ہوے اور زمین مین مرکر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے۔ تفسیر ظاہر کے امامون مین سے حضرت عطاء رح کا قول ہی کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت مین تمہارے مثل ہین اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمہارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہی سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہین اور ہر ایک کے واسطے خطاب الٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہی اور آدمیون کی معرفت کے واسطے انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہی اور حیوانات دیگر مانند چرندہ و پرندہ وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہی کہ انکو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل ہی کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہی۔ **قال المترجم**۔ قول قوی وحید یہ ہی کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الٰہی ان

وَقَالُوْا اور کہا کفار مکہ بت پرستون نے کہ **لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ** کیون نہین اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف یعنی مانند ناقۂ صالح علیہ السلام وعصائے موسیٰ ع ومائدہ عیسیٰ ع کے ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت وجانور وسنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی۔ بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نمانین اور تعنت سے ایسی آیتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ۔ **قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً** یعنی کہدے ان ہٹ دھرمون سے کہ اللہ تعالےٰ قادر ہی اس بات پر کہ اُتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کر دے اسکی قدرت بہت بڑی ہی۔ بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی آیت مراد ہی جو خواہ مخواہ انکو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت مین امتحان بتکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا۔ اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوینگے جبکہ انکے حق مین کفر مقدر ہی تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت الٰہی سے اس امت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہی۔ **وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** لیکن انمین سے بہیترے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہی کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہونگے جیساکہ طریقہ الٰہی جاری ہوچکا اور قوم صالح ع بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ مین نافرمانی کرنے والے ہلاک ہوئے اور واضح رہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کے واسطے تھی پس انکی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا۔ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت وعناد سے عام عذاب نہوگا لہذا انکی جہالت پر تنصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیة۔ مین ابن کثیر رح نے ینزل از انزال پڑھا اور باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہی۔ اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہی کہ ایک امت کے انکار سے عام امتین ہلاک ہون اسپر آگے کے کلام مین اشارہ ہی۔ **وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ** مِن زائدہ ہی بغرض شمول واستغراق کے۔ اور دابّہ مذکر ومونث دونون پر بولا جاتا ہی اور وہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو۔ **فِي الْاَرْضِ** تعلق بدابۃ ہی دراصل دابّۃ از دب یدب ہی اور فی الارض بطریق توضیح ہی جیسے قولہ **وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ** جناح بازو پس طائر اُڑتا ہی اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہی اور یہ دفع وہم ہی کہ شاید مجازاً آدمی تصور کرین کیونکہ عرب طیران کو جلدی وسرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طر یا ہذا فی حاجتی فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنے جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ سے دفع کر دیا کہ مجاز مراد نہین ہی۔ معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہی اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہی **اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ** مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل امتین ہین ف اور مثل ہونا اس بات مین کہ انکی پیدائش ورزق وحالات بھی مقدر ہین جیسے تمھارے مقدر ہین۔ عن مجاہد رح ہر صنف وقسم جدا جدا نام سے ہی۔ عن قتادہ پرند ایک امت ہی اور انسان ایک امت اور جن ایک امت ہی۔ عن السدی تمھارے مثل مخلوق ہین۔ عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہی جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون کو مار ڈالتا ہی اور سور حریص ونجس کھاتا ہی اور کتا خود بخود بھونکتا ہی اور مانند اسکے پرندون مین ہین۔ وقیل غیر ذلک۔ اور حدیث مین ہی کہ اگر کتا منجملہ امتون کے ایک امت نہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر انمین سے ایک رنگ کالے کو مار ڈالو۔ کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام امتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا۔ اور اب تو معلوم ہوا کہ امت اسلامیہ صدہا کرور ہوئی۔ چہ عام عذاب ان ازلی

کافرون کے وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا۔ امام رازی رح نے کبیر مین واحدی رح سے نقل کیا جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک یہ جانور چرند و پرند دریائی خشکی کے اصناف امم مین اور ہر ایک کے واسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہی اور بعض سے نقل کیا کہ انمین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی کوئی امت نہین مگر آنکہ انمین ڈر سنانے والا گذرا ہی اور یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی امت ہین پس ثابت ہوا کہ انمین بھی پیغمبر ہوے ہین اور قولہ ان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہی اور احادیث بھی کثرت سے ہین۔ اور قولہ سخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر۔ اور دیگر آیات واحادیث مین پتھرون وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمین زہر تھا آپ کو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہین ولیکن عوام اور بے معرفت لوگون کی سمجھ سے باہر ہی لہذا تاویل کرنا چاہیے۔ اور حدیث خمس فواسق یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام مین اور مقام حرم مین پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہوتا اوپر مذکور ہو چکا۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہی اور تفسیر قولہ تعالے وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت مین ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کر دیا ہی رجوع کرنا چاہیے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمین مماثلت ہی عموماً لینا چاہیے۔ **مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ** من زائدہ بغرض تاکید استغراق ہی اسنے ما ترکنا فی اللوح المحفوظ شیئاً ہم نے لوح محفوظ مین کوئی بات چھوڑی نہین **ف** یعنی سب مذکور ہی اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز مذکور ہی لیکن علم و معرفت سے سب حاصل ہوتا ہی وقد قال تعالے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ ہم نے تجھپر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہی۔ اور علماء نے کہا کہ سب مذکور ہی لیکن معرفت وفہم پر اسکا ظہور ہی چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپ کی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ درجہ بیان کو کہتے ہین پس ہر ایک کے واسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے نہایت ہین۔ **ثُمَّ اِلٰی رَبِّہِمْ یُحْشَرُوْنَ** پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کیے جاوینگے **ف** بعض نے کہا کہ ضمیر عقلاء و بنی آدم کی دلالت کرتی ہی کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہی اور بیچ مین جملہ معترضہ ہی اور نیز محشور ہونا دواب و بہائم و جمادات کا اسلیئے نہین کہ وہ خطاب و ثواب و عقاب کی فہم نہین رکھتے اور مکلف نہین ہین۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہی یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب۔ سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلاء اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ شامل ہونے کے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے۔ **قال المفسر** رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا۔ پھر انمین فیصلہ و انصاف کر دیا جائیگا اور سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اسنے زیادتی کی ہی پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمین حضرت ابو ہریرہ رض و ابو ذر رض بھی ہین مروی ہوا۔ اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مر جاوین۔ اور قول اول اصح ہی کیونکہ امام احمد نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابو ذر تو جانتا ہی کہ یہ کس بات مین لڑتی ہین۔ مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالے جانتا ہی اور قیامت مین دونون کے درمیان انصاف فرماویگا۔ اور عبد الرزاق نے اسکو ابو ذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیون لڑتی ہین الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت مین اسقدر زیادہ ہی کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال مین چھوڑا کہ کوئی اڑنے والی چڑیا بھی ہی اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمان رض سے ہی کہ آنحضرت صلعم نے

اندھیری رات مین اوران کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہے کہ مین انکو پکڑکر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھپر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ عز وجل نے آپ کو ایک حکمت واشارہ تعلیم فرمایا جسکا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہے کہ فرمایا۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ یعنی تیری پکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین۔ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ اور مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالےٰ قبرون سے اٹھاویگا۔ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ پھر اللہ تعالےٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف وہ انکو انکی بدکاریون کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنے ہر ایک کو اسکے لائق بدلا دیگا پس زندون یعنے مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہے کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اٹھاویگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین۔ اسمین دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی۔ مین ابن عباس رض سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ ایمان لاوین اور ہدایت پر ہو جاوین پس حق تعالےٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالی کی طرف سے ذکر اول مین (یعنے اصل مین لوح محفوظ مین) سعادت سابق ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ۔ بعثت بجوامع الکلم وانا افصح العرب والعجم۔ یعنے مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع واشارات وحقائق اور وجوہ متعددہ وامور متنوعہ ظاہر ہو جاتے ہین۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالےٰ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ اور یہی تحقیق ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین وحقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے مگر کلام بیان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہے پس آپ کمال اعلی نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا کرسکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین الٰہی تھے بخلاف وحی جلی یعنے قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع ومعجز بتعلیم الٰہی عز وجل تھی اسلیے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قراءات مختلفہ وہ خود مختلف نزول ہین اور اسی واسطے جن قراءات سے احکام مختلف نکلتے ہین انکو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہے اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون قرآن واسکے ساتھ اسکے مثل۔ یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپ کو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین الٰہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاء لا یملک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے بے اختیار بہت روتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپ کا سینہ مبارک مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنے ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورہ والطور پڑھی گویا میرا قلب اڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ انکی ثنا وصفت فہم الخطاب تھوڑے سے بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہے کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفان رض سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور بہت بعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہے کہ

تمام وکمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف وتصنع وتقشع وتزہد نہیں تھا بلکہ انکشاف خاص تھا - اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام وانواع مختلف آیات پر مختلف ہوں تو نہیں دیکھتا کہ ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم - پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہو گئی - اور یہ بات اور دن کو حاصل نہ تھی پس انکو بعض میں بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ انکو پڑھا تا لیے جاتا تھا اور چونکہ فہم اصل ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا فہم تیزی کرنے والوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے انکو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہے اسواسطے کہ وہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران ودیدۂ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب - پس یہی نظر آتا ہے کہ یہود ونصاری مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ ڈھونڈھتے اور ٹٹولتے ہیں اور بہت سے ملحد لنگے پیچھے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید وتقوی واسرار سنت سے نیچے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالاید المتین ووفقنا وانت ارحم الراحمین - اہل معرفت وعلماء جو محض ظاہر پر طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس سے کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ ومعرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے - ابن عطاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالے نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب وقبولیت ہیں اور قولہ والموتی یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں - **قال المترجم** آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف میں صحیح ہوا کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونوں جن وانسان پر پردۂ امتحان ہے اگر یہ سنتے ودیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے -

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ
اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ
اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
نشانی ولیکن اُن بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی ہلتا نہیں زمین میں نہ جانور ہے کہ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ
اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک امت ہے تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر
اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ط
اپنے رب کی طرف اکٹھے ہونگے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں
مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ط وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ٣٩
جسکو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جسکو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین سب نے عہد کیا کہ آئندہ ایسا نکرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جوانان قریش یہ بات سنینگے اور جانینگے تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر انکو اکٹھا کر دیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمد سے سُنا اسمین تیری کیا راے ہے اسنے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے انکو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ اُنسے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ انکے معنی و مراد نہین پہچانتا ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اسکے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا راے ہے اسنے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہمنے اور بنو عبد مناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس انھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہمنے بھی کھانا دیا اور انھون نے بار اٹھایا ہمنے بار اُٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جسکے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا۔ پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کی کہ جب بدر کے لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمد تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین زیادہ احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرلیں اگر وہ نبی ہے تو آج اس سے قتال نہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے بُرائی کو دور رکھا۔ تم ابھی جلدی مت کرو ذرا مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کرون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا بلکہ وہ ابوجہل سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوا اسے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری ارے محمد تو واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنو قصی تمام اچھی باتین لواء و سقایت و خانہ کعبہ کے دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائیگا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک بھی آنحضرت صلعم کو جھوٹا نہین جانتے تھے لیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنے قولہ وبدا لہم ما کانوا یخفون من قبل۔ کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اور البتہ تجھسے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف یہ جملہ موکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو انکی امت نے جھٹلایا۔ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا پس ان رسولون نے بھی انکے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَاُوْذُوْا اور انکے ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب و ایذا پر صبر کرتے رہے۔ حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا یہان تک کہ انکو ہماری نصرت پہنچے ف کہ قوم موذی ہلاک و زیر ہوئی۔ پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجھکو غلبہ ہو وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اور اللہ تعالی کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدۂ فتح و نصرت جو پیغمبران مومنین کے واسطے عموماً موعود ہے اسکا مبدل کوئی نہین ہے۔ کما قال تعالے ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کے لیے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور رہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین۔ اور فرمایا۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز۔ اللہ تعالے نے لکھ دیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہونگے۔ ھ۔ پس اسمین خبر غیب و وعدہ فتح

ونصرت ہی- **وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ** اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہی ف یعنی اخبار انبیاء وغیرہ تجھکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر ومنصور ہوئے پس وہی سنت الٰہی جاری ہی تجھکو صبر واطمینان رکھنا چاہیئے- اور مِن تبعیضیہ ہی کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح ونصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کے واسطے کافی ہی کہ عموم نصرت مراد ہی فافہم- **وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ** آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک ومحزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین انکو دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا ووسیع ہوجاوے اور کوہ صفا سونے کا ہوجاوے بالجملہ عناد وہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے اُنپر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز وجل نے فرمایا وان کان کبر علیک اعراضہم- اگر تجھپر انکا منھ موڑنا گران گذرتا ہی پس- **فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ** اگر استطاعت ہی تجھکو کہ سرداب زمین مین ڈھونڈھے ف تاکہ تحت الثری کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو مانگین **اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ** یا سیڑھی کہ آسمان مین لگاوے- **فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ** پھر انکے پاس معجزہ وآیت لاوے ف جسکو مانگتے ہین تو ایسا کر- اس سے تعلیق بمحال مقصود ہی اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین ازراہ عادت ووقوع کے محال ہین اور اسیقدر کفایت ہی- حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی واعراض واقع ہوا یہ سابقہ علم ازلی ہی کہ انمین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہی اور وہ ضرور ہونے والا ہی اور آنحضرت صلعم کی استطاعت وقدرت مین اسکی اصلاح ممکن نہین ہی بدون ارادہ الٰہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہی تو کر- اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے امکان مین نہین ہی پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر الٰہی پر ثابت صابر ہو کیونکہ حکمت الٰہی اس سے برتر ہی کہ بندہ اسکو ادراک کرسکے- اور اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہی کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب مسلمان ہوجاوینگے یا نہونگے ولیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہونگے اور بدون وحی وغیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کرسکتا کہ چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب کے سب تابع نہونگے- پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن امت والون کو بھی اسپر عمل واجب ہی کہ کافرون کے کفر پر اور انکے جمے واڑے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرین اور غم نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت الٰہی ہی کہ سب کے سب مسلمان نہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کرسکتی ہی اور یہ نہوگا جب تک کہ اللہ تعالے کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہو اسی واسطے فرمایا **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى** اگر اللہ تعالے چاہتا کہ انکو ہدایت پر جمع کرے ف تو وہ سب بات پر قادر ہی ولیکن اسنے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت ومصلحت ہی اور وہی خوب دانا وحکمت والا ہی- **فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ** سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف کیونکہ کافرون کے انکار واعراض پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہوجاوین یہ جاہلون کی شان ہی اور آنحضرت صلعم کو اوتعالے نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز وجل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آگ سے بچ جاوین اور اس جہالت وظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہی تاکہ آپ اس غم ورنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے ہین کہ آپ نے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی

بعث وحشر واسپر مبنی دیگر گناہ ایسے شدید ہونگے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہوسکتے ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہی جو اُٹھائے ہونگے۔ یا جو دنیا مین اپنے اوپر لاد رہے ہین۔ قتادہ رض نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباس رض نے کہا کہ بئس الحمل حملوا۔ یعنی بری لادی کہ انھون نے لادا ہی۔ پھر اللہ تعالے نے ان مشرکون کو فہمائش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الا حیوتنا الدنیا۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ یعنی نہین ہی اشتغال اس حیات دنیا مین۔ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ مگر لہو ولعب ف یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہوا کہ یہی کچھ خیر ہی تو اسکا شغل فقط لہو ولعب ہی جسکا کچھ اعتبار نہین ہی بلکہ وہ باطل وبے بنیاد ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو ولعب ہی تو نماز روزہ بیکار رہیگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہی۔ بلکہ جملہ طاعات ونیک کام سب امور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی وصلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کے لیے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہوکر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجھکو یاد الٰہی اور اسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اپنے مشغول کرے وہ لہو ہی۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ لام تاکید ہی اور مراد جنت ہی اور ابن عامر نے ولدار الاخرۃ۔ اضافت پڑھا اسے ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَیْرٌ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہی زندگانی دنیا سے۔ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ان بندون کے واسطے جو تقوی رکھتے ہین شرک وکفر سے یعنی موحد ومسلم ہین۔ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آوین وشرک چھوڑین۔ اور یہ بنا بر انکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قارئین کے قراءۃ کے ہی اور نافع وابن عامر نے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کے ساتھ غضب کو بھی مشعر ہی۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین انکی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى
اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہی بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ
جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی انکو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
اور تجکو پہونچ چکا ہی کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہی انکا تغافل کرنا

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ
تو اگر ہو سکے ڈھونڈ نکالنی کوئی سرنگ زمین مین یا کوئی سیڑھی آسمان مین پھر انکو لا دیوے

بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ
ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو نادانون مین

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝

نتے وہ ہین جو سنتے ہین اور مُردون کو اُٹھاوے گا اللہ پھر اُسکی طرف جاوینگے

نَعْلَمُ اسمین قد واسطے تحقیق کے ہی بمعنی قد علمنا۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گیی باین طور کہ ہمکو علم قدیم سے معلوم تھا اور اس وقت بھی معلوم ہی کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجھکو اسپر حزن و تاسف ہی۔ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ یعنی ہمکو معلوم ہی یہ بات کہ تجھکو حزن و ملال دیتی ہی وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف۔ یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہو جاوین وقد قال تعالیٰ لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مومنین۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بہذا الحدیث اسفا تاسف ۱۲۔ اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم۔ حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ انکا جھٹلانا تجھکو محزون کرتا ہی لیکن تو مت غم کھا۔ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ کیونکہ وہ تجھکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف۔ واضح ہو کہ لایکذبونک تشدید از تکذیب پڑھا گیا اور تخفیف بھی پڑھا گیا ہی اور مفسر رح نے معنی یہ بیان کیے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آیندہ جو تکذیب مذکور ہی وہ زبانی تکذیب ہی پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے۔ اور بعض تفاسیر مین ہی کہ قراءۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجھکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو کہتا ہی اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہی اور قراءۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجھکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہی کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا۔ یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا اور ابخلت فلانا مین نے اسکو بخیل پایا پس لایکذبونک تخفیف بمعنی آنکہ تجھکو کاذب نہین پاتے۔ حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کیطرف راجع نہین بلکہ جو پیغام الٰہی تو لایا ہی اسکی طرف راجع ہی۔ قال الشیخ ابن کثیر رح یعنی تجھکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہی کہ ابو جہل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجھکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہی اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ۔ اسکو حاکم رح نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہی بر شرط بخاری ومسلم۔ اور ابو یزید مدنی رح سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ابو جہل ملا اور اسنے آپسے مصافحہ کیا تو ایک مشرک نے اس سے کہا کہ مین تجھے یہ کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہی تو ابو جہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہی ولیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابو یزید رح نے یہ آیت پڑھی فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وے تجھکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین۔ اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ ابو جہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلعم کی قراءۃ سننے کو ابو جہل و ابو سفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چل دیے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اسنے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی۔

بھٹکے ہوئے نکرت مین سرگردان ہوے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت مین پہچانتے تو معارف مین پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری بھی معرفت ہے اور یہ مقام انکے سینون ہی مین تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیون کی شہرت مین بغیر اختیار کے بسبب ناداتی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہین ہے کہ جسکو غیبی کھٹکانے والا الہام الٰہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رضاے الٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص اسکو خود پہچان جاتا ہے اور سن لیتا ہے لیکن اپنے دل مین خفیہ سے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے جاہ و ضلالت مین زیادہ گرفتار ہونے سے تاب کر پردہ ظلمات مین ڈھانپے ہوتا ہے اسیقدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اسکے عین دل مین خفیہ رہتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہے اور چیونٹی سے زیادہ اسکی چال خفیہ ہے مگر باوجود اسکے وہ اپنے دل کی دل مین اسکو جانتا ضرور ہے تاہم اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پروا نہین کرتا ہے پس اللہ تعالے نے قیامت مین وہ اسرار خفیہ انکو عار دلانے اور نیز حجت الٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دیے ۔ بعض نے فرمایا کہ انکے علم کے قلب سے جو اسرار انہین خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا ۔ ابو العباس دینوری رحمہ نے کہا کہ مکار حمقی و رعنا یا زعالم بھی اسکے اشارہ مین شامل ہین کہ لوگون کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور باخدا دکھلاتے اور دل مین خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکا یہ فریب و مکر بھی اس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندون و سچے مومنون کے مقابلہ مین اپنے سچے ہونے کو ظاہر کرینگے ۔ قولہ ولو تری اذ وقفوا علی ربہم ط ۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ بیان سے وقوف قہری مراد ہے اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق مین کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ انکو نہایت ہی عجیب ہوتا ۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

خراب ہوئے جنہون نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہونچے ان پر قیامت بیخبر

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ

کہنے لگے اے افسوس کیا ہمنے قصور کیا اس مین اور وہ اٹھاتے ہین اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ

سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہین اور کچھ نہین دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا

وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے ڈر والون کو کیا تمکو سمجھ نہین

یہ وہی لوگ ہین جنکا ذکر اوپر ہوا اور انکا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث و حشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا ۔ اور وہ تجارت و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہے ۔ وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنے ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور اسمین دلالت ہے کہ قیامت مین دیدار باری تعالے مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور بعض مفسر رح نے کہا کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے ۔ قال تعالے ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ جن لوگون نے لقاے الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین

پڑے ف۔ اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہی لیکن انکے جھٹلانے کا ایک وقت محدود ہی کہ بعد اسکے انپر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یہان تک کہ جب انپر قیامت اچانک آجاویگی ف۔ یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس مضاف محذوف ہی اے مقدمات الساعة۔ حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہان تک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ قیامت ہی یا قیامت آگئی۔ قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا تو کہنے لگے کہ اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی ف حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہی اور بقول سیبویہ ایسی ندا مین مجازاً حسرت کو پکارا یعنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہی تو حاضر ہو۔ والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا۔ اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہی یا بجانب دنیا راجع ہی کیونکہ وہ محل تفریط ہی۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہی کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین ہوتا پس گویا وہ مذکور ہی۔ اور ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہی جو حکایۃً فی قولہ تعالے یا حسرتنا۔ مین مذکور ہی۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ والخطیب بسند صحیح۔ بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہونگے اور حال یہ ہوگا کہ وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ وے لوگ لادے ہونگے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر ف۔ باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت انکے یہ اعمال آوینگے انکے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بو مین پس انپر سوار ہو جاوینگے۔ اور یہ معنی جو مفسر رح نے ذکر کیے ہین بعض تابعین مثل ابو روق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا مسموع ہونگے۔ اور معنی مین کوئی تردد نہین ہی کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہی کہ اس بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہینگے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہونگے کہ دنیا مین تو ہمپر سوار تھا آج ہم تجھپر سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالے ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کے واسطے دنیا مین ایک ہیات ہی۔ اور کوئی شک نہین کہ دنیا و آخرت مین جہان بدلا ہوا ہی پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہی۔ اور حکماے یونان اسمین کوئی کلام نہین کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسپر انکی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ حجت پیش کی ہی کہ قیامت و دار آخرت مین نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور انکا وزن ہوگا اور اہل عقل و اہل علم اس امر مین اتفاق رکھتے ہین ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد و دجال ایسے ہین کہ عوام کو جنکی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہین پہونچی ہی بہکاتے ہین اور چونکہ خود بے بہرہ جاہل ہی انکار کرتا ہی اور سورہ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہی فتذکر۔ اور بعض علماء نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہی اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادلے۔ اور اسی سے وزیر ماخوذ ہی کیونکہ وہ بار امور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہی پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہونگے اور حاصل آنکہ انکے گناہ انکو لازم و چلپٹے رہینگے اسنے دور نہونگے اور تخصیص علی ظہورہم کے کنایہ کثرت و شدت سے ہی کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھا لیتا ہی پس انکے شرک و انکار

جب یہ کفار آگ پر کھڑے کیے جاوینگے ف۔ بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہی یعنے آگ کے اندر کھڑے کیے جاوینگے۔ اور مفسر رح نے کہا کہ اسے عرضوا علی النار۔ آگ کے سامنے پیش کیے جاوینگے۔ **فَقَالُوْا** بسبب خوف عذاب کے کہینگے **يٰلَيْتَنَا** اے کاش ف۔ ہماری تمنا ہے محال پوری ہوتی کہ۔ **نُرَدُّ** ہم دنیا مین پھیرے جاتے **وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ** اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتون کو نہ جھٹلاتے اور مومنون مین ہوجاتے ف۔ یعنی جب تو انکو آگ پر کھڑے ہوکر یہ حسرت بیان کرتی سُنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لا نکذب ونکون۔ مین تین قراۃ ہین اول دونون کا رفع اور دوم دونون کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہی۔ پس کسائی و اہل مدینہ نے دونون کو منصوب پڑھا باین طور کہ یہ جواب ہی تمنی کا اور واو کے بعد ان مقدر رہی۔ اور اکثر قراء کے نزدیک دونون کو رفع ہی پس یہ استیناف ہی اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ ونحن لا نکذب الخ۔ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثابت ہی خواہ پھیرے جاوین یا نہ پھیرے جاوین اور ابو عمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالے نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون۔ پس تمنی مین داخل نہین کیونکہ تمنی مین جو جملہ انشائیہ ہی تکذیب نہین ہوتی ہی۔ اور ابن عامر نے پہلے دونون فعلون یعنی نرد اور نکذب کو تمنی مین داخل کیا اور نکون کو نصب پڑھا۔ بالجملہ جواب لو کا محذوف ہی مانند لرایت امرا عظیما۔ کے یعنی لو ترٰی اذ وقفوا علی النار لرایت امرا عظیما ہائلا قطیعا۔ یعنی اگر تو دیکھتا کہ جب یہ لوگ قیامت مین دوزخ پر پیش کیے جاوینگے قطعًا تو دیکھتا انکے حال کو ایک امر عظیم ہولناک نہایت کریہ منظر۔ حاصل آنکہ اس حالت مین کہ ہولناک عذاب معائنہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا مین واپس بھیجے جاتے اور اب کبھی پروردگار کی آیتون کی تکذیب نہ کرینگے اور مومن ہونگے۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ **بَلْ** اضراب ہی ارادۂ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہی یعنے ارادہ ایمان نہین ہی بلکہ **بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ** ظاہر ہوگیا انپر جو پہلے چھپاتے تھے ف۔ کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہم تو واللہ مشرک نہین تھے باین طور کہ زبان بند ہوگئی اور انکے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ **قال ابن کثیر** رحمہ اللہ اور احتمال ہی کہ دنیا مین جو انبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے تھے بیباکی سے پروا نہین کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسی ع بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید مین ہی کہ موسی علیہ السلام نے اسکو کہا کہ۔ لقد علمت ما انزل ہولاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ۔ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کے لیے بھیجا ہی۔ ھ۔ اور اللہ تعالی نے فرعون و اسکی قوم کی خبر دی کہ۔ جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ۔ یعنی جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہی کہ مراد اس سے منافق ہون جو لوگون پر ایمان ظاہر کرتے اور دل مین کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہین ہوتا کہ آیت مکیہ ہی اور منافقین مدینہ مین تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہین بلکہ قیامت مین ہوگا تو ان درمیان مین خود منافق ہوچکے اور خود سورہ عنکبوت مین جو مکیہ ہی صاف فرمایا۔ ولیعلمن اللہ الذین امنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ۔ **قال المترجم** یہ توضیح ہی ولیکن یہان انفکاک نظم لازم آتا ہی جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہی ہان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین و قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہی بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاری بھی شامل ہین۔ **کما قال فی المدارک** کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جانکر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق مین اسی کے موافق صادق ہی کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہی کہ اس تمام مضمون کو کس حسن اسلوب سے

ایک آیت مین ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہین ہی- اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہی لہذا انکے حق مین ایک گونہ اظہار ہی کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے وقسم کھاتے تھے اور جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو انھون نے دنیا مین لوٹ جانے وعدم تکذیب کی تمنا کی پس اللہ عز وجل نے رد کردیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہین کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا تو یہ کلمہ نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال مین بندہ کی شان ہی بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہی لیکن کفار اسپر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت ہی ایسی ہی کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہین ہی اور رد کردیا اللہ تعالی نے بقولہ- وَلَوْ رُدُّوا اور اگر بالفرض وہ دنیا مین لوٹائے جاتے تو- لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ تبھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہوجاتے- وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہین ف اس دعوی مین کہ ہم ایمان لاوینگے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہی- عن قتادہ رح اگر اللہ تعالے انکو ایک دنیا مین پہونچا دیتا جو مثل دنیائے سابق کے ہوتی جسمین پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کیے گئے تھے- قال ابن عباس رض اللہ تعالے نے خبر دی کہ اگر پھیرے جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے- قیل فی قولہ انہم لکاذبون- اسے یہ صفت دروغ کی انکو لازم ہی کبھی اس سے جدا نہونگے کیونکہ ازل مین وحدانیت الٰہی وعدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا مین پیدا ہوکر منکر ہوگئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان سامنے ہوتا- وَقَالُوا یعنی منکرین بعث نے کہا- یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہین کہ قیامت کے واسطے مردے اٹھائے جاوینگے انھون نے کہا- إِنْ هِيَ ای ما الحیوۃ- نہین ہی یہ زندہ ہونا- إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ اور ہم مبعوث ہونے والے نہین ہین ف اور شیخ ابن کثیر رح نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا اے الی الدنیا لعادوا- اے الی الشرک ولقالوا العدم البعث- یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث وحشر کچھ نہین ہی اور یہی مدارک مین نسفی رح نے اختیار کیا ہی- وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ لرایت امرا عظیما- اور اگر تو دیکھے جب کہ پیش کیے جاوینگے مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ تو ایک امر عظیم دیکھے- قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ فرماویگا اللہ تعالے خاص خطاب سے نہین بلکہ ملائکہ کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالے کے حکم سے ملائکہ مشرکون سے کہینگے انکو ملامت کرنے وجھڑکنے کو کہ کیا نہین ہی یہ بعث وحساب جو تمنے آنکھون دیکھ لیا برحق واقعی- پس یہ استفہام توبیخی ہی اور مشرکین وکفار جو لوگ کہ روز حشر ومردے اٹھائے جانے سے منکر ہین وہ اس توبیخ کے جواب مین عرض کرینگے- قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا یعنی کہینگے کہ ہان برحق ہی قسم اپنے پروردگار کی- قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف یعنی دنیا مین جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمین تم نے کفر وانکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو ف فی العرائس قولہ تعالے بل بدالہم ما کانوا یخفون من قبل ط- مشرکون نے دنیا مین کفر وشرک کی قبیح حالت کو نہین پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید وایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان وتوحید فقط اتنی بات ہی کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو- اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہی جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کے سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عز وجل ہی کہ اس راہ پر نہین آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہین پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمین تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے

وہ مقہور بحکم تقدیر ہی اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہی اور حکمت اس تقدیر میں اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہی بندہ بے عقل بھلا اس تمام حکمت کو کیونکر محیط ہوسکتا ہی قرآن میں خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کے واسطے ہی کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لاسکے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے ؎ بین کہ موسیٰ با ہمہ نور و ہنر ✤ شد ازان محجوب تو بے پر مپر ✤ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابوجہل واسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہ لاوینگے حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ یہانتک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھسے جھگڑین ف۔ چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہی يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ جو کافر ہوے وہ کہتے ہین کہ نہیں یہ قرآن مگر اکاذیب اگلون کے ف۔ یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک واعاجیب کے جمع اُسطورہ کی بضم اول ہی۔ واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہی جسکا مفرد نہیں ہی مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہی۔ اور مفسر رح نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہی اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و ترہات ہین یعنی جھوٹی بے سر پیر کی باتین۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ اساطیر الاولین اسے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہی کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بے مثل بلیغ دیکھتے تھے اور عاجز ہو کر التزام دروغ بکتے تھے۔ اور آیت مین دلیل ہی کہ یعنے اگلون کے قصہ ہین۔ بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہین ف۔ لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہین۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہی یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہین۔ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ اور اس سے خود دور بھاگے پھرتے ہین ف۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنے لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہین و قولہ ینأون عنہ۔ یعنی چھوڑتے نہین کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے۔ اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرون کا قول ہی اور یہی اظہر ہی اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی۔ قول دوم جو مفسر رح نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ کہا گیا کہ ابوطالب کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال ابن کثیر رح اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہی۔ قال فی الکمالین مفسر رح نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیون ہوگا اور ضمیر جمع کی کچھ توجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لیے ہی تو وہ فقط ضمیر متکلم مین ہی پایا گیا ہی باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہین۔ قال المترجم جواب یون ممکن ہی کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکے موجب ہی کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع لی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہی خواہ باعتبار اسکے کہ ابوطالب واسکے شریک ملکر جمع ہوگئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیر رح نے نقل کیا ہی اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہیں کیونکہ

قصہ حضرت ابراہیم ؑ مین حضرت جبرئیل نے لفظ سارہ کو مخاطب کیا - کما فی قولہ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ اور نظائر اسکے اور بھی ہین اگرچہ بیان مقام تعظیم نہین ہی مگر آنکہ یون کہا جاوے کہ جمع باعتبار لقد وفعل کے ہی - کما فی قول امرا القیس ؏ قفا نبک من ذکری حبیب ومنزل - علاوہ برین حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ اسکا نزول ابو طالب کے حق مین ہوا جو مشرکون کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبد الرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ - وقد رواہ الحاکم موصولا وصححہ - اسی واسطے مفسر رح نے مابعد مین ہلاکت کو فقط ناسے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگون کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونون موجب ہلاکت ہین - وَاِنۡ يُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ حالانکہ یہ لوگ نہین ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف کیونکہ اسکا ضرر انھین پر پڑتا ہی کیونکہ کافر مشرک مرکر جہنم مین جاوینگے - وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ولیکن اسکا شعور نہین رکھتے ف باوجودیکہ کھلی بات ہی پس یہ لوگ جانورون سے بدتر ہین ف فی العرائس قولہ ومنہم من یستمع الیک الی قولہ لا یومنوا بہا - ان لوگون کے دل بسبب عوارض البشریۃ ونفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہین سمجھتے تھے اور انکے اسرار باطنی کے کانون مین ٹھینپٹھر تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھون پر غشاوت غرور وجہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہین کرسکتے تھے اور ابن عطاء رح نے کہا اسوجہ سے کہ انکے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہی - واسطی رح نے کہا کہ بعض انمین سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہین پس وہ اپنے نفس کی تاریکیون مین متردد پھرتا ہی اور جو کوئی انمین سے ہمارے نام کی قوت سے تجھسے سنتا ہی تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہی یعنی ایمان لاتا ہی -

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ فَقَالُوۡا يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا
اور کبھی تو دیکھے جس وقت انکو ٹھہرایا ہی آگ پر تو کہتے ہین اے کاشکے ہم پھر بھیجین اور ہم نہ جھٹلاوین اپنے رب کی آیتین
وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ بَلۡ بَدَا لَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَلَوۡ
اور رہین ایمان والون مین کوئی نہین بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر
رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ۝ وَقَالُوۡۤا اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا
پھر بھیجے تو پھر کرین وہی جو منع ہوا تھا انکو اور وہ جھوٹھے ہو سکتے ہین اور کہتے ہین ہمکو زندگی نہین مگر یہی
الدُّنۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ ۝ وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ
دنیا کی اور ہمکو پھر نہین اٹھنا اور کبھی تو دیکھے جسوقت انکو کھڑا کیا ہی آگے انکے رب کے سامنے فرمایا
اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا
اب یہ سچ نہین بولے کیون نہین قسم ہمارے رب کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا
كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ۝ ع ۳ ۱
اپنے کفر کا

وَلَوۡ تَرٰٓى اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو - اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ کر

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ
اور جسدن ہم جمع کرینگے ان سبکو پھر کہینگے شریک والون کو کہان ہین شریک تمہارے جنکا تم
تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝
دعوے کرتے تھے پھر نہ رہیگی انکی شرارت مگر یہی کہ کہینگے قسم اللہ کی اپنے رب کے ہم شریک نہ کرتے تھے
انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ
دیکھ تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے اور بعضے ان مین
يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِنْ
کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ڈالدئے انکے دلون پر پردے کہ اسکو نہ سمجھیں اور انکے کانون میں بوجھ اور اگر
يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّى إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا
دیکھیں ساری نشانیاں یقین نہ لاویں اس پر جب تک آویں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھ نہیں
إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ ۖ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝
مگر نقلین ہیں اگلون کی اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ذکر کردے جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون وکافرون کو سب کو۔ **ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا** پھر ہم مشرکون سے فرمادینگے ف۔ یعنی جو شرک مرے ہین۔ **أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ** تمہارے شرکاء کہان ہین جنکو تم زعم کرتے تھے ف۔ کردے شریک ہین اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمہارے شرکاء کہان ہین لاؤ جنکو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اس دن نکل جاوینگے۔ **ثُمَّ لَمْ تَكُنْ** بتاء فوقانیہ قراءۃ ابن کثیر و ابن عامر و عاصم و نافع ہے اور لم یکن بیاء تحتانیہ باقیون کی قراءۃ ہے۔ **فِتْنَتُهُمْ** بنصب اور برفع دونون قراءۃ ہین پس بیاء تحتیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا أن قالوا الخ ہے اور بتاء فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قوله أن قالوا ہے۔ **إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ** مین اکثر کی قراءۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراءۃ مین بنصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے۔ اور ان قالوا بتاویل مصدر اسے قوام ہے۔ اور تفسیر بنابر قول مفسر رح کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتهم الا قولهم واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ یعنی جب انسے شرکاء مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر انکی معذرت کچھ نہوگی سوائے اس قول اور دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے۔ یعنی ہم انکو شریک نہین بناتے تھے۔ فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطاء خراسانی وقتادہ وابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتهم اے حجتهم۔ حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھینگے وہ یہ دروغ ہوگا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ۔ ثم لم یکن قیلهم عند فتنتنا ایاهم اعتذارا عما سلف منهم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ۔ یعنی جبکہ ہم فتنہ مین ڈالینگے انکو تو انکی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہوگی سوائے اسکے کہ کہینگے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے۔ زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز

سے فتنہ مین پڑتا ہی پھر اسکو محنت ومشقت لاحق ہوتی ہی پھر بیزار ہوجاتا ہی تو اسکے حق مین کہا جاتا ہی کہ اسکا فتنہ کچھ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس انکے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا الخ - اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور نیز فرمایا ہی کہ لا یکتمون اللہ حدیثا - حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھینگے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنے اہل توحید پابند صوم وصلوۃ) کے تو آپس مین کہینگے کہ آؤ ہم بھی شرک سے منکر ہوجاوین تاکہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولینگے پس اللہ تعالے انکے منھون پر مہر کردیگا اور انکے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے پس اس حالت مین اللہ تعالے سے کوئی چیز نہین چھپا سکینگے - اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم مین نازل ہوا ہی - رواہ ابن ابی حاتم - پھر اللہ تعالے نے فرمایا - انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ چشم بصیرت وغور سے تامل کرکے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی - وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور غائب ہوگیا یعنی گم ہوگیا انسے وہ جو اللہ تعالے پر افترا باندھا کرتے تھے ف کہ غیرون کو اللہ تعالے عز وجل کا شریک بناتے تھے - بیضاوی نے کہا کہ شدت عذاب وہول قیامت سے دہشت وحیرت مین ہوکر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھاوینگے حالانکہ کچھ نفع نہوگا - اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کسقدر کجی سمائی ہی کہ جناب باری تعالے مین بھی جھوٹ سے باز نہ آوینگے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ وظاہر پر محیط ہی اور یہ جہالت ہی اگر توحید واسلام سے اور تعالے عز وجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی جیسے جہالت وگمراہی شرک وکفر وبدعت سب یہی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو - وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگاکر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین - مدارک مین ہی کہ روایت ہی کہ ابو سفیان وولید بن المغیرہ ونضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہی دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ کیا کہتا ہی وہ زبان ہلاتا ہی اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہی جیسے مین نے تمسے رستم واسفندیار کی داستان بیان کی ہین تو ابو سفیان نے کہا کہ مین تو واللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابو جہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہی تب یہ آیت نازل ہوئی - وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اکنہ جمع کنان - وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہوجاتا ہی یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہی اسی واسطے مفسر رحمہ نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطاء ہی بمعنی ڈھانپ لینے والی - اَنْ يَّفْقَهُوْهُ یعنی ہمنے انکے دلون پر اکنہ اسواسطے کردیے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین - اور نیز کردیا ہمنے - وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا انکے کانون مین وقر کو - یعنی کان مین بہراپن کردیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہین سنتے - حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب وپردے انکے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہین کرتے تھے - اور اسکا بھید یہ ہی کہ جب اسلئے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کردی گئی پس حق کو سننے وسمجھنے ودیکھنے سے بہرے واحمق واندھے ہین - وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا اور اگر ہر آیت دیکھ لینگے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف حتی کہ قیامت مین جب کہینگے کہ ہم دنیا مین پہنچائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرمادیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جاکر یہی کروگے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار کی

روداہ ابن مردویہ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہی جیسے کسریٰ و قیصر ہی۔ اور نیز اسمین صریح دلیل ہی کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہون سب کے حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہی اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو قرآن پہونچ گیا گویا مین نے اس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن النجار و الخطیب و ابونعیم۔ محمد بن کعب رح نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اسنے نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین۔ اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اسکو ابلاغ کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ عن قتادہ مرسلا آنحضرت صلعم نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف سے تبلیغ کرو اور جسکو کتاب اللہ تعالے کی ایک آیت بھی پہونچی اسکو حکم الٰہی پہونچ گیا۔ رواہ عبدالرزاق۔ اور ربیع بن انس نے کہا کہ جسے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اسپر حق واجب ہی کہ جسکی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اسکی طرف بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اس سے ڈراوے۔ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف سے اگرچہ ایکہی آیت لوگون کو پہونچاؤ۔ رواہ البخاری۔ عن ابن مسعود رض مین نے نبی صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالے تروتازہ کرے اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سُنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہی جسکو پہونچی۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اس شخص کو حاصل ہو جسکو پہونچایا ہی۔ پھر اہل مکہ مشرکون کو فہمایش کی کہ اپنے خیالات واہیات شرک ترک کرین اور اللہ تعالے کے رسول کی سچی بات مانین۔ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالے کے ساتھ مین دوسرے آلہہ ہین۔ قُل لَّا أَشْهَدُ کہدے کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون۔ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہی۔ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ اور کہدے کہ مین بری ہون اس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف۔ یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جنسے تم شرک کرتے ہو مین سب سے بیزار ہون۔ پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا رد فرمایا اور حاصل آنکہ انکے فسق و فجور نے انکو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وہ لوگ جنکو ہمنے کتاب دی ف۔ یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنابر اینکہ الف لام جنس کا ہی لیکن ہر کتاب سابق کو شامل ہی حاصل آنکہ علماء یہود جو توریت جانتے ہین اور علماء نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہین۔ يَعْرِفُونَهُ وہ سب محمد کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو انکی کتاب مین مذکور ہی ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف۔ انکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ انسے قطعی علم حاصل تھا اور سب رسولون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہونگے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اسکی شناخت اور آپکی امت مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اسکے فرمایا۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب مین سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہی۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ بات نہین کہ پہچانتے نہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے رسول و اسکے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ؕ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جسنے افترا باندھا اللہ تعالے پر جھوٹ باین طور کہ اللہ تعالے کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے

مشرکین مکہ تھے یا نصارے ویہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو بیٹا کہتے ہین یا جسنے جھٹلایا اللہ تعالے کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل آنکہ جسنے اللہ تعالے پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اس سے ظالم کوئی نہین پھر اگر کوئی ان دونون کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا۔ اِنَّهٗ ضمیر شان ہے۔ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی جن لوگون نے اسطرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاح نہین پاوینگے۔ ف

فی العرائس قولہ تعالے وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندۂ مومن کو مضرت پہونچے تو اسکا کھولنیوالا کوئی نہین سوا اسکے کہ اوتعالی اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے۔ جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہنچنے پر جو خطرہ اول تیرے دل مین خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالے کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجھکو اس بلا مین کافی اور اس مصیبت دور کرنے مین کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجھکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہین ہوسکتا وہ خود مجبور ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجھکو بلا مین ڈالے کیونکہ ایجاد کرنے والا ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہین اور افعال مین سے کوئی یہ لیاقت نہین رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وہو القاہر فوق عبادہ۔ حسین رح نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو۔ اور بعض نے کہا کہ جیسے بندون کو موت وفنا پر مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہین ویسے ہی انکو ایجاد و اظہار مین مقہور کیا۔ قال المترجم وفی الحدیث ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وہو کائن فیہا۔ یعنے جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہے وہ ضرور اسمین پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل اے شئی اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز مین شہود نہین کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہوچکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت اغباوت سے انکو کچھ نہین سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل اے شئی اکبر شہادۃ پھر اس پر بھی نہ سمجھے تو تصریح کردی بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبری ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق مین شہادت صغری کی تھی۔ بالجملہ جسنے شہادت کبری کو نہین دیکھا وہ شہادت صغری دیکھے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل مین اندھا کردیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبری نظر آوے اور نہ شہادت صغری۔ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہین ہے جو ازل مین حق تعالے نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل اے شئی اکبر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین اتینہم الکتاب یعرفونہ حضرت حق عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہودی خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو ان علامات صحیحہ سے جو انھون نے توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہین پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرہ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بےنصیب رہے اسی واسطے اپنی جبلت غضب مین گرفتار ہوکر دنیاوی محبت مین پڑے اور باپ دادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش بنور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدمون کی خاک بن جاتے۔ قال المترجم مشرکین ویہود ونصاری تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ و کسی امیر کے وزیر ومصاحب و ساتھی ایسے نہین دیکھے گئے اور نہ ملے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہین کہ آنکھون دیکھی بات ہے کہ آب دہن مبارک انکو عطر سے افضل وبہتر ہے۔

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً
قرآن کہ تمکو اُس سے خبردار کرون اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور

اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝
بھی ہین تو کہہ مین نہ گواہی دونگا تو کہہ وہی ہی معبود ایک اور مین قبول نہین رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
جنکو ہم نے دی ہی کتاب اُسکو پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو جنھون نے ہارا اپنا جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
وہی نہین مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جوڑھ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلاوے اُسکی آیتین مقرر بھلا نہین پاتے گنہگار

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر اللہ تعالے تجھے ضرر پہونچاوے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہی یا ہر مخاطب
کو ہی اور ضرر بمعنی بلا ہر مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہی۔ یعنی اللہ تعالے کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض و محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے
فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ تو کوئی اس بلا کا اُٹھانے والا نہین۔ اِلَّا هُوَ مگر وہی پاک پروردگار تعالے۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
بِخَيْرٍ اور اگر اللہ تعالے تجھے خیر پہونچاوے ف مانند صحت و تونگری وغیرہ کے۔ تو وہ قدیر ہی۔ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
وہ تو ہر چیز پر قادر ہی ف یعنی کوئی قدرت نہین رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو
روک سکے۔ حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم دعا فرماتے۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ اے پروردگار
کوئی روک سکنے والا نہین جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہین جو تو نے روکا اور نہین نافع ہی صاحب ثروت کو ثروت تیری قضا و قدر سے
عن ابن عباس۔ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے مین تجھکو کلمات سکھلاتا ہون تو محفوظ رکھ اللہ تعالے
تجھے محفوظ رکھے یاد رکھ اللہ تعالے کو اپنے مواجہہ مین پاویگا۔ جب کچھ مانگ تو اللہ تعالے ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو
اُسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہین پہونچا سکتا مگر وہی جو
اللہ تعالے نے تیرے حق مین لکھ دیا ہی۔ اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہین پہونچا سکتی مگر
وہی جو اللہ تعالی نے تیرے اوپر لکھدی ہی۔ قلم اٹھا لیے گئے اور نامہاے تقدیر خشک ہوچکے۔ رواہ الترمذی رح اور رزین رح نے
ایک کلمہ اور زیادہ کیا کہ آسانی مین تو اللہ تعالے کو یاد رکھ او تعالے تجھکو تکلیف و سختی مین محفوظ فرماویگا (وقد رواہ احمد) وَهُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وہی قاہر ہی بندون کے اوپر ف فوقیت یہان مرتبہ کی فوقیت ہی اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نہ کر سکے
یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز مین عاجز نہو۔ قاہر مین ایک معنی زائد ہین بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے
نہ کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہی۔ حاصل آنکہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ مین مسخر و مغلوب ہی اور وہی انپر قاہر مستعلی ہی۔ ابو
ابن جریر رح نے کہا کہ قاہر بمعنی متعبد ہی یعنی بندون سے عبودیت لینے والا۔ اور یہ معنی بھی عمدہ ہین کیونکہ جو اسکی تقدیر و مشیت مین
جاری ہوا ہر بندہ اسپر جاری ہی اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ
وہی حکیم خبیر ہی ف یعنی مخلوق مین جو کچھ جاری ہوتا ہی سب اسکی حکمت ہی کے موافق ہی اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُنکی ماہیت

سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک کو اسکے لائق دیا ہے۔ شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابون والے انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے۔ قُلِ اللّٰہُ کہدے کہ اللہ تعالے ہے ف۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب [illegible] صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی یہ کہ اللہ اکبر شہادۃ۔ یعنی اللہ تعالے سب سے بزرگ ہے ازراہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالے کی ہے۔ شَھِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وہ میرے وتمہارے درمیان شاہد ہے ف۔ پس مبتدا محذوف ہے کلام بیان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر اے شیخ کے جواب ہین جب اللہ کہا تو دلالت ہے کہ شئ کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجیہ کی گئی کہ شئ کا اطلاق واجب وممکن سب پر ہے اور اس سے متکلمین علماء رح استدلال لاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ جواب یون ہے کہ۔ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ تو کہدے کہ اللہ تعالے میرے وتمہارے درمیان شاہد ہے۔ م۔ اس سے ثبوت نہین ہوتا کہ شئ کا اطلاق حضرت باری تعالے پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تیتے شہادت مین کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہے بلکہ تمہارے ومیرے درمیان اللہ تعالے شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار کرتا ہے اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عز وجل پر شئ کا اطلاق کیا جاوے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ واللہ علی کل شئ قدیر۔ مین سے ذات باری تعالے کا استثناء کیا جاوے یعنی منجملہ کل شئ کے ذات باری تعالے عقلاً مستثنی ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے اور جو مترجم نے اختیار کیا اسپر لازم نہین ہے کیونکہ شئ مین ذات باری تعالے عز وجل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئ وموجود وممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات ہین کہ ذات باری تعالے عز وجل کے بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما ومن موصولات مین سے ذات باری تعالے کو من سے تعبیر کرتے ہین جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب مین قل اللہ۔ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہے اسکا اطلاق ذات باری تعالے پر ہوا حالانکہ وہ تعالے عز وجل عقلیون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان ہے فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے کو جو اپنے ومشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا تو وہ تعالے کی شہادت سے یہ مراد کہ اسنے آنحضرت صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کر دیئے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعوی پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اشیاء وہ تعالے ہے پس اللہ تعالی نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بالقول ہوتی ہے ویسی ہی بالفعل بھی ہوتی ہے بلکہ بالفعل اقوی ہے کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالے میرے وتمہارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْۢ بَلَغَ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈر سناؤن اور جس کو یہ قرآن پہونچے ف۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے یعنی اللہ تعالے نے وحی کیا مجھے یہ قرآن تاکہ اس سے مین ڈر سناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جسکو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو۔ اسمین صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم بہ۔ مراد عرب ہین اور من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین۔ اور انس رض سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس وبادشاہ روم وبادشاہ نجاشی وہر سرکش کو خط لکھا اور انکو اللہ عز وجل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جسپر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی

لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ اللہ تعالے ضرور تمکو یوم قیامت مین جمع فرماویگا جسمین کچھ شبہہ نہین ہی ف یہ تاکید باستعمال قسم ہی۔ اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہی۔ اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے یہ معنی کہ اوتعالے نے ازل مین اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کردیا کہ رحمت فرماوے اور رحمت غالب رہے اسی واسطے تمھاری عمر ورزق کو بحال رکھا اور تمکو مہلت دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمۃ سے بدل فرمایا لیجمعنکم کو یعنی بتقدیر رحمت وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہی کہ تمکو قیامت کے روز جمع کرکے جزا وسزا دے اور قبل اسکے اس عذاب مین جو تمھارے گناہون کے مقابلہ مین سزاوار ہی ماخوذ نہ فرماوے۔ بنابر قول زجاج کے رحمت مکتوبہ کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہی پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اسکے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہوگی۔ اور بنابر تقدیر قسم کے قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اسقدر موکد فرمانا رد ہی مشرکین کا جو روز قیامت وبعث وحشر کے منکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے تاکید کی۔ **الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ** جن لوگون نے خوار وخراب کیا اپنی جانون کو ف باین طور کہ اسکو بداعتقاد وشرک سے عذاب کے روبرو کردیا۔ **فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ** تو ایسے خبیث ایمان نہین لاتے ہین ف اگرچہ یہ جانتے ومانتے ہین کہ بیشک ہمکو اللہ تعالے ہی نے پیدا کیا ہی **وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ** اور اللہ تعالے ہی کی ہی جو چیز بستی ہی رات مین اور دن مین ف یعنی ہر چیز اسیکی ہی وہی اسکا خالق ومالک ہی اور مدارک وغیرہ مین ہی کہ قولہ ما سکن اے ما سکن وما تحرک ایضا۔ یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی۔ حرکت وسکون باہم متضاد ہین پس سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کرکے دوسری ضد کو ذکر نہین کیا اور رہا یہ کہ سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہی۔ اور یہ کلام بھی مشرکون پر حجت ہی جو اس وہم مین پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر مین نہین ہی اور اسی وہم پر بتون کے انتظام پر بھروسا کرتے اور انکی عبادت کرتے تھے پس اللہ تعالے نے صریح رد کردیا کہ رات ودن مین جو مخلوق بے طلب وتردد کے ساکن پڑی ہو وہ بھی اللہ تعالے ہی کی مخلوق اور اسی کی پرورش سے رزق پاتی ہی اور حضرت سدی رح نے کہا ولہ اسکن۔ یعنی جو ثابت ومستقر ہوئی۔ یہی زمخشری رح نے ذکر کیا۔ اور ابن عطیہ نے اسی کو مرجح قرار دیا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ جسپر آفتاب طلوع وغروب ہوا وہ رات ودن کے ساکن مین سے ہی پس مراد اس سے تمام وہ چیزین ہین جو طلوع وغروب آفتاب کے درمیان ہین خواہ کہین ہون۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ہر جاندار آسمان وزمین کا سب کے سب اسی کی خلق وملک ہین۔ بالجملہ اسمین اتفاق ہی کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہی اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار وخالق ومالک وہی پاک معبود اللہ تعالے ہی اور مشرکون وکافرون وفلاسفہ ومجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہی کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہی یا وہ قادر مختار نہین یا کوئی مخلوق اسکے ساتھ شریک ہی سب غلط وکفر وجہالت ہی وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہی۔ **وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** یعنی وہی خوب سننے والا ہی جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک وکفر کی اور خوب جاننے والا ہی جو کچھ کوئی کرے عبادت وبندگی یا کفر وشرک وغیرہ ف اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب مین شرک وکفر کیسے بکرے۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتون کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا۔ **قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا** کہدے ان جاہل مشرکون سے کہ کیا اللہ تعالے کے سوائے کسی چیز کو مین ولی بناؤن ف یعنی معبود بناؤن۔ اور یہ استفہام انکاری ہی اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناونگا فقط اللہ تعالے ہی کو معبود بناونگا جسکی یہ شان ہی کہ **فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** آسمانون وزمین کو۔ دونون کو پیدا کرنے والا ہی ف یعنی دونون کو اسنے بدون مثال سابق

کے ایجاد کردیا - وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ رزق دیتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور رزق دیا نہیں جاتا ف یعنی تمام مخلوق اسکی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے - قُلْ إِنِّيٓ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ کہدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جو اسلام لایا ف یعنی اللہ تعالے کے واسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت میں سب سے اول میں ہی مسلمان ہوں - وَلَا تَكُونَنَّ اے وقیل لی لاتکونن - مِنَ الْمُشْرِكِينَ - اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز مت ہو ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں ف یہ عطف ہے اُمِرْتُ پر بتقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عطف ہے یعنی ایسا ویسا کہدے اور مشرکین میں سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغۂ امر پر نہی کا عطف روا رکھا ہے - اور آنحضرت صلعم اگرچہ مشرک ہو نہیں سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے - لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہوں - قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي یعنی عصیان باین طور کہ غیر کی عبادت کروں - عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ہو یوم القیامۃ - یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہے معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کرکے غیر کی عبادت کروں تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہاں علم ہے یعنے میں جانتا ہوں کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کروں کہ غیر کی عبادت کروں تو عذاب روز قیامت میں گرفتار ہونگا - مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا مراد اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہے پس معنی یہ کہ میں جانتا ہوں لہذا خوف کرتا ہوں کہ نافرمانی کروں تو عذاب ہوگا اور علم مورث خوف ہے چنانچہ فرمایا - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - یعنی اللہ تعالے سے ڈرنے والے اسکے بندوں میں سے وہی ہیں جو علم والے ہیں اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردد نہیں بلکہ غیر کی عبادت میں قطعی عذاب جانتا ہوں مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ اکثر قراء رح کی قراءۃ میں یصرف بصیغۂ مجہول ہے یعنے جو شخص ایسا ہے کہ پھیرا گیا اس عذاب سے اس روز قیامت میں یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا - فَقَدْ رَحِمَهُ تو اللہ تعالے نے اسپر رحم کیا ف یعنی اسکے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا - اور حمزہ و کسائی و ابوبکر نے يَصْرِفْ بصیغۂ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھیرا اس سے اللہ تعالے نے اس روز عذاب کو تو اسپر رحم کیا - وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے ف فی العرائس قولہ قل انی امرت ان اکون اول من اسلم - اشارہ ہے کہ فطرت ذاتی میں سب سے اول میں تھا پس اسوقت جبکہ وجود میں کوئی نہ تھا مجھکو حکم ہوا کہ عبودیت میں سب سے اول ہوں - بعض نے کہا کہ ظہور حق میں اول منقاد ہوں - ابن عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت میں پہلا خشوع رکھنے والا میں ہوں - جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضاء و قدر کا اول تسلیم کرنے والا ہوں -

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ
اور اگر پہونچاوے تجکو اللہ کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اٹھاوے سوائے اسکے - اور اگر تجکو پہونچاوے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝
ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَٰدَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌۢ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا
تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور اترا ہے مجھکو یہ

زمین مین - یعنی زمین کے ملکون اور وہان کے باشندون کے وقائع گذشتہ مین فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہی اور یہ اظہر ہی لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہی پس اگر بذریعۂ معلومات کے ہوجاوے تو کافی ہی بالجملہ حکم دیا کہ زمین مین پھیر و فکر کرتے ہوے اور عبرت حاصل کرتے ہوے **ثُمَّ انْظُرُوْا** پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ **كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ** کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگون کا جنھون نے اللہ تعالے کے رسولون کو جھٹلایا **ف** پس تمکو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر و انکار سے باز آؤ تاکہ عذاب و بدانجام سے محفوظ رہو - اور یہ بھی نظر رحمت ہی ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافرون کے بدانجام پر خوف کریگا کہ ان لوگون کو انکے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انھون نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالے سے توفیق طلب کرے **ف** قال فی العرائس - قولہ تعالے وللبسنا علیہم ما یلبسون - کافرون نے بالمشافہہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اسکے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مین وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ مین کہین نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات و صفات تھے بقولہ تعالے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ولیکن وہ لوگ اسکو کیونکر دیکھ سکتے ہین کیونکہ قہر آلہی کے اندھیرے مین پڑے ٹاب رہے ہین وقد قال تعالے ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنے آنکھین پھاڑے ہوے تیری طرف نظر دوڑاتے ہین مگر کچھ دیکھتے نہین - پھر واضح ہو کہ قولہ تعالے ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ مین اشارہ یہ ہی کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُنکی نظر ضعیف ہی اور اگر فرشتہ کو دیکھین تو آدمی ہی کی صورت مین دیکھ سکتے ہین جو موقع التباس ہی - اور اصلی بیان اس مقام پر یہ کہ قولہ للبسنا علیہم اسے خلط کرین ہم اُنپر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہین تاکہ اپنی خداع و فریب کی راہ نہ جانین جیسا کہ انکی مراد ہی اور انکا مکر انھین کی گردن پر لوٹ پڑے اور تردد کی تاریکی مین پھرتے پھرین - قولہ ولقد استہزئ برسل من قبلک - اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہی - اللہ تعالے نے جاہلون کے حال سے خبر دی کہ جب انھون نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انھین آثار جلال آلہی کو نہ دیکھا تو انسے اعراض کیا اور اُنکے حالات سے انکار کیا - قاسم رح نے کہا کہ جب اُنھون نے رسولون کے حقوق کو نہ پہچانا اور اُنکی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُنکو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندھے رہ گئے - پھر اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہی اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہی - بقولہ تعالے -

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہی جو کچھ ہی آسمان و زمین مین کہ اللہ کا ہی اُسنے لکھی ہی اپنے ذمہ مہربانی البتہ تمکو جمع کریگا

اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

دن قیامت تک اُسمین شک نہین جنھون نے ہاری اپنی جان وہی نہین مانتے

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور اسی کا ہی جو بستا ہی رات مین اور دن مین اور وہی ہی سب سنتا جانتا تو کہ کیا اور کوئی پکڑون اپنا

وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ

مددگار اللہ کے سواے جو بنانے والا ہی آسمان اور زمین - اور وہ سبکو کھلاتا ہی اور اُسکو کوئی نہین کھلاتا - مجکو حکم ہوا ہی کہ

أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ
سب سے پہلے حکم مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ○ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ○
اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جسپر سے وہ ٹلا اُس دن اُسپر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

قُلْ کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَنْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف۔ پس مشرکون کے جھوٹے معبود بھی مملوک الٰہی ہوے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین معہ تمام اشیاء کے جو انمین ہین یعنی تمام عالم سواے ذات باری تعالےٰ کے کسکی ملک ہے۔ قُلْ لِلّٰهِ کہدے اللہ تعالےٰ کے ہین ف۔ یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سواے کوئی جواب ہی نہین ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منھ کیا کھولینگے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ در صورت ہٹ دھرمی کے انکار کرے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے۔ وقد ذکر تعالےٰ ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ یعنی اگر تو انسے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو تو ضرور کہینگے کہ اللہ تعالےٰ نے۔ اور یہ مشرکون و کافرون پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے انکو مجال نہین کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاوین۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو آلہ نہو وہ اسکا مستحق نہین ہو سکتا کہ اسکی بندگی کیجاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیے اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمانے والا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے ف۔ کتب بمعنی فرض نہین کیونکہ او تعالےٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہین ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے۔ بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک مین ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ لطف سے مشرکون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے مین چوک ہو گئی اسکو رحمت سے معاف فرماویگا اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے و کتابین نازل فرمائین و راہ توحید پر دلائل صریح قائم کیے حالانکہ آفاق و انفس مین لاکھون دلائل موجود ہین جو گواہی دے رہے ہین کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو مقدر کیا تو ایک کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگئی میرے غضب پر کما فی صحیح البخاری و مسلم۔ اور سلمان رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین پیدا کیے تو سو رحمتین پیدا فرمائین اور انمین سے ایک حصہ دنیا مین لوگون کو ملا کہ جس سے آپس مین ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین (ماں و باپ وغیرہ سب) اور ننانوے حصہ قیامت کے واسطے ہین پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنون کے لیے یہ حصہ بھی ملاکر سو پورے کرکے دیدیے جاوینگے۔ رواہ مسلم و احمد وغیرہما اور شرح ان حدیثون کی بہت طول چاہتی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتون کو بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہے اسمین عقل کو رسائی نہین ورنہ علماء رح نے جاہلون کے اوہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان فرمائی ہین۔ پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہو جاوین اور بات کو اپنے موقع تک رکھین اور حد سے تجاوز نہ کرین لقولہ

وغیرہ جتنے معاملات ہین اُنکو پورے پورے شرعی قاعدون سے برتتے تاکہ دنیا مین اصلاح رہے اور اپنے مولی کی لوگ عبادت کرین اور علیٰ ہذا کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالاتے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہین پھر جو افعال نیک ہین اسکے مقابلہ مین ہزارون لاکھون افعال بد ہین چوری کرنا و جھوٹ و دغابازی و زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہی کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندون کی بھلائی مین کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جسکا خلاصہ یہ ہی کہ دنیا مین امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے اپنے معبود خالق کی بندگی کیے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کرین تاکہ جب مرین تو اللہ تعالے کی درگاہ مین یہان کے تکلیفات و مشقتون کے بدلے جو انکی چند روزہ عمر مین اُنکو پہونچتی رہی ہی وہان ہمیشہ ابد الآباد و راحت و آرام و عجیب نعمتون مین خوشحال رہین اب دانا و عقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کہ کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید و شان کے لائق ہین اور کس برتاؤ سے اسکی مرضی کے موافق ہین قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہین معلوم ہو سکتا ہی اور ان سب مین بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان مین کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد مین اور نہ اپنے افعال مین اور نہین بھی جو اعتقاد مین برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہی اسپر فرض ہی کہ جسنے پیدا کیا اسکا بندہ رہے اور اسپر خالق کا کمال احسان یہ ہی کہ رسول بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہی کہ رسول بھی انہین کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالے کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اسکی درگاہ مین جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے مین کتنی نامناسبت ہی اسی واسطے مکہ کے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُنکو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مر جاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہین کرتے کہ یہ رسول ہمکو بُری راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ بتاتا ہی اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہی اور خود کچھ مانگتا نہین ہی تو اسکی بات سنین و سمجھین و غور کرین تم یہ تو کرتے نہین بلکہ فرشتہ کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تمکو فائدہ نہین ہوگا کیونکہ اسکی شکل سے ڈرکر مر جاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طینت و جبلت نرالی ہوگی تم اسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اُسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کرین یہ فرشتہ نہین بلکہ آدمی ہی پس تم نہایت احسان مانو کہ تم مین تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اُسکی تصدیق کردے اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہی کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام مین جو بلاغت موجود ہی تم سے اسکا مثل نہین آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا - یعنی اگر زمین مین ملائکہ بستے ہوتے تو ہم انپر البتہ آسمان سے اُنکی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے - یعنی اگر فرشتون مین بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ انکو آدمیون کی طرح برائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑکر بھلائی کے طریقے پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو اُنکا رسول انکی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیون کا رسول اسی جنس کا آدمی ہی علیہ الصلوٰۃ والسلام - اور واضح رہے کہ ان کافرون کو یہ خبط و خیال سوجھنا اسکی دلیل تھی کہ ازلی ہی مین گمراہی انکے حق مین مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید و عبادت کے ساتھ تمیز دیا

نہ کرے تب تک فرشتہ کو نہین دیکھ سکتا ہان بعد خلوص وکمال کے البتہ دیکھ سکتا ہی اور قولہ تعالے لقد رآہ نزلۃ اُخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت پر دیکھا اور دنیا مین بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا وعلیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہی اور بصورت آدمی بعض صحابہ رضہ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال اسلام وایمان واحسان وآثار قیامت کے معروف ہی اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی موچھ کے خوبصورت لڑکون کے آنا اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید مین مذکور ہی جیساکہ انشاء اللہ تعالے مفصل قصہ آویگا۔ بالجملہ کفار مکہ جب ایسی شیطانی باتین جنکا وقوع ازراہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہوجاوے اور یہان کے رہنے والے وہان اور برعکس ہوجاوین تو یہ عارف دانا کے نزدیک خلاف مشیت وتقدیر وحکمت الٰہی ہی ایسے عناد وجہالت کا جواب بھی او تعالے جل جلالہ وعم نوالہ نے حلم کے ساتھ فرمایا اور انکو سمجھایا ولیکن انمین سے جنکی تقدیر مین کفر وضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوے۔ مگر آنحضرت صلعم جو پاک رسول اور بندون کے اوپر مہربان ترس کھانے والے تھے انکی ایسی جہالتون سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے بندہٗ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی وتسکین فرمائی بقولہ۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ حاصل آنکہ اے محمد صلعم غمگین نہو کہ تجھسے پہلے رسولون سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ف۔ اور کافرون کو تنبیہ ہی کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلون نے کیا مگر انکا انجام یہ ہوا فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ پس جنھون نے کافرون مین سے ٹھٹھول کیا تھا انکو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف اس چیز سے کیا مراد ہی۔ بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہی تو گھیر لینے کے یہ معنی کہ حق غالب وبلند ہوگیا لیکن یہ ضعیف ہی بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہین اور اسمین بھی تامل ہی اور ارجح وہ ہی جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہی کیونکہ جب کافرون کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہی اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہوگئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے۔ اور یہان کمال بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہی کہ ٹھٹھا کرنے والے ڈرین کہ انکا انجام بھی ایسا نہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی مین اکثر انمین کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا انکو قطعی وعید نہین فرمائی ولیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہی کہ جو ٹھٹھا نہ کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے انکو نکال دیا۔ اور مسخرہ پن کرنے والون کی تہدید کو اگلون کے معذب ہونے پر قیاس کردیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوے اور باقی راہ پر آگئے بخلاف اگلی امتون کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہوگئے اور وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللہم اہدنا اللہم اورکنا بالرحمۃ اللہم نعوذ بک برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک اللہم اذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتون اللہم نسالک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یاحی یاقیوم وصلی علی رسولک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار وشرک کرنے والون کو عموماً ارشاد کیا کہ قُلْ یعنی کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان منکرون سے سِيرُوا فِي الْأَرْضِ پھرو

فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ پھر اُسکو اپنے ہاتھوں چھو لیتے ف ـــ یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے - حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُنکی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھوں سے بھی چھو لیتے - **لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** البتہ کہیں یہ منکر ف ـــ یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ **اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ** نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف ـــ یہ کافروں کی حق بات سے عناد وجھگڑے کا بیان ہے اور یہ ایسا ہی جیسے فرمایا - ولو فتحنا علیهم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون یعنی اگر ہم انپر آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظر بند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے - اور فرمایا - وان یروا كسفا من السماء ساقطا يقولوا سحاب مركوم - یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے - **وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ** اور کہتے ہین محمد پر کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا ف ـــ یعنی اسکے ساتھ مین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالے کا رسول ہے اور وہ سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ڈر سنانے والا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیه ملك فیكون معه نذیرا الاٰیة - یہ ان کافروں کی سخت جہالت تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالے نے دو طرح سے رد کر دیا - اول آنکہ برملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی مین کچھ چیز نہین لیکن فرمایا - **وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا** اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف ـــ یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اُتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے **لَقُضِيَ الْاَمْرُ** پورا کر دیا جاتا حکم ف ـــ انکے ہلاک ہو جانے کا - **ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ** پھر نہین مہلت دیے جاتے ف ـــ کسی توبہ یا عذر کے لیے جیسے اللہ تعالی کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہو چکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اسکے پورے کیے جانے پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالے کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے - بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجیب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب ہے کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد انکو مہلت نہین ہو سکتی وقد قال تعالے - ما ننزل الملائكة الا بالحق وما كانوا اذا منظرين - نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بحق اور ایسے وقت وقوع مین کفار مہلت نہ دیے جاوینگے - اور فرمایا - یوم یرون الملائكة لا بشرى يومئذ للمجرمين الآیة - **وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا** اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف ـــ یعنی اگر وہ شخص جو انکی طرف اُتارا گیا ہم اُسکو فرشتہ کرتے - جیسے کہ فرشتہ کو مانگتے ہین **لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا** تو ہم اُسکو آدمی مرد بناتے - ف ـــ یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ ان لوگون کو اسکے دیکھنے کی تاب ہوتی اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے - **وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ** اور انپر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین ف ـــ یعنی اگر ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تو تمہارے مانند ایک آدمی ہے - اور بعض نے قولہ ولو انزلنا ملكا لقضي الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ - اللہ تعالے اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضي الامر ثم لا ینظرون - یعنی انکے قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے انکی روح نکل جاتی کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت و کمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا - اور قولہ ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا الآیة - یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ جس صورت پر فرشتہ مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کر سکتے پس وہ آدمی

کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اُس سے باتین کرین اور اسکے نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہی۔ پھر اگر انکو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنے وہ اپنی اصلی صورت پر انکے روبرو ہوجاتا تو سب فی الفور مرجاتے پس کچھ کا کچھ فائدہ نہوتا۔ حاصل یہ کہ غیر جنس سے امور شریعت کی حکمت پوری نہین ہی کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیا کو کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا مرتے دم تک کہ اللہ تعالے کی مرضی کے موافق ہوا اور یہ بدون اسکے معلوم نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالے کے احکام پر ایمان لاوے جسنے پیدا کیا اور نعمتین دین ہین اور اللہ تعالے کے احکام بدون اسکے رسول کے معلوم نہین ہوسکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہی کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح۔ پس افعال قلب مین اعتقادات وغیرہ ہین اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہین جانتا کہ اللہ تعالے کی صفات کیا ہین اور اسکی شان مین کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہی اور خالق ورازق ہی اُسی پر توکل ہی اور بغیر اُسکی تاثیر قدرت کے کسی بندے کا کام پورا نہین ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت وارادہ وقصد پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت وارادہ وقصد پر عذاب وملامت پاویگا اور مانند اسکے بہت صفات باری تعالی ہین کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہین جان سکتا کہ اللہ تعالے کی جناب مین کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہین کہ مثلاً غرور وتکبر وگھمنڈ حرام جانے اور اللہ تعالے پر بھروسا رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت مین محتاج جانے اور ہر دم اسکی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار مین کوشش کرتا ہون اور تیری قوت وقدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو پھلدار کردے اور مسلمانون کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے اور اُنکی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہین ہی اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض وحسد وعداوت وغیرہ بد باتین جی مین کبھی نہ رکھے۔ کافرون کو اللہ تعالے کا بندہ اور قہر مین پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالی ان لوگون کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہی اور پورا بیان حدیث وقرآن مین ہزارون باتون کا ہی۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پانون وغیرہ کے کام ہین ان سب مین دل کی نیت شرط ہی۔ پھر ان کامون کی دو قسمین ہین۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالے کے واسطے ہین جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہین ہوسکتے کہ کیونکر ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہی حالانکہ عید کے ایک دن پہلے فرض تھا۔ اور دوسری قسم جو خالص نہین لیکن اُنکو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچون کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہین ایک وہ کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونون کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہین کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوم اپنے گھر والون کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ وشہر والون وتمام جہان والون کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب مین سچائی شرط ہی۔ پس نوکری مین بُرے کام بجالانے کی نوکری نکرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے۔ تجارت مین جیسکی خرید وفروخت مین جو سچا شرع مین بیان ہوا ہی اُسکو برتے۔ پس خرید فروخت کے جملہ قانون جو شرع مین بیان ہین اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہی اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب مین بھول ہوجائے تو بڑھتی پھیر دے جو چیزین دنیا مین فساد ڈالتی ہین تال طنبورہ ستار باجا وغیرہ نہ بیچے اور جن باتون مین مانند گیہون کو گیہون سے بدلنے مین بڑھتی حرام ہی اُنکو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی ووکالت وکفالت ومضاربت واجارہ وصناعت وسلم وشفعہ

وَمَا تَاْتِيْهِمْ - اور نہین آتی اُنکو ف — یعنی اہل مکہ پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی آیت - ف — من زائدہ بغرض استغراق وشمول نفی - مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کی آیتون سے ف — یعنی قرآن سے - اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر آنکہ اس آیت سے منھ موڑتے ہین ف — مراد آیت سے بنا بر قول مفسر رح کے آیات قرآن ہین پس آنا اسکا یہ کہ نازل ہوئی اور ہو سکتا ہی کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون ازانجملہ معجزات وعجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُنپر ظاہر ہون والاول ارجح اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور ونظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید ومعرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت تر جرم تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہونچی - ف یعنی قرآن جب آیا تو اس کو جھٹلانے لگے - فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اب آگے آویگی اُنپر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے ف — انباء جمع نبأ وہ خبر جسکی وقعت عظیم ہو - اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب تم خبردار ہوگے یعنی کوئی بڑا حادثہ تمپر پیش ہوگا - لہذا مفسر رح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شئ کا۔ اور چونکہ کافرون کا کام بد تھا لہذا عذاب و بُرا بدلا ہوگا - حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُنکو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر مرے مانند ابوجہل وغیرہ کے اُنپر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزاء وٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُنپر جہاد مین خوار ہونے کا ہی اور بعض نے کہا کہ قحط ہی جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیرا آتا تھا اَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف — یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین جانے مین کیا آنکھون نہین دیکھتے کہ كَمْ اَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کردیے ہمنے - ف — کم خبریہ بمعنی کثیر ہی مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُنسے پہلی سنگتین ف — قرن - یہ کم خبریہ کی تمیز ہی مانند قولہ وکم من ملک فی السموات - حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلہم اہلکنا - اور قرن کے معنی قاموس مین ہین کہ دس یا تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) یا پچاس (۵۰) یا ساٹھ (۶۰) یا ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) یا سو (۱۰۰) یا ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی مدت اور سو برس کے معنی صحیح ہین کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے - اور قرن بمعنی ہر ایسی امت جو ہلاک ہوئی اسطرح کہ اسمین سے کوئی نہین بچا - مفسر رح نے یہی اخیر معنی لیے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہی جیسے قوم لوط کو ہلاک کردیا اور قوم عاد کو مٹایا - حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کردین ہمنے پہلے اُنسے بہت سی اُمتین جنکا یہ حال تھا کہ مَكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُنکو جمایا تھا زمین مین ف — یعنی ہمنے اُنکو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی ومالداری کے ساتھ - مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ اسقدر کہ جو تمکو نہین دیا ف — لکم کی ضمیر مخاطب مین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کرکے خطاب کی طرف رجوع ہی - حاصل آنکہ تم سے اگلون کو ہلاک کیا حالانکہ وہ تمسے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا ان لوگون پر آسمان یعنی مینہ پے درپے ف — کہ بارش خوب ہوتی تھی وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ اور پیدا کردی تھین ہم نے نہرین کہ جو جاری تھین اُنکے نیچے ف — یعنی اُنکی بستیون کے نیچے - حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے انکو دی تھین - فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پھر ہلاک کیا انکو انکے گناہون پر ف — یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے انکو انکے پروردگار کی توحید کی طرف بلایا اور انھون نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے انکو بسبب انکے گناہون کے ہلاک کردیا - وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ اور کھڑی کین انکے پیچھے اور سنگتین ف — حاصل

وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ انکی بستیاں کھنڈل ویران پڑی ہین انکو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤگے تو اسی طرح ہلاک ہو گے ف۔ قال فی العرائس قولہ واتیھم من آیۃ الخ ۔ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر ہے ازل ہی مین محروم از نور ایمان تھے وفی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعالے نے پیدا کین پھر انپر نور پاشی کی جسکو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا گمراہ ہوا۔ پس جو کافر ہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالے کے آثار و آیات سے کیونکر اسکی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہاے انبیاء علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ مین ہون کیونکہ یہ چہرے بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہین لیکن جسنے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہی اور اسکی نابینائی اور بڑھ جائیگی کیونکہ جسکے قلب کی آنکھین بند ہین وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہی۔ اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات مین اللہ تعالے کی عمدہ آیات مین سے اسکے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہین۔ بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین آیات سے مراد قرآن مجید و نور مبین ہی جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہی و عرب اسکے روبرو متحیر و عاجز تھے ولیکن ہدایت اللہ تعالے کے اختیار مین ہی۔ ابوجہل وغیرہ جو کافر رہے انکو اسمین بھی شیطان نے دھوکے دیے۔ قال تعالے

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

اور اگر اتارین ہم اُنپر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اسکو اپنے ہاتھ سے البتہ کہینگے

كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ

منکر یہ کچھ نہین مگر جادو ہی صریح اور کہتے ہین کیون نہ اترا اُسپر کوئی فرشتہ

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا

اور اگر ہم فرشتہ اتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر انکو رخصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور انپر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے

مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع

تیرے سے پہلے پھر الٹ پڑے اُن آکا ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا

سراج مین ہی کہ نضر بن حارث و عبداللہ بن امیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہین لاوینگے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالی کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتہ بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالی کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ **وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا** اور اگر اتارین ہم تجھپر لکھا ہوا ف۔ کتاب مصدر بمعنی مفعول ای مکتوب ہی۔ **فِي قِرْطَاسٍ** کاغذ مین ف۔ یعنی اگر ہم تجھپر کتاب لکھی ہوئی قرطاس مین بھی ورق ورق مین اتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معاندًا سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہین اُتری

نافرمانی مت کرو۔ اور اسمین دلیل ہی کہ بندہ کاسب ہی یعنے جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہین انکو کسب کرتا ہی اور یہی اسکا عمل ہی اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالے کی تاثیر قدرت سے ہی اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہین کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہی یہ محض غلط ہی

ف ۔ فی العرائس قولہ تعالے الحمد للہ الذی خلق السموات والارض ۔ اوتعالی نے جو ازل مین اپنی حمد فرمائی وہ بندون کے واسطے طریقہ بتلادیا کہ اسطرح اسکے جلال وجمال پاک کی ثناء وصفت بیان کیا کرین اور اوتعالے نے علم قدم مین اپنی ذات پاک کے واسطے حمد واجب فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرماوے اور وہ عین ذات وصفات کے مقابلہ مین تھی پھر اس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اسنے اپنی حمد فرمائی وہی درحقیقت حمد ہی پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جسکی حمد ہی اسکو جب تک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہی کہ اسکی ذات وصفات کی حقیقت جانے یہ نہین دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک۔ اور نیز اوتعالے نے الحمد للہ۔ فرماکر ظاہر فرمایا کہ سوائے اسکی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہی یعنے اللہ تعالے ہی کے واسطے جمیع حمد ہی اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہی۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہی اور حادث کو انمین سے کچھ بھی نصیب نہین ہی اسواسطے کہ اسکی حمد ازلی ہی اور ازلی اسی کو لایق ہی جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو۔ بعض نے کہا کہ اوتعالے نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اسکی حمد ادا کرنے سے اسکے علم قدیم مین ظاہر ہی۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ اوتعالی کی صفت ہی کیونکہ اسنے اپنے آپ کو بتمام الصفۃ محمود فرمایا اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہوکر حمد کرین تو اسکی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہین کرسکتے یعنی درحقیقت ادا نہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اسکا ثواب جمیل راجع ہووے۔ قولہ خلق السموات والارض۔ یعنی یہ حمد درحقیقت اسی پاک پروردگار کے واسطے ہی جسکی یہ صنع و قدرت ہی اور جب تک تم درجہ بدرجہ یون قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اسکی صنعت و افعال سے اسکی قدیم وعظیم قدرت وصفات کی طرف اور وہان سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اسکی حمد وثناء پر قدرت نہ پاؤگے۔ قولہ وجعل الظلمات والنور۔ یعنی جس نے آسمان وزمین جو نظر آتے ہین وہ پیدا کیے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہی اسنے روح مین نور عقل دیا تاکہ اس سے توحید کے آیات وشواہد کو پہچانے۔ **قال المترجم** عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہی جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہین جسکی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہی یہ عقل جزوی اور ہیچ ہی اس سے کوئی کمال حاصل نہین ہوتا فاحفظہ اور قلب مین نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہی تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ **قال المترجم** عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اوتعالی نے ارواح کو تاریکی مین پیدا کیا پھر انپر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اس نور سے حصہ ملا اسنے ہدایت پائی اور جسکو نہین پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی رح سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنے عین حکمت تو اللہ تعالے کے علم مین منحصر ہی لیکن بشری معرفت کہان تک ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے کو جہان کی حاجت نہین بلکہ جہان کا گم ہونا اسکا ظہور ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ بعضے صوفی لاتے ہین کہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ۔ اور کہتے ہین کہ یہ حدیث ہی حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہی اور حضرت واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ انکے نزدیک بھی یہ حدیث نہین بلکہ کسی عارف صوفی کا کلام بھی نہین ہی کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہی برخلاف اسکے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہی اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری رح کا کلام ہی **قال الشیخ** بعض مشائخ رح سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار مین کیا حکمت ہی فرمایا کہ حدیث صحیح مین ہی کہ شیطان وسوسہ دلادیگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی یہان تک کہ آخر اللہ تعالے کی ذات پاک مین

وسوسہ دلاویگا پس لاحول پڑھکر اسکو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے کی نعمتون مین فکر کرو اور اُسکی ذات مین فکر مت کرو- اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات وصفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہی کہ کبھی اس راہ سے اسمین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوص انسان مین جو اعضاء وغیرہ موجود ہین انکے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عز وجل کا شکریہ ادا کرین کہ اسکی صنعت فعل اسقدر پاک منزہ ہی تاکہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو- اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہی اور وہ قابل قدر ہی- فافہم- قولہ ہو الذی خلقکم من طین- تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہی اور اللہ تعالے نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا- بقولہ واشرقت الارض بنور ربہا- اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہی کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ بکو ودیعت رکھا ہی اور اسمین فطری لطائف رکھے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین- اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جسمین تعیین نہین ہی پس بھید یہ ہی کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کیے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے- قولہ یعلم سرکم وجہرکم- یعنی جو اشتیاق تمہارے ضمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہی اور جو خلوص اس راہ مین تمہارے باطن مین مضمر ہی وہ اللہ تعالے کو معلوم ہی اور تمہاری روحین جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمہارے چہرون پر جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہی- **قال المترجم** فی الحدیث اور وہ شخص جسنے تنہائی مین اللہ تعالے کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے- رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہی جسکا آپ سے سوال کیا گیا تھا- مولوی روم نے کہا ؎

این تضرع را برحق قدر ہاست ٭ وان بہا کانجاست زاری را کجاست ٭ کے برابر مے نہد شاہ مجید ٭ اشک را در وزن باخون شہید ٭

قال الشیخ اور نیز اشارہ ہی کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہی اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم الٰہی مین ہی- اسمین لطیف اشارہ ہی کہ فرمایا- وہو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم- آسمانون مین تمکو مشاہدۂ جبروت ہی اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہی بعض نے کہا کہ دلی جوشی و زبانی دعائے جناب جانانہ

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا

اور نہین پہونچتی اُنکو کوئی نشانی اُنکے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب ان تک پہونچی اب آگے آویگی اُنپر حقیقت اُس بات کی جسپر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہمنے پہلے اُنسے سنگتین اُنکو جمایا تھا ہمنے ملک مین جتنا تمکو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہمنے

السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

اُنپر آسمان برستا اور بنادین نہرین بہتی اُنکے نیچے پھر ہلاک کیا اُنکو

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

اُنکے گناہون پر اور کھڑی کی اُنکے پیچھے اور سنگت

مستعمل ہین اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہی اور درصورتیکہ دونون امر مقصود ہین تو اسکی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہی اور اسکے مضمون سے ثنا بھی مقصود ہی۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات مین سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہی جیسا کہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر مین کہا ہی اور بعض نے کہا کہ اعلام وثنا دونون مقصود ہونے کے یہ معنی ہین کہ لفظ تو خبر ہی اور معنی اسکے امر ہین کہ حمد کرو نقلہ مؤلف فتح البیان وفیہ نظر والاولی ماقال صاحب الکمالین فتأمل۔ پھر اوتعالے نے اپنا وصف فرمایا۔ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جسنے آسمانون وزمین کو پیدا کیا ف۔ یعنی سب چیز کو پیدا کیا جو دونون جہان مین موجود ہی لیکن چونکہ وہم ونظر کے بندے بہت سے ہین لہذا انکی نظر کے موافق خاصکر آسمان وزمین کو ذکر کردیا کہ یہی دونون سب سے بڑی مخلوق نظر مین سماتی ہین۔ اور اس سے اہل نظر استدلال کرین کہ جو ان بڑی بڑی چیزون کا خالق ہی وہ بڑی قدرت والا ہی اور جسنے پیدا کیا اُسی کی عبادت لایق ہی پس بڑی بے انصافی ہی کہ جسنے یہ انعام وفضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کرین اور اپنے آپ کو مخلوق کا بندہ ٹھہراوین اور اللہ تعالی نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنی جن وانسان کو اللہ تعالے نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اُسی کی بندگی کرین اور جسنے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہون۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کردیا اندھیرون اور نور کو ف۔ یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اس وجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہین اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہین حتی کہ کفر وشرک کا اندھیرا ہی اور نور قسم واحد ہی حتی کہ نور ایمان بھی اسمین داخل ہی اور یہ اللہ تعالے کی وحدانیت کے دلائل مین سے ہی اور اسمین بہت سے فرقون کا رد ہی۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہین ہوسکتا اور یہ صریح کفر ہی۔ دوم زندیق لوگون کا رد ہی جو کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے ظلمت وبدصورت چیزون کو نہین پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت وعمدہ چیزون کو پیدا کیا ہی اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادون کے خیال پر گئے کہ بُری باتون کو بندہ پیدا کرتا ہی حالانکہ بندہ مخلوق ہی وہ اپنی حرکتون سے انکو حاصل کرتا ہی۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہی جو نور وظلمت کو قدیم کہتے ہین حالانکہ یہ دونون پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہین۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہی پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہی جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جاوے اسطرح کہ اسنے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہین اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرلیتے ہین۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود جو مخلوق کافر ہوگئے ہین وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت مین اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہین۔ پھر مخاطب کرکے انکو سمجھایا اور جھڑکا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک وکفر سے بچو اور اپنی فکر کرو کس خواب خرگوش مین ہو یہ سب فانی ہی اور آخر اپنے خالق معبود کے یہان خوار ہوگے۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ وہی خالق معبود تمہارا پروردگار ہی جسنے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ف۔ یعنی تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں وباپ کے اپنی دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا پھر تمہارے لیے ایک مدت مقرر کردی ف۔ کہ اسکے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہی کہ مرا تو اسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق اسنے چند روزہ زندگی مین بت پرستی وشرک وبداعمالیون ونافرمانیون سے اپنے آپ کو خوار کرکے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہان جاکر خوار ہوگا۔ اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہین کہ پھر جنم لیتا ہی یہ فقط

شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مراد اسکی قیامت گویا آگئی کہ اسیوقت سے جو کچھ اسنے کیا سب روبرو ہو جاتا ہے اور اسی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل بمعنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز بمعنی مجموع مدت۔ اور مجازاً جو چیز کہ اسمیں واقع ہو جیسے موت۔ اور مراد یہاں اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر رح کے۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ اور مدت باندھی ہوئی اسی کے نزدیک ہے ف۔ کہ اسنے تمہارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف۔ کہ ہم قیامت میں کہاں سے اٹھائے جاوینگے ہم تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی نظر پر اسکا دارمدار رکھتے ہو تمکو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تمکو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولے تم کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے پھر تمہارے ذرہ اور ریزہ کہیں جاویں اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالے سے اور شیطان کی پیروی چھوڑو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک نہ کرو۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ ف۔ کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نکرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش آیا کہ فی السموات۔ جار مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ حلول اوتعالے آسمان وزمین میں نہیں بلکہ یہ اسکی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی زمانہ ومکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر رح نے کہا کہ قولہ وہو اللہ اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالے کے واسطے ہر حال میں ہے کچھ آسمانوں وزمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف بلام ہے جس سے انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک رہا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جاوے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں وزمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی عبادت نکالی وہ باطل وجھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہونگے مگر آنکہ توبہ کرلیں۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات۔ پر وقف تام ہے اور وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنے یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض۔ اور دلالت کرتا ہے اسپر قولہ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ف۔ یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں تمہارے سر وجہر کو جانتا ہے یعنے جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہی سری یا افعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس قولہ تعالے ویعلم ما تکسبون عطف شی کا نفس شی پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر وجہر سے احوال نفس ہیں اور مکتسب سے اعمال جوارح پس عطف الشی علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو ف۔ بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب وعقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اسکی

حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کردی کہ جسنے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا بیٹا یا عیسیٰ و انکی ماں کو دو خدا جھوٹے منھ سے کہا وہ محض غلط ہی کہ تمام ملک آسمان و زمین و جو انمین ہی وہ فقط اللہ تعالے ہی کا ہی عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہین ہی اور ہر شے کہ جو اسکے مقدور مین ہی اور اسکی مملوک ہی وہ خدا کیونکر ہوسکتی ہی بلکہ مملوک ہی کہ او تعالے جل جلالہ جسطرح اسمین چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اسکی مشیئت و ارادت مین کسی کو دخل نہین ہی نہ اسکا کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو ۔ پاک ہی وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہی اسکے سوائے کوئی معبود نہین ہی **ف** ــ **قال فی العرائس** - قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین - انکی سچائی یہ تھی کہ قدم مین حادث کو فانی دیکھا کیونکہ انھون نے حق تعالے کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسکے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اسکی معرفت سے بندے عاجز ہین اور یہی انکی معرفت کمال ہی اور یہی صدق ہی جو اللہ تعالے نے انکے واسطے ذکر فرمایا ہی پس یہی عاجزی انکو اسوقت نافع ہوگی جب کہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس انکی فناء مین انکی دستگیری ہوگی اور او تعالے صفت بقاء سے انکو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہینگے ۔ حسین رح نے اس آیت مین کہا کہ جو بندہ احکام قضاء و قدر کے تحت مین یقین کے ساتھ اپنے آپ کو محکوم جانتا ہی اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہی اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہی اسکے صدق کے مقابلہ مین اسکا جہل و تقصیر عبادت فرو ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب وہ ملیگا جو فرمایا بقولہ لہم جنات ۔ اسے ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتین جسکے زیر سایہ صفات کی نہرین روان ہین اور یہ اسطرح ملیگی کہ لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی ۔ قولہ خالدین فیہا ۔ اس سے متصف باقی رہینگے ۔ ابدًا ۔ اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم ۔ یعنی قدم مین فانی ہوجانے کے بعد ادراک و حصول قدم مین متحیر پاکر یہ رضا انپر طاری ہوئی ۔ و رضوا عنہ ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جسکے مثل و نظیر نہین ہی ۔ اور یہ رضا ہی کہ کشف قدم کے ابواب انپر بند نہونگے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جاوینگے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہی تو حیرت سے سبکے سب مرجاتے سو جو اسکو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کرسکتا ہی اگرچہ جسکو فضل سے عطاء مشاہدہ ذات بلاحجاب ہی وہ حالت اولی مین مشاہدہ توحید مین پہونچا ہی کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہی ۔ اور اگر اللہ تعالے کی فضل و رحمت نہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا ہوجاتے اور باقی نہ رہتے پس انکو باقی رکھنا اور فناء سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہی ۔ قولہ وللہ ملک السموات والارض ۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد و خالق ہی پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہی اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہی اسکی قدرت کے تحت مین مطیع ہی ۔

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الآیٰت الثلث والا قل تعالوا الآیٰت الثلث مائۃ و خمس او ست و ستون آیۃ

سورہ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس سورہ کی سب آیتین ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہین اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) ہین ۔ **قال ابن کثیر** رح عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ سورہ الانعام مکہ مین نازل ہوئی ۔ یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری ایکبارگی نازل ہوئی اسکے گرد ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے تھے ۔ رواہ الطبرانی و ابن مسعود رض سے بھی یہی تعداد فرشتون کی

مکی ہونا مروی ہے۔ جابر رضہ نے کہا کہ جسوقت سورہ انعام اتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورہ کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اسکے ساتھ ایک موکب گروہ ۱۲ ملائکہ کا تھا جسنے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا انکی تسبیح کی آواز سے زجل گونج ۱۲ تھا اور زمین گونجتی تھی و رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ و ابو الشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمر رضہ سے قریب اسکے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ اور اسکے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین۔ قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور انکو قائل کرنے مین یہ اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث و حشر سے منکر ہین انکو حجت سے قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ہے اللہ تعالے کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۵
سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا

ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی
پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں وہی ہے جن نے بنایا تمکو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک

اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ
وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہر رہا ہے اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان

وَفِی الْاَرْضِ ۭ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○
و زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالے کے واسطے ف بعض نے الف لام جنس کا ترجمہ کیا اور بعض الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو اللہ عز وجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قد مر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا۔ اور اسمین دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالے کے واسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام مین متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اسکو ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ سبحانہ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنے بھلائی کے ساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استغراق نکالنے کے واسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و مخبر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونے کے پھر مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ مین تین احتمال ہین ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاوین کہ جمیع حمد اللہ تعالے کے واسطے ثابت ہین یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونون امر مقصود ہین اور کمالین مین کہا کہ در صورت ثناء ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہو گیا یعنے در اصل و حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثناء مقصود ہے تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی مین ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود مین مستعمل ہین چنانچہ مثلاً خرید و فروخت مین مین نے خریدا یا مین نے بیچا در اصل اخبار ہین مگر خارج ہو کر انشاء مین

وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ۵ آیت کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہی اور اس سچے بھید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہین ولیکن بیان مین اسیقدر ہی کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہین کہ نصاری جو حالت شرک مین ہین اگر تو انکو بخشدے تو عزیز الحکیم ہی بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکون کو اللہ تعالے ہرگز نہین بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہین اور یہ اگلے پچھلے تمام مسلمانون سب کا مذہب ہی اور تمام انبیا و تمام امتین سابق جو مسلمان گذرے ہین وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہین بخشا جاویگا۔ اور یہان مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہی وہ یہ کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول عیسی علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کر دیا جو تمام خلائق کے دلون پر مخفی ہی سوائے ان بندون کے جو خالص السر ہین اور یہ محال ہی کہ عیسی علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہین ہی اور یہ تو ظاہر شرع مین صریح وارد ہی بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہی گویا اس سے اشارہ کیا جنطرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالے خالدین فیہا ما دامت السموات والارض۔ پس ان دونون صحابیون نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگون کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سر سے پیدا کیے جاینگے۔ اور ابن مسعود رض نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اسکے دروازہ بند ہونگے کہ اُسمین کوئی نہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمین احقاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہینگے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہی کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہین دیکھتا کہ لفظ کی عبارت کیونکر ہی۔ ان تعذبهم یعنے انکے کفر پر اگر تو انکو عذاب کرے۔ فانهم عبادك۔ یعنی بجا و درست ہی کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک مین وان تغفر لهم۔ یعنی جیسے امروزہ دنیا مین ہین تو تجھے کون مانع ہی۔ فانك انت العزيز۔ اپنی بادشاہت مین ایک اکیلا خود مختار ہی اسکے بخشنے مین تو نادان نہین ہی۔ الحكيم۔ آپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے مین حکمت والا ہی۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہین سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہی۔ قال المترجم جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کیے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر مین مع توضیح آویگا جسکا حوالہ دیا ہی۔ اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص و تلبیس ہی و بالجملہ یہ تو معلوم ہو کہ اہل النار ہمیشہ آگ مین رہینگے اور خلاص نہین اور موت بھی نہین ہی اور دار آخرت سب باقی و پایدار ہی وہان فنا نہین ہی اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کر دی ہی کہ تبدیل جلود اور جلد کے نئے سر سے دوزخ مین انکے جسم تیار ہو جانے مین بھی ایک التفات رحمت ہی۔ فافہم۔ اور نیز۔ ان تعذبهم۔ یعنی دعوی معرفت سے عذاب دے باین طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فنا مین ڈالے تو بندے ہین اور اگر انکی مغفرت کرے تو انکو مقام التباس مین ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کرین اور حجاب حظوظ مین پڑے رہین۔ وراق رح نے کہا کہ اگر انکو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اقرار کرتے ہین کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر انکے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہی۔ بعض نے کہا کہ عیسی علیہ السلام نے امت کے واسطے انبساط سوال مین نہین کیا اور حق تعالے سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرماوینگے اور امتی امتی کہے جاوینگے یہان تک کہ تمام امت کے حق مین قبول ہو اور یہی وہ مقام محمود ہی جس سے آنحضرت صلعم مخصوص ہین اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرینگے کہ آپ برابر انبساط کیے جاوینگے اور حق جل وعلا فرماویگا کہ ہان تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہی کہ کام آوے گا سچون کو اُنکا سچ اُنکو ہین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

رہا کرین اُن مین ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُنسے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہی بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ کو سلطنت ہی آسمان و زمین کی اور جو اُنکے بیچ ہی اور وہ ہر چیز پر قادر ہی

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالے نے ف۔ بعض نے کہا کہ "عیسی علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقًا اخبار ہی اور اول اظہر ہی هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ یہ وہ دن ہی کہ کام آویگا سچون کو اُنکا سچ ف۔ یعنی یہ روز قیامت دن اسکا ہی کہ نفع دیوے ان لوگون کو جو دنیا مین سچے تھے مانند عیسی علیہ السلام وغیرہ کے انکی سچائی اس لیے کہ یہی بدلے کا دن ہی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اسکے انبیا و مومنین ہین کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت مین کچھ نافع نہین بلکہ انکو دنیا مین اسکا بدلا مل جاتا ہی اگر مشیت الٰہی مین مقدر ہو۔ پھر اللہ عز وجل نے انکے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقوله لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا انکو مین باغ جنکے نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُسمین ہمیشہ ف۔ یعنی انکے صدق اور طاعت کے بدلے انکو جزا ہی۔ اور یہ کیونکر بس فرمایا بقوله رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ اُنسے راضی ہوا ف۔ یعنی انکے مطیع ہونے سے او تعالی انسے راضی ہوا اور صحاح مین احادیث مین صحیح ہی کہ جنت ملنے کے بعد او تعالے فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہی کہ مین تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہوگا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف۔ یعنی او تعالی کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب خوشدل راضی ہونگے اور یہ بھی احادیث صحاح مین صحیح ہی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہی ہی بڑی مراد ملنی ف۔ یعنی یہ فوز عظیم ہی اور خود ظاہر ہی کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلاله راضی ہی اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین جھوٹے تھے انکو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نکریگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھون دیکھکر ایمان لاتے اور سچے بنے ہین اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہی آسمانون و زمین کی ف۔ مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالے ہی کے ہین۔ وَمَا فِیْهِنَّ اور جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف۔ خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہو اور ما موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہی وہ فرمایا اور مَن نہین فرمایا اسمین غیر عاقل کی تغلیب ہی وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ہر شی پر قادر ہی ف۔ اور منجملہ ہر شی کے یہ بھی ہی کہ صادق و موحد کو ثواب دینا اور کاذب کافر کو عذاب کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ کل شی مین تو ذات باری تعالے بھی ہی کیونکہ فرمایا۔ اے شی اکبر شہادۃ۔ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہی۔ قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالے ہی پس معلوم ہوا کہ شی کا اطلاق ذات باری تعالے پر بھی ہی تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ مین سے ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہین ہی اور حق یہ ہی کہ ذات باری تعالے مین ایسی بحث کرنا لغو ہی کیونکہ شی کا لفظ اطلاق کرنا اور نہ کرنا صرف لفظی مفہوم ہی اور معنی مین ذات پاک حضرت حق تعالے وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہی پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی وہان کچھ بھی مجال نہین ہی اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالے اسکی قدرت کے تحت مین داخل ہی یا نہین تو کسی مجنون کے خیال مین بھی نہوگا کہ ذات کیونکر صفت کے تحت مین ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہی علاوہ برین یہ ایک نقص ہی جو جناب باری تعالے کی شان مین قطعًا محال ہی بالجملہ ایسی لاطائل بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالے نے اس آیت خاتمہ مین تحقیق

عیسیٰؑ کے حق مین جو کافرون نے کہا تھا اس سے اپنی بریت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ وپاکیزگی بیان کی۔ شیخ نے کہا کہ مجھے یہان ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہی کہ عموماً خطاب رسولون مین تو عیسیٰؑ بھی شامل ہین اور وہان مقام ہیبت وعظمت تھا پس مبہوت ہوکر متحیر و ساکت رہے۔ پھر جب مقام انبساط مین لاکر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال مین منبسط ہوکر بول اُٹھے اور سکوت نہین کیا **قال المترجم** شاید حاصل معنی یہ ہین کہ مقام عظمت وہیبت مین سب رسول خاموش رہینگے اور پھر مقام مشاہدہ جمال وانبساط مین لائے جاوینگے تو سب کے سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ انکے مقام پر بولینگے۔ **قولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک**۔ یعنی میرے نفس مین جو تیری توحید ومعرفت وتنزیہ وتقدیس وتعظیم واجلال اسطرح ہی کہ ہر ضد وند وشرک وشریک وہر چیز جو تیری شان کے لایق نہین ہی سب سے تیری تقدیس ہی جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہان سے مین ایک شریک بناتا اور کہان یہ کہ کافر ومشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو الٰہ بنالئے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہی پس جو کچھ میرے نفس مین توحید واجلال ہی وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہی۔ اور قولہ ولا اعلم ما فی نفسک۔ یعنی جو غیب اور غیب الغیب ومکر القدم تیرے غیب مین ہی وہ مجھے نہین معلوم ہی۔ اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم اولیہ وجود ازل وقدیم ہی مجھے نہین معلوم ہوسکتا۔ **قال المترجم** اسمین اشعار ہی کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات وصفات باری تعالے مین غور وفکر نہ کرے گمراہ ہوجائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات وتوحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ انکی کیفیت کی فکر مین پھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام سے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہی۔ فافہم۔ شیخ حسینؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی۔ یعنی تو میرے نفس کے کنہ وماہیت سب سے خوب واقف ودانا ہی کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کردیا ہی اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہوسکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہی ہان معرفت وتوحید سے آگاہ ہون۔ **قال المترجم** بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہی جیسا کہ شرح مثنوی رومی از بحر العلوم مین مذکور ہی لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہی اور ظاہرا زبانی باتین کرنے والون کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت وانکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہی بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہی اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو جابجا صحیح بیان کیا ہی۔ فافہم۔ اور شیخ جنید رحؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہی سب تو جانتا ہی اور جو علوم وعنایت تیری مجھ پر ہی اسمین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہی اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہی اور جو تیرے غیب مین ہی وہ مین نہین جانتا ہون۔ **قال المترجم** اچھا قول ہی۔ قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف ودانا خوب جانتا ہی اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہی تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون۔ **قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ**۔ یعنی مین نے اسلئے یہی کہا کہ اللہ تعالے پروردگار قدیم میرا تمہارا پیدا کرنے والا ہی اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کردو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کردیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہی تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد وند نہین ہی۔ بلکہ کسی کو اس سے مشابہت ہی نہین ہی۔ **قولہ وکنت علیہم شہیدا**۔ یعنی دنیا مین انکی فرمانبرداری ونافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلان منافق ہی اور فلان

ایسا ہی ہی- اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم- یعنی وحی و رسالت جب تک انکو پہونچاتا تھا تب تک انکی طرف میری توجہ تھی کہ انسے واقف تھا اور پھر جب تونے مجھسے اکوان یعنی حوادث کو فنا کردیا باین طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہوگیا تو اکوان و حوادث کی خبرین مجھسے بند و غائب ہوگئین چنانچہ فرمایا- قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم- حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تونے پیدا کیا ہی اور تو قدیم ہی کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہی تو تجھپر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہوسکتی ہی- اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور جو تیرے انوار مشاہدہ مین از خود رفتہ ہوجاوے جیسے مین بندہ ہون کہ تونے مجھکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کرلیا قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ- یعنی مجھے زبان بولنے کی کہان سے مل سکتی ہی لیکن اسیقدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ- مترجم کہتا ہی کہ اشارہ یہ ہی کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین انکی گویائی وحرکت سب بقوت قدم ہی پس بندہ صالح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تونے عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تونے نہین فرمایا ہی فافہم- قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم- یعنی جب تونے مجھسے ابلاغ رسالت کا بوجھ اٹھالیا تو پھر تو ہی انپر نگہبان رہا کہ اپنے احکام قضاء وقدر سے جو تونے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہی- شیخ ابوبکر فارسی رح نے اس آیت مین بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہی سب چیز اسکی نظر سے ساقط ہوجاتی ہی لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہین آتا ہی اگر اوتعالے اسکو آگ مین ڈالدے تو اسکو وہی وطن ہی وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اسکا وطن ہی اور نجات و ہلاک ایک آنکھ سے ہی جو کچھ حجاب تھا اسنے چشم تفرید سے مٹادیا اور مخاطبہ یعنی خطاب کرنے والا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہوگیا اور بات یہی رہگئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا- قال المترجم مرتبہ توحید و تفرید مین بقاء فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہی اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہی اور جملہ صفات اسکے فانی ہوجاتی ہین اور بقاء اسکو بصفات حق عزوجل ہوتی ہی اور یہ معنی نہین ہین کہ یہ مخلوق جاکر خالق سے متحد ہوجاتا ہی کیونکہ یہ محال ہی اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہی اسکو حقیقت سے خبر نہین اور نہ کبھی خبر ہوگی ہان کیفیت اسکی عارف باللہ تعالے جانتا ہی عوام کی سمجھ سے خارج ہی وقد قال الشیخ قد تاہت العقول ودرست الرسوم وبطل ما کانوا یعملون- عقلین حیران ہوگئین اور رسمین مٹ گئین اور جو کرتے تھے باطل ہوگیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہی تمام بسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم مین بیان کیا ہی اور خود شیخ اکبر رح نے فصوص الحکم وغیرہ مین تصریح کردی ہی کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہین ہوتا بلکہ ممکن و بندہ و مخلوق ہی رہتا ہی جو تھا یہ صرف فناء و بقاء ہی اور وصول بدرگاہ مولے جل و علا اور یہ صرف زبانی باتون اور ہواو ہوس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہین ہوتا اور نہ عقل یہان کام کرتی ہی جیساکہ شیخ رح نے بیان کیا اور مولوی جامی رح نے شرح فصوص الحکم کی منہیہ مین تصریح کردی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہوکر حقیقت کو طے کرکے وہان نہ پہونچین اور اس فضل الٰہی سے انکو حصہ نہ ملے تو زبانی باتون سے وہم و قیاس کرنے مین گمراہ ہونگے اور امید نہین کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہی کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہون اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالے پہونچادے تو وہان سے البتہ کسیقدر تمیز انکو حاصل ہوگا- شاہ ابوالحسن رح نے خوب کہا ہی ؎ ہی ولایت اور صلاحیت تو دور ÷ پہلے تو مومن تو ہو اے بے شعور ÷ اور امر عظیم اسرار و حقائق ہین ہر ابجد خوان کب مذاق شعر و سخن سمجھا یا جا سکتا ہی اور ہر گنوار کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین- قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک

مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت مین مرتد ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباس رضہ مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ
یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری امت کے دوزخ کی طرف پکڑے ہوئے جاتے ہونگے تو مین کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ
رہے ہین تو مجھکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہین جانتا کہ ان لوگون نے تیرے بعد کیا حرکتین نکالین تو مین وہی کہونگا جو بندہ نیک یعنی عیسی علیہ السلام
نے کہا وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئ شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم
فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائیگا کہ جب سے تو نے انکو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤن پھر گئے۔ رواہ ابو داود الطیالسی
والبخاری۔ پھر عیسی علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ باللہ تعالے مین کوئی نہین ہون یہ سب تیرے بندے ہین۔ اِنْ
تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تیرا جی چاہے انکو عذاب کر تو تیرے بندے ہین ف پس تو ہی انکا مالک ہی جو چاہے جو تصرف کر
تجھپر کوئی اعتراض نہین۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اگر تو انکی مغفرت کرے یعنی انہین سے ان لوگون کی
جو توحید پر اسلام لائے ہین تو تو عزیز الحکیم ہی ف گویا تین فرقہ مین سے دو فرقہ جو مشرک ہوئے تھے انکو اور انکی شاخون کو تو معذب کہا
کہ انپر عذاب کریگا تو تو مختار ہی اور ایک فرقہ جو بعد عیسی علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونون مشرک فرقون نے ہلاک کر ڈالا اس
موحد مسلمان فرقہ کے حق مین ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہون لیکن مشرک نہین ہین یا انھین کے مانند بعضے شام کے
نصرانی وحبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہین ان سب کو بخشدے اور انکے گناہون سے درگذر فرما تو تو غفور رحیم ہی اور یہ معنی نہین ہین کہ
مشرکون کو بخشدے تو غفور رحیم ہی اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہوگا پس حضرت عیسی علیہ السلام جو بزرگ
رسول تھے ایسی بات نہین کہہ سکتے ہین جو قطعاً ممنوع ہی اور یہ تو بندہ مومن نہین کریگا اور بعض نے جو کہا کہ شاید اُنپر یہ بات پوشیدہ رہی ہو
جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق مین استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ۔
تو یہ وہم اور غلط ہی صحیح یہ ہی کہ یہ بیزاری ہی نصاری کے حال سے جنھون نے اللہ تعالی واسکے رسول پر جھوٹ باندھا۔ قال ابن کثیر رح
اور اس آیت کے واسطے ایک نشان عجیب ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک
کہ صبح ہوگئی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالی ان
تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہی پھر جب صبح ہوئی تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے
کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالے
ملنے والی ہی ایسے شخص کے واسطے جسنے اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل مین ابوذر رضہ سے
ہی کہ پھر جب صبح ہوگئی تو مین نے عبد اللہ بن مسعود رضہ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعود رضہ نے
کہا کہ مین آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھسے فرماوین تب مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون رات آپ ایک ہی
آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم مین سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس مین اسپر کچھ مضائقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ مین نے
اپنی امت کے واسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے انھین سے مطلع ہو جاوین تو نماز
چھوڑ دین (یعنے جو ناسمجھ لوگ ہین) مین نے عرض کیا کہ بھلا مین لوگون کو خوشخبری نہ دیدون فرمایا کہ ہان دیدے پھر مین ایک پتھر پھینکنے کے اندازہ
بھر دور گیا ہونگا کہ عمر رضہ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدینگے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے (یعنے انجام کار گمراہ ومشرک ہوکر محروم ہو جاینگے

تو آواز دیکر مجھے واپس بلالیا- رواہ احمد- اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ نبی ؐ نے پڑھا قول عیسیٰؑ- ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ- پھر اپنے ہاتھ آسمان کیطرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم امتی- یعنی میرے پاک پروردگار میری امت کیطرف نظر رحمت فرما اور روئے- پس اللہ تعالے نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جا اور پروردگار تعالی دانا تر ہی تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیون روتا ہی پس جبریلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبریلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری امت کے معاملہ مین تکو خوش کردینگے اور تجھکو ناخوش نکرینگے- رواہ ابن ابی حاتم عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادہ عن عبدالرحمن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثا- اور حدیث حذیفہ بن الیمانؓ جو مسند احمد رح مین ہی اور حدیث عائشہ وحدیث دیگر صحابہ جو صحاح و سنن مین ہین اسکی مؤیدات ہین واللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین- اور یہ اہل اسلام و ایمان کو عمدہ بشارت و خوشخبری ہی لیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین اہل اسلام نے اپنے کو شرک مین مبتلا کر ڈالا- اے لوگو شرک سے بچو اے لوگو تمھارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہون وہ آسان ہین لیکن شرک سے بچو- ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذر و حدیث عبداللہ بن عمرو مین کسقدر مسرت و خوشی ہی لیکن یہ شرط مذکور ہی کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہی اس قوم وان لوگون کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوشحال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

ف- قال فی العرائس قولہ تعالے واذ قال اللہ یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ- اسمین او تعالے سبحانہ نے عار و ملامت دلائی ان لوگون کو جو کہتے ہین کہ شرک کرنے کو عیسی علیہ السلام نے کہا او کہتے ہین کہ آپ اللہ ثالث ثلثہ- پس اللہ سبحانہ و تعالی نے برملا ظاہر کردیا کہ عیسی علیہ السلام اس بہتان سے بری ہی چنانچہ عیسیؑ کا قول ہی- قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق اور نیز اسمین لطیف اشارہ ہی کہ اللہ تعالے عزوجل نے کافرون کو انکے دروغ و بہتان باندھنے مین مخاطب نہین فرمایا کہ وہ توحید و اسلام سے برگشتہ ہوکر شرک و ضلالت مین پڑگئے فقط اتنا نام رہگیا کہ عیسی علیہ السلام کے پیرو ہین تو ان کافرون کے بارہ مین اپنے رسول پاک حضرت عیسی علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن مین کافرون کو ایک ایک شرم و ملامت کے باوجود قطعًا معلوم ہوگیا کہ وے لوگ بُری طرح شرک و گمراہی مین پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالے نے بہت سی نعمتین عطا فرمائین- اور کافرون کو مردود کرکے فقط عیسیؑ کے خطاب کرنے مین ایسی ہی بات ہی جیسے دنیا مین بادشاہون کو یہ طریقہ الہام ہوگیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہی تو انمین سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہی اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہی اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالے نے عیسی علیہ السلام کو مقام عظمت و کبریائی کے تحت مین پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدوث ہین انکو قدم مین فنا کردے اور اگر اللہ تعالے کا فضل نہوتا تو اس خطاب عزیز و جلیل سے سرفرازی حاصل نہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالت محمد صلعم ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ مین اولی ہون عیسی بن مریم کے ساتھ کہ میرے واسکے درمیان کوئی نبی نہین ہی- شیخ عبدالعزیز المکی رح نے کہا کہ اگر اللہ تعالے کی رحمت نہوتی کہ عیسیؑ کو ثابت رکھا تو وہین شرم و خجالت سے پانی ہوجاتے اور یہ شرم انکو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر اُنسے کہا جاتا کہ یہ عتاب دیا جاوے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کرلیتے اور جنھون نے دنیا مین انکو شریک بنایا وہ اُسدن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھینگے کہ اسوقت انکو سوجھیگا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ مین جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسی علیہ السلام کی طرف ربوبیت کی نسبت کرین- ابن عطاء رح نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھون نے عرض کیا کہ لا علم لنا- تو یہ دہشت و عظمت ہی کیونکہ اسمین اظہار عظمت کا سوال تھا پس وہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسی علیہ السلام سے جو سوال ہوا وہ خود عیسیؑ کا قصہ وحال ہی پس سکوت زیبا نہین پس

معلوم نہین بلکہ اوتعالی سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہی صرف اسطرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہی۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہی کہ انکی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عزوجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھون نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرین تاکہ انکی قوم سنے اور ظاہر ہوجاوے کہ محض انھون نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ ؑ کو معبود بنا کر انکی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ آخر زمانہ مین جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو جہاد و قتل سے توحید پر لاوینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہی جو مفسر رح نے بیان کیا۔ اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رح کی غرض یہ ہی کہ یہ دنیا کا واقعہ نہین ہی جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا مین واقع ہوا اور ابن جریر رح نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالے نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہی اور دوم قولہ ان تعذبہم اور وان تغفر لہم۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان دونون دلیلون مین نظر ہی کیونکہ بہت سے امور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کرین۔ اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہی کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالے کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہی جو تو چاہے وہ کر اور مین تیرا بندہ ہون اور یہ معنی نہین کہ عذاب دیدے یا مغفرت کردے کیونکہ جملہ شرطیہ ہی اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہی۔ اور حضرت قتادہ وغیرہ سے ذکر کیا کہ یہ قیامت مین ہونے والا ہی اور قتادہ رح نے اسپر دلیل بیان کی لقولہ تعالے ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ۔ جو اس سے متصل ہی اور یہی جمہور کا قول ہی اور یہی اظہر ہی اور کہا کہ اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہی اسکو وہ حافظ ابن عساکر رح نے عمر بن عبد العزیز رح کے آزاد کیے ہوئے غلام شیخ ابو عبداللہ کے ترجمہ مین روایت کی اور کہا کہ ابو عبداللہ ثقہ تھے اسنے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام وانکی امتین بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالے اسکو اپنی نعمتین یاد دلاویگا پس اسکو نزدیک فرما کر کہیگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ یہان تک کہ فرماویگا۔ یا عیسیٰ بن مریم اانت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ ؑ انکار کرینگے کہ پروردگار مین نے نہین کہا ہی۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہینگے کہ ہان اسنے ہمکو یہی حکم دیا تھا اسلیے آخر الحدیث۔ اور آخر مین ہی کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کیجائیگی اور دوزخ کی طرف ہانک دیے جاوینگے۔ قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہی کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالے فرماویگا۔ **یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰـہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ** اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تونے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے ف۔ یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کے واسطے حشر کے مجمع عام مین پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہی کہ اتخذونی وامی الہین ثابتین من دون اللہ۔ یعنی اللہ تعالے کے علاوہ عیسیٰ ؑ کو اور مریم کو دو الہ بنالو۔ کیونکہ نصاریٰ مین ایک گروہ ہی کہ اللہ تعالے کو تین خداؤن مین سے تیسرا قرار دیتا ہی اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہین اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہین اور اس زمانہ مین بہت سے ایسے پائے جاتے ہین جو اقنوم کا مصداق مجموعہ باپ و بیٹا و روح قدس کو قرار دیتے ہین بالجملہ یہ ایسے کلمات ہین کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر

کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عز وجل کو سنینگے تو تھرتھرا اُٹھینگے اور ہر بن موسی خون کے چشمے جاری ہو جاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالے - قَالَ سُبْحٰنَكَ کہیگا عیسیٰؑ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہی تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف خواہ شریک ہو یا کوئی اور چیز ہو - مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ مجھے کہاں سے سزاوار ہی کہ میں وہ بات کہوں جو حق و سچ نہیں ہی میرے واسطے ف مفسر رح نے کہا کہ بحق باء زائدہ تاکید یہ خبر ہی لیس کی اور لی زائدہ ہی فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق و سچ نہوا اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے - حاصل آنکہ حضرت عیسیٰؑ یہ سوال سنکر کانپ اُٹھینگے اور انتہاء درجہ کا یہ ان بول ہی کہ سوائے حق تعالے عز وجل کے کسی کو اِلٰہ بتاوے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہی تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرا تھراتے ہوئے پہلے اللہ تعالے کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جبکہ میں کسی طرح لایق ہی نہیں ہوں اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولی میرے پروردگار تجھکو ضرور معلوم ہوتا ف کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ تو وہ سب جانتا ہی جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف کیونکہ تو علام الغیوب ہی ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا کہ جو تیرے علم میں ہی ف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور اسمیں سے مجھکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہی میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہی - اور تیری شان پاک کہاں - اور میں بندہ کہاں - اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ حقا کہ تو علام الغیوب ہی - اور نفس بمعنی ذات ہی اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشی - اور زمخشری رح وغیرہ نے واتقان میں مفسر رح نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہی جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہی اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے مقابلہ میں و لا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور لنفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہی اس معنی پر اللہ تعالی کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہی اور ابو ہریرہ رض سے مرفوع روایت ہی کہ او تعالے اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرمادیگا اور اللہ تعالے خوب جانتا ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہی اور نصاری نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہی - اور عیسیٰؑ نے خود عرض کیا - مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ میں نے نہیں کہا انکو مگر جو تو نے حکم کیا مجھکو ف اور وہ یہ ہی کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عز وجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہی ف گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی و ربکم سے اشارہ کردیا کہ جب یہ کیفیت ہی کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالے ہی ہی تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہی - وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور میں انسے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا انکے باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا - فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پھر جب تو نے مجھکو گم کردیا ف یعنی انکے بیچ میں سے معدوم کردیا - یعنی قبض کرلیا آسمان کی طرف اٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالے انی متوفیک ورافعک الیّ - كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ تو ہی انکے اعمال کا نگہبان انپر رہا - وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ - اور تو ہر چیز پر شاہد ہی یعنی مطلع و دانا ہی ف خواہ وہ بات ہو جو میں نے انسے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہی - واضح ہو کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہوگئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انپر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے

من مواضع من القصۃ و قال ابن کثیر اثر غریب جدا - پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد وحسن سے روایت نقل کین کہ مائدہ نازل نہین ہوا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہین اور تقویت اس قول کی یون بھی ہوتی ہی کہ نصاریٰ نے اپنی کتابون مین ذکر نہین کیا اور قرآن مجید مین کوئی امر منصوص نہین ہی ہان قولہ انی منزلہا علیکم - سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہی پس نازل ہوا اور خیال و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہین اور شاید یہی صواب ہی واللہ اعلم - و مترجم کہتا ہی کہ انی منزلہا علیکم - مین یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ مین اتارونگا تو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اسکو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہین کیا ہی لیکن چونکہ انھون نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہین ہوا - بالجملہ قرآن مجید مین یہ امر منصوص نہین کہ نازل ہوا یا نہین نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہی ہان سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہین بعض مین ہی کہ نازل ہوا اور بعض مین ہی کہ نہین نازل ہوا و قول اول اصح ہی و اللہ اعلم ف

قال فی العرائس قولہ تعالے و اذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الآیۃ - اس قوم کو اللہ تعالے نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب و خطاب کو قلوب و ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو انکو تلوین مین دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ بھی انپر طاری تھا پس انھون نے دفع معارضہ نفس و دشمن کے لیے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کے لیے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام مین سے ترقی پر تھے تو نہین دیکھتا کہ خواص مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے انھون نے ابتدائی حال مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ - اور اللہ تعالیٰ نے انکو تنبیہ کی کہ - اولم تؤمن - تو عرض کیا بعد دفع وسواس کے کہ - بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی - پس او تعالیٰ نے فعل مین قدرت دکھلا دی کہ یون ہی مناسبت تمام ہی چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہی اور ان دونون وصفون مین کوئی شک نہین ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے - بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کلمہ سنا تو انپر یہ سخت شاق گذرا اور انکی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر انگیز ہی اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین - یعنی جو وسواس خاطر پر جاری ہوتے ہین اسمین اللہ تعالیٰ سے خوف کرو - حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کرلو کہ جو خطرات تمکو تمہارے نفس کی وساطت سے آتے ہین انکے دفع کرنے مین مشغول ہو جاؤ تاکہ غیر الٰہی مین تمہارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب نہو جاؤ - اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہو کر واصل ہوا اس سے بھلا نہین معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدون کا حال ہی پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہین ہی چنانچہ کہا - قالوا نرید ان ناکل منہا الی آخرہ - حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہی کہ آپ ہمارے بدنون کو جو ابھی محل وسواس و خواطر ہین اسی طرح غذاء جنت سے تربیت فرمائیے جیسے آپ ہماری ارواح کو غذاے روحانی و مشاہدہ غیب سے تربیت فرماتے ہین اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائیگا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ ہم مین کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دیدار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے مین شاہد ہونگے اور مابعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور نیز آپ نے ہمکو اللہ تعالے کے بندون مین سے خاص و محبوب قرار دیا ہی تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہین اور آپ سچے ہین اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہین یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰ ع نے انکی مراد کی درخواست کی بقولہ اللہم انزل علینا مائدۃ من السماء - آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہین مانگا اسواسطے کہ اسمین روحانیت

وطمانیت وملکوتیت ہوتی ہی اور اسمین ان عناصر کا میل نہین ہوتا جس سے اللہ تعالے کی نافرمانی پیدا ہوتی ہی اور آسمان سے طلب کرنے مین خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہی- قولہ تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا- یعنی تو اسکو عید وصال کردے اور وعید مسرت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہو کہ لوگون کے واسطے عید ہو جاوے اور ایسے اعمال صالحہ کرین کہ جس سے مستحق قبولیت ہون اور [illegible] کہ ناشکری مین گرفتار ہون جس سے مردود ومہجور ہو جاوین اور نیز عید باین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عروج حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والون کے واسطے جو مقام ارادت مین ہین اور آخر والون کی عید ہو یعنی منتہیون کے واسطے- اور قولہ وآیۃ منک- یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو- پھر اللہ تعالے نے انکے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے انکو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ- یعنی جسنے تیری آیات وافعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور وخواہش نفسانی مین پڑگیا اور دنیا کی خواہش کو آیات وآخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ الٰہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہین پہونچتی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہین اور درگاہ وصل تک رسائی نہین اور حسن وجمال سے محروم ہی اور اسپر عذاب فراق نہایت سخت وشدید ہی- شیخ ابو عبد اللہ نے کہا کہ مین ابتدائے حال مین خواب مین تھا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے جگایا اور فرمایا کہ اٹھ کیا سوتا ہی جسنے حق تعالے کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت مین پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ
اور جب کہے گا اللہ اے عیسے مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو دو معبود

دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ
سوائے اللہ کے بولا تو پاک ہے مجکو نہین بنتا کہ کہون جو مجکو نہین پہونچتا اگر مین نے

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا تو جانتا ہی جو میرے جی مین ہی اور مین نہین جانتا جو تیرے جی مین ہی بیشک تو ہی ہی جاننا

الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ
چھپی بات مین نے نہین کہا اُنکو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہی میرا اور تمہارا اور مین

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَ
اُنپر خبردار تھا جب تک انمین رہا پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُنکی اور

اَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
تو ہر چیز سے خبردار ہی اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین اور اگر انکو معاف کرے تو تو ہی ہی زبردست حکمت والا

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اے واذکر اذ یقول اللہ یعنی بیان کردے جبکہ اللہ تعالے فرماویگا ف یعنی عیسی علیہ السلام سے قیامت کے روز انکی قوم نصاری کی سرزنش وملامت کرنے کے واسطے- حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہی بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے آذ ظرف کے تحت مین بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھین اور مابعد کا سوال حقیقی استفہام باین معنی نہین کہ او تعالی جل جلالہ کو

جیسے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک گروہ مشرکون سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری امت مین سے قریب تیس (۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعوی کریگا۔ الی آخر مافی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا۔ اور احتمال ہی کہ شاید مسخ باطنی ہوا لا انکہ خسف باطنی غیر مشعور رہی اور احتمال ہی کہ مسخ ایسا نہو جو اصحاب مائدہ کے حق مین ہوا اور احتمال اول ارجح ہی۔ بالجملہ اللہ تعالے نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جسکا پایان نہین ہی۔ اور مروی ہی کہ جب حواریین نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر امر او کفر سے کفران نعمت ہی یعنے شکرگزاری و فرمانبرداری نہ کرسکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی کہ طاعت وعبادت مین بے فکر رہین بہرحال خوف کرکے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہین مانگتے ہین پس مائدہ نازل نہوا اور یہی قول مجاہد وحسن رح سے مروی ہوا۔ لیکن ثبوت مین تامل ہی اور صحیح یہ ہی کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلہا علیکم سے معلوم ہوتا ہی کیونکہ وہ وعدہ ہی اور خلاف وعدہ ہو نہین سکتا اور یہی جمہور امت ومشاہیر ائمہ علماء کا قول ہی۔ قال المفسر رح۔ نزلت الملائکہ بہا من السماء علیہا سبعۃ ارغفۃ وسبعۃ احوات فاکلوا منہا حتی شبعوا قالہ ابن عباس۔ مفسر رح نے کہا کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھون دیکھتے مائدہ لیکر اترے پس ملائکہ نظر نہ آتے اور خوان نظر آتا یہان تک کہ سامنے لاکر رکھا اسپر سات گردہ روٹیان اور سات مچھلیان تھین پس حواریون نے اس مین سے کھایا یہان تک کہ سب سیر ہوگئے یہ ابن عباس رضہ نے فرمایا ہی۔ وفی حدیث انزلت المائدہ من السماء خبزا ولحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا وادخروا لغد فرفعت ومسخوا قردۃ وخنازیر۔ یعنی اور ایک حدیث مرفوع مین آیا ہی آسمان سے مائدہ اترا روٹیان وگوشت تھا پس انکو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھین اور نہ ذخیرہ اندوختہ کرین مگر آخر انھون نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھون نے ایسا کیا تھا مسخ کرکے بندر وسور کردیے گئے۔ قال فی الکمالین اسکو ترمذی رح نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہی اور یہی اصح ہی۔ وقد رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ ایضاً۔ واضح ہو کہ قولہ عیدا لاولنا وآخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ جماعت کثیر مین سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکسان پاوین بدلیل روایت ابن عباس رض کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جسپر سات روٹیان وسات مچھلیان تھین وہ انکے سامنے رکھا پس اسمین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہوکر کھایا۔ وعن عمار رح خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمار۔ یہ قصہ مائدہ والون کا اور انپر عذاب ہونے کا بیان کرکے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون وبکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالی نے تم مین اپنے ایسے بزرگ مکرم رسول صلعم کو بھیجا جسکا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اسنے تمکو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤگے اور تمکو منع کردیا کہ سونے وچاندی کو خزانہ بناکر اسطرح نہ رکھنا کہ اسکی زکاۃ ندو اور جو حقوق ہین انمین خرچ نہ کرو اور قسم ہی اللہ پاک کی کہ رات دن نہین گزرینگے کہ تم انکو خزانہ بناکر اس طور سے رکھوگے جس سے تمکو ممانعت ہی اور پھر اللہ تعالے تمکو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر **قال المترجم** اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہی کہ اسمین آیا ہی کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہی یعنی مال سے شروع ہوگا پھر عذاب وفتنہ مین پڑکر وہی بدافعال کرنے لگینگے جو بنی اسرائیل واگلی امتون سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت وبعض بیان ہی اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہی اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے

اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہی اور اسمین ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین شروط تھین اور کہتے تھے کہ اے اللہ تعالے میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ الٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی مین الٰہی ہم بندون کو اسکا شکرگزار کر دے الٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ الٰہی اسکو سلامت و عافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہان تک کہ وہ عیسی و حواریون کے روبرو اُترا اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی اور عیسی ؑ و حوارین شکر کے سجدہ مین گر پڑے کہ انکو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی انکو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہی اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور انھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے انکو غم و غصہ و حسد و عداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت مین ہی کہ اسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسی علیہ السلام نے نیا وضوء کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اسمین مچھلیون کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کراث یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریان و انار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین۔ اور نیز اسمین ہی کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہی یا جنت سے ہی تو حضرت عیسی ؑ نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہو جاوین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہی پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسی ؑ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہی اسکو اللہ تعالی نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہی اسکی قدرت ایسی ہی کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہی وہ پیدا ہو جاتا ہی۔ پھر حواریون نے کہا کہ یا عیسی ؑ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہمکو خوشی ہی تو حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہان تک کہ اور آیت مانگتے ہو۔ پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالے کے حکم سے زندہ ہو جا وہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہی۔ یہ دیکھکر لوگ گھبرائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہی کہ اللہ تعالے تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان دکھلاتا ہی تو تمکو کراہت ہوتی ہی مجھے بڑا خوف ہی کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کیے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالے کی ارادت و قدرت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھنی ہوئی پاکیزہ ہو جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچا پس حضرت عیسی ؑ نے محتاجون اور لولے لنگڑون کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہو اور دوسرون پر عذاب رہے انھون نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت ملکر ایک ہزار تین سو آدمیون نے کھایا پس جنھون نے کھایا تھا وہ تونگر ہو گئے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہو گئے اور حواریون و لوگون پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیون کے کھانے کے بعد عیسی ؑ و حواریون نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اسمین کوئی کمی نہین آئی تھی پس وہ خوان اُٹھایا گیا یہان تک کہ نظرون سے غائب ہو گیا۔ پھر اسکے بعد جب مائدہ اترتا تو اسکا اثر فقط آسودہ ہو جاتا تھا پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب ملکر ہجوم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہی کہ اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ اے عیسی ؑ اس طعام کو فقیرون و یتیمون و لولے لنگڑون کے واسطے قرار دے اور تونگرون کو مت دے اور نیز مذکور ہی کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگرون کے دلون مین بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگون کو شک مین ڈالا آخر عیسی علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہی مجھکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالی نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والون کو عذاب کرونگا حتی کہ اخیر رات مین سور ہو گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد جمعہ ابن کثیر و قد اغربت

مخمصہ سے فارغ ہوکر عبادت پر قوت پاوین پس عیسی علیہ السلام نے انکی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن انکو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالی عزوجل کی جناب مین تقوی و ڈرکرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہو جاوے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ رہو پس رزق کے طلب مین مشقت کرو اور اللہ تعالی پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقوی کرو تاکہ تمہاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالی کو محبوب ہوتا ہی۔ وقد قال تعالے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباس رضی سے مروی ہی کہ عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالے کے واسطے تیس (۳۰) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہی جسکے لیے کام کیا ہو پھر انھون نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہونے کے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہمنے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہمکو خوب کھانا کھلاتا پھر مائدہ کی درخواست کی تو عیسی علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قَالُوا نُرِيدُ أَن نَّأْكُلَ مِنْهَا بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہین کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاوین اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاوین ہمارے دل ف یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلون کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ أَن قَدْ صَدَقْتَنَا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت مین سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا یقین اور علم تمھاری نبوت مین زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ اور رہین ہم اسپر گواہ ف یعنی جو غائب ہین انکو ہم شہادت دینگے یا اللہ تعالی کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہون نہ فقط سُنی سنائی کہنے والے۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت مین ترقی ہو اور غائب لوگون کے لیے ہم مشاہدہ بیان کرتے والے ہون۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباس رضی مذکورہ وجہ چہارم مین اشارہ ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے انکو مزدور آخرت بنایا اور انھون نے مزدوری مین دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہی اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہین لیکن اشعار ہی کہ قوم اعلی کا یہ حال تھا تو مابعد والون کا کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہی کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کرکے روتے کہ ہمارے بدلے شاید ہمکو دنیا مین ملے جاتے ہین پس کتنا بڑا فرق ہی واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہی کہ معرفت الٰہی مین انکا قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہین پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہین انمین سے اوسط درجہ اگلی امتون کا اعلی درجہ تھا جیسا کہ سابق مین اسکا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیر رح گذر چکا ہی فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو انکی غرض معلوم اس بیان کے موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا بولا عیسی مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہمپر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے اگلون اور پچھلون کے لیے ف یعنی مائدہ اترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو۔ اور لاولنا بدل از لنا ہی باعادۂ حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ اور مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا ہونگے۔ اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اسکی تعظیم و تشریف کرین۔ بعض اکابر سے گذرا کہ اللہم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا ہی اور ربنا بدل ہی تاکہ رحمت پرورش کی تجلی ہو۔ بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہین۔ اور صحیح یہ ہی کہ روز جمعہ روز مبارک ہی وہ اگلی امتون کو نہ ملا بلکہ یہودی سنیچر پر جمے وہی انپر مفروض ہوا اور نصاری اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالے نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث

باب جمعہ سے واضح ہی۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہی اور نام اسکا خواہ بوجہ اسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات مین عود کرتا ہی یا بوجہ آنکہ اسمین عود الناس یعنی لوگون کا اجتماع ہی یا فرح وسرور پھیر لاتا ہی یا عادت معتود ہی یا مانند اسکے اہل لغت کے وجوہ بیان ہین۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والون و پچھلے آنے والون کی عید ہو جاوے وَاٰيَةً مِّنْكَ تیری قدرت پر اور میری موت پر نشانی ہو جاوے۔ وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہمکو ف۔ یہ عطف ہی۔ انزل علینا پر یعنے مائدہ اُتار دے اور ہم کو یہ رزق دے۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ توہی ہی بہتر روزی دینے والا ف۔ یہ بندون کی سمجھ کے موافق نصیحت ہی کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہین ورنہ درحقیقت رازق وہی پاک پروردگار ہی اور اسباب درحقیقت محض ایک بہانہ ہی بلکہ نظر کی خطا ہی اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالے پر توکل کرنے کا امتحان ہی اور تحقیق اسکی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکی ہی فتذکر اور اس امتحان مین بہتیرے ہواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہین حالانکہ ہزارون دفعہ انکی تدبیر پوری نہین ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہی مگر نہین سمجھتے ہین اللہ تعالے اپنے فضل سے ہدایت فرماوے۔ اس کلام مین اشارہ ہی کہ امر خیر جو مورث فرحت وسرور ہو وہ اللہ تعالی کی طرف سے عید ہوتا ہی جیسے روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہین بنتا ہی اسی واسطے نجعلہا عیدا۔ نہین کہا یعنی ہم اسکو عید بناوین نہین فرمایا اور مومنین کے لیے رمضان کی عید لفظ اس امر کا کمال سرور ہی کہ اللہ تعالے نے روزے پورے کیے حالانکہ ان روزون کے کیا فضائل ہین اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہی کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کے لیے باقی رکھا اور جانور کو اسکا فدیہ مقبول فرمایا جسکے فضائل مروی ہوے ہین پس عوام جو اس عید مین دنیا کی تمام ہوس وتکلف کو جمع کرنا عین عید جانتے ہین یہ ہوا وہوس ہی ہان پاکیزگی ولطافت وغریب مسلمانون کے لیے کھانے پلنے مین آسانی دینا اچھی بات ہی۔ فافہم۔ بالجملہ حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہی کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیؑ نے موٹے کپڑے یا بالون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب رو لیے پھر دعا مانگی اور پھر روئے۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ کہا اللہ نے مین اُتارونگا وہ خوان تم پر ف۔ یعنی اللہ تعالے نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ مین اس مائدہ کو تمپر اُتارنے والا ہون۔ عاصم ونافع وابن عامر نے منزلہا بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیون نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول مین معنی مکرر یا بار بار نازل ہونے کے اظہر ہین۔ حاصل آنکہ اللہ تعالے نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا مین اُتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری کرے اس پیچھے ف۔ یعنی بعد مائدہ اُترنے کے۔ مِنْكُمْ۔ تم لوگون مین سے ف۔ یعنی جنپر مائدہ اُتریگا۔ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ تو عذاب کرونگا مین اسکو عَذَابًا ایسا عذاب کہ۔ لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین مین سے نہ کرونگا ف۔ بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے انکے زمانہ والے عالمین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہین اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ اپر مسخ ہوکر سؤر وبندر ہو جانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ ان سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت مین ایلہ کے بعض یہودیون پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ مین آیندہ انکے بعد اس عذاب سے معذب نہونے کی خبر ہی جیسا کہ قولہ لا اعذبہ۔ صریح دلالت کرتا ہی۔ اور کم اعذبہ نہین ہی جسکے معنی یہ ہوتے کہ عالمین مین سے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر یہ عذاب نہوگا جب تک کہ وہ مسلمان دل سے ہین اور یہ جو حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس امت مین بھی خسف ومسخ ہی تو احتمال ہی کہ ایسے لوگون پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاوین

یا جو اولیاء انکے قدم پر ہوں بشرطیکہ منزلت انکی بھی منزلت توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتے الآیۃ مین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ مین ہو اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور سمجھ دیکھو اور اللہ تعالے دانا تر ہی- پھر شیخ نے لکھا کہ لبا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر باطن و حرکت فطرت کے ہوتا ہی اور لبا اوقات کان پر ہاتف غیب کے آواز ظاہر آتی ہی اور لبا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہی ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو- پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذ اوحیت الی الحواریین - مین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہی جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہی اسی واسطے فرمایا کہ واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی - یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجھکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا- قالوا آمنا و اشہد باننا مسلمون - اور قولہ آمنوا بی - مقام الجمع ہی اور قولہ برسولی - اسے آمنوا برسولی - مقام التفرقہ ہی- قال المترجم معلوم ہوگیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہی وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہی یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اس وجہ کے بھی ہوتا ہی تو زبان عیسی علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالی کا اثر الہامی وہ صفاتی الہام باطن حواریین پر ہوا جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ و اشہد باننا مسلمون - اور گواہ کر لینا اشارت ہی کہ وحی الہامی سے قلبہا کے ساتھ معاملت ایمان بحضرت باری تعالے جل جلالہ طی پائی اور عیسیٰؑ کو اسپر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ ہدایت فقط او تعالے عز و جل سے ہی اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہی ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہی فتدبر اور جمع کے بعد تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال و جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت واضح ہی فتفکر

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا
جب کہا - حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہمپر
مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ
خوان بھرا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تمکو یقین ہی بولے ہم چاہتے ہین کہ کھا دین
مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ۝
اسمین سے اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہمکو سچ بتایا اور رہین ہم اسپر گواہ
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ
بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ
لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ۝
دن عید رہے ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہمکو اور تو ہی بہتر روزی دینے والا
قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ
کہا اللہ نے مین اتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اسکے پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب

عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهٗٓ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۵

کرونگا جو نہ کرونگا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہی اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہی اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انکی دعا قبول ہونے کا امتنان ہی۔ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف۔ اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہی یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے ف۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حواری اسکے وقت مین حضرت عیسیٰ ع کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا اور کیون نہین کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا "عیسیٰ بن مریم۔ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تیرے رب سے ہوسکے کہ اتارے ہمپر خوان بھرا آسمان سے ف۔ اسمین دو قراءۃ ہین بعض نے تستطیع ربک بتاء فوقانیہ بمضارع مخاطب اور بنصب رب پڑھا اور معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہی اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کرسکتا ہی۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہمپر مائدہ آسمان سے۔ اور دوسری قراءۃ جو اکثر قراء کی ہی وہ یستطیع ربک۔ ہی بیاء تحتیہ و رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہی تیرا پیدا کرنے والا معبود یہ کہ ہمپر آسمان سے مائدہ اتارے۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہی کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے انھون نے قدرت مین کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی اور اسکی صفات کمالیہ کا علم انکین مستحکم نہین ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالےٰ سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی مین شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہی۔ اور زمخشری رحمہ نے جو کہا کہ وہ مومن خالص نہ تھے تو یہ لغو ہی اور اجماع مفسرین کے خلاف ہی۔ اور قراءۃ اولے یعنی ہل تستطیع ربک۔ بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہی اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قراءۃ پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی وابن مردویہ وہی قراءۃ ابن عباس وعلی رضی اللہ عنہما وسعید بن جبیر ومجاہد رحمہما اللہ تعالےٰ ہی پس قراءۃ دوم متوافق بمعنی اول ہی اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہی کہ جب انکو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہی کہ وہ یہ کام کردیگا یا نہ کریگا تو کہتے ہین کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اسکے یہ معنی نہین کہ وہ کرسکتا ہی یا نہین کرسکتا ہی بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہوسکتا ہی کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کردے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عدم وقوع مین ہوتا ہی اور یہ نہین کہ فلان مذکور کو طاقت ہی یا نہین ہی پس یہی معنی ہین قول حواریین کے کہ بھلا پروردگار تعالےٰ تمہارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہمپر آسمان سے مائدہ نازل فرمادے اور یہ وہی قراءۃ اولے کے معنی ہین اور اسمین او تعالی عز وجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہی کہ او تعالےٰ بے نیاز ہی اور غنی و پاک بے پرواہ ہی پس عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہین لیکن شاید انکی دعا بھی قبول ہو یا نہو۔ اور دوسری قراءۃ مین بھی ایسے معنی ہین کہ اے عیسیٰ ع تم ایسا کرسکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ امید ہی کہ تمہاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیر رح۔ مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو وقیل اگر کھانا نہو تو مائدہ نہین بلکہ خوان ہی جیسے تراشا ہوا چنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی نلک۔ ہی اور چمڑا پکا یا ہوا ہو تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہی اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب وسجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہی۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ تقوی کرو اللہ تعالےٰ سے اگر تم سچے ایمان والے ہو ف۔ یعنی جواب مین عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے یہ کہا۔ اس جواب کی توجیہ مین چار قول ہین۔ اول جو مفسر رح نے کہا کہ سچائی کے لیے اتنی نشانیان مت مانگو کہ ایمان بالغیب نہ رہی جو درحقیقت ایمان ہی بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو انھون نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تا کہ نفس کے

اذ قال اللہ یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک الآیۃ- یعنی خالص ارادت ومحبت والون سے بیان کردے جو مین نے تجھپر کشف جمال وانواع علوم غیب وتجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کہ یہ خاص القاء کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا- اذ ایدتک بروح القدس- یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہی جو اللہ تعالے نے روح متجلی بجلال وجمال سے آدم علیہ السلام مین پہونکی تھی- کیا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا- ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم الآیۃ- صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح قدس کے مقدس ہوگئے- پس تمام وجود عیسی علیہ السلام قدسی پیدا ہوا- تو یہ نہین دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالے مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالی کی تائید ونور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا- اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس- آنکہ مین نے تجھکو بندہ جبریل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھکو مقام عبودیت وشریعت پہونچاوے اور بشریت کے گہوارہ مین تیرے ساتھ رہے کیونکہ تیرا صدور نور ربوبیت سے ہی اور اگر یہ بات نہوتی تو تجھکو مقام ہستی مین سکون نہوسکتا بلکہ تو فانی ونابود ہوجاتا- بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال مین لکھا کہ ان مین سے بعض پر القاے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت- اور بعض پر روح المشاہدۃ- اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ- اسطرح مختلف تجلیات سے القاء ہوا اور انکے اسرار مین وہ باتین پوشیدہ ہین کہ انکا بیان وتعبیر نہین ہوسکتی ہی وہ ایسا علم ربانی ہی کہ اسکا وصف غائب اور حظ باقی ہی- واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے کے ساتھ صحبت کی روائی نہین مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا- پس جبکہ قدم مین صحبت روح سے فیض ہوا ہی وہ اللہ تعالے کی معیت سے سرفراز ہوتا ہی- اور قولہ تعالے اذ ایدتک بروح القدس- مین واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہی کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہی اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہی وہ وہم وگمان وبیان سے باہر ہی- بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسی پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی مین سے کسی چیز سے ممتزج ومرکب وسیل نہین پاویگی بلکہ مین نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس ومطہر کردیا ہی تاکہ تو میرے سواے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور مین نے تجھکو اس اجسم مین بطور عاریت کے لیا یا ہی جیسے ابتداے حال مین آدم کو جنت مین مستعار رکھا تھا اور فائدہ اسکا یہ ہی کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر وپاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونون پاکیزہ ہوگئے اور دونون کو محل قدس کی طرف اٹھالیا- اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسی علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد مین اسکے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ اور ظہور قدرت ہی اور اسی سے مہد مین عیسی علیہ السلام نے اوتعالے کی تنزیہ وصف وقدس وجلال وربوبیت وکمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اسمین فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمین تا زمانہ کہولت رہا حتی کہ بندگان الٰہی کو اوتعالے کی تنزیہ صفات وقدس جلال وحسن جمال سے عارف کرکے مالامال کیا اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المہد وکہلا- اور اسمین اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب- یہ خاص تجلی بقدرت الٰہیہ تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا- قال المترجم قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہی کہ اوتعالے نے جو فرمایا- بل یداہ مبسوطتان الآیۃ- تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ اور اکابر محدثین وسلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہی اوتعالے کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہی اور یہ بحث اوپر تحت آیۃ کریمہ مسطورہ بیان ہوچکی ہی یہان شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالے نے جو عیسی علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب-

یعنے یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا انکو تعلیم الٰہی سے اسطرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہی پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہین اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع انکی ماہیات کے پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ ع کو سکھلایا تھا بایں طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب و احکام معلوم ہون۔ پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت الٰہیہ کا ظہور اسکے مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرند کے حنا کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہی کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت مین سے ہی اسکا ظہور اس بندۂ خاص پر کرامت کیا۔ اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی اچھے ہوجاتے اور مردے زندہ ہوجاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غایب و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے۔ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہی۔ شیخ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جاے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہی تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضاء و قدر کے موافق ہی تعالے اللہ عزوجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی۔ وحی الٰہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہی وہ خاص ہوتی ہی اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہی وہ بلا واسطہ ہوتی ہی اور عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہی اور وحی خاص کے چند مراتب ہین۔ وحی بالفعل یعنے فعل سے وحی خاص۔ اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات۔ پھر جو وحی کہ بذات تعالے و تقدس ہی وہ خاص مقام توحید مین دیدار عظمت و کبریاء کے وقت ہوتی ہی اور وہ مقام فناء ہی۔ اور وحی صفات ہوتی ہی مقام معرفت مین جبکہ تجلی جلال ہوتی ہی اور وہان محل بقاء ہی۔ قال المترجم فناء اول مقام توحید کا مکرر فناء ہی اور بقاء معرفت بعد فناء کے بقاء ہی فافہم واللہ اعلم اور وحی بالفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہی اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیاء کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہی اور جو وحی کہ فرشتہ کے ارسال سے ہوتی ہی اسمین اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہین ہی۔ قال المترجم ولی کو طاقت نہین کہ فرشتہ سے اسکو اتصال ہو سکے اور یہ تو خیر اسپر بڑھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہو سکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالے کے جانے کہ کس قدر حجاب ہو گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی ہی کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہی کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین تو کفار و مشرکین و عوام کو کیونکر سمجھاوین حاشا وکلا کہ دروغ بولتے ہون لیکن اللہ تعالی انکو جزاء خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم المحزون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہی وہی قادر مختار ہی جو چاہتا ہی کرتا ہی کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد دم مارے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہی۔ قلت ہذا من قول المترجم ۱۲۔ کما قال تعالے فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیہ۔ اور وحی منزل معرفت کی بحدیث ہی قلت ہذا کما قال تعالے وکلم اللہ موسی تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق کی الہام ہی اور مقام الہام کی تین قسمین ہین۔ الہام ذاتی۔ والہام صفاتی۔ والہام فعلی۔ قال المترجم استیناس ہی کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل وحی عشق سے ہی لیکن صدر اسرار منزل توحید ہی لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام

کے معنی مین نہین ہو سکتا بقرینۂ مابعد کے - اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہی لیکن حضرت عیسی علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیساکہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہی اور یہ ظاہر لفظ ہی اور بعض نے کہا کہ آذن سے مراد آسان کر دینا اور کہیئۃ الطیر مین کاف اسمیہ بمعنی مثل ہی اور وہ مفعول تخلق ہی اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران مین تمام تفسیر گذر چکی ہی - معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا - فَتَنْفُخُ فِيهَا پھر تو دم مارتا اس ہیأت مین ف - یعنی ساختہ تصویر مین پھونکتا تھا - فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف - یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے - پس باذنی سے تصریح کر دی کہ اللہ تعالے نے عیسی ع کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت و ارادت کی تاثیر انکے نفخ پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہی اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہی کہ انکو یہ اختیار نہین کہ جو چاہین وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالے چاہتا ہی وہی ہوتا ہی صرف اتنا فرق ہی کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہین اور عوام اس کرامت کے لائق نہین ہین پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہین کہ فلان ولی چاہین تو ایسا ہو جاوے حتی کہ یون سمجھتے ہین کہ اگر نذر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچا وینگے یہ سب انکی جہالت و گمراہی ہی - شاہ ابو الحسن رح نے خوب لکھا ؎ ہی ولی کو گو کہ قرب کردگار + پر نہین تقدیر مین کچھ اختیار + خود موثر انکو گر سمجھے کوئی + یہ غباوت ذہن کی ہی اور کجی + اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ؎ اولیاء را ہست قدرت از الہ + تیر جستہ باز گردانند ز راہ + اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہین سمجھتے کہ اسکے تو صاف یہی معنی ہین کہ اللہ تعالے کی طرف سے انکو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہی کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ مین سے پھر آوے - اور پھر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہی ظاہر مین وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہی چنانچہ یہی کہتے ہین کہ حضرت عیسی ع نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالے کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسی ع کے واسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالے عزوجل کی جناب مین شرک نہ کرنا چاہیے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالی کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے - زیادہ یہان گنجائش نہین تفسیر کی طرف رجوع کرون - پھر اور کرامت یاد دلائی - بقولہ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي عطف ہی تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادرزاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا - پس جالینوس وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ مین موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا - وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي اے واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنے اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردون کو انکی قبرون سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی کو زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چارون جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر یہ تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسی علیہ السلام سے صادر ہوتا معلوم ہوتا تھا اسمین حضرت عیسی ع کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسی ع مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کے واسطے وہ محل قرار پائے تھے - اور آگاہ رہنا چاہیے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ الہی ضرور ہی اسی واسطے مفسر رح نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی - پس جہان مشیت نہین متعلق ہی وہان ظہور نہو گا حتی کہ سوا مذکورین کے اگر عیسی ع کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہی اور وہ یہ ہی کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہین اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہین پس انکی مشیت و ارادات وہی ہوتی ہی جو تقدیر اللہ تعالی کی ہی اور یہ

اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے۔ اور واضح ہو کہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمٰعیل حدثنا محمد بن طلحہ یعنی ابن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جب موافق ارادۂ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت مین تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت مین الٓمٓ تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالے کی مدح وثناء بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد۔ اور جب انکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا۔ یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے۔ ایسا ہی نسخہ موجودہ مین ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہو اگرچہ اسناد جید ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی والٓمٓ تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالے نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا۔ بقولہ۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اور جب روکا مین نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جب وقت انھون نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ جب تو لایا ان پاس نشانیاں ف یعنی جبکہ تو انکے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کو معجزات کے ساتھ گیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ انہین سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے ف یعنی کفار لوگ کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ نہین یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اسطرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو مین نے باز رکھا۔ اور ایک قراۃ مین بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہین کہ نہین یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھالیا اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نکرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہوجاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی مین تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالے قادر مختار ہے جسطرح جو کچھ چاہے وہ کرے۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ اور یاد کر جبکہ مین نے وحی کی حواریین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالے وحدہ لا شریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُوْلِيْ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء وکتب وانجیل پر ایمان کو ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص بانبیاء علیہم السلام ہے۔ حواریین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے۔ اول آنکہ وحی کلام عرب مین بمعنی امر ہے اے حکم دیا مین نے حواریین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور قولہ ان امنوا بی وبرسولی۔ یعنی اوحیت بان امنوا بی الخ اسکا مؤید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ مین ہے کہ بلاخلاف یہان وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیۃ مین وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت مین قولہ اذ اوحیت الی الحواریین کے وحی کو کہا کہ انکو الہام ہوا پس انھون نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالی نے انکو ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی رح انکے دلون مین یہ بات ڈالدی۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالے واسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان لائے وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین ف پہلے ایمان و پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید و مرادف ایمان ہے او نیز اظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر مین بھی انقیاد واطاعت کی ف قال فی العرائس قولہ تعالے

أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ - جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالے - پس پہلے ان آیات مین جو عیسی علیہ السلام وانکی والدہ پر انعامات وغیرہ اور انکی دعا سے پیروی کرنے والون پر فضل ہوا اور نا فرمانون پر عقاب ہوا ہی سن کر نصیحت لے لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت مین او تعالے اپنے بندہ و رسول عیسی علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور انکے بارہ مین افراط و تفریط کرنے والون کو ملامت و سرزنش کرنے کو یون خطاب کریگا کہ اے عیسی بیٹے مریم کے - اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھپر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف - یاد کرنے سے یہ مراد کہ اسکی شکر گذاری کر اگرچہ عیسی علیہ السلام ہر حال مین یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہی کہ وہ اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ بندہ تھا جسپر اللہ تعالی نے انعام فرمایا پس وہ ناہنجار قوم جو اسکو نہ مانتی تھی خوار ہو اور نیز وہ قوم جو اسکو الہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جسپر اللہ تعالے نے رسولون کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اسکو رسول کیا اور اسکی مان کو پاک بندی عبادت کرنے والی و اس زمانہ کی تمام عورتون سے برگزیدہ و نیکوکار بنا دی - پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا - إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ جبکہ مین نے تجھکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف - اور قدس یعنی پاکیزگی ہی اور مروی ہی کہ جبرئیل علیہ السلام انکے ساتھ رہتے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے انہین مدد کرتے اور علوم و معارف انکو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت باتین حضرت عیسی علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہی بلکہ وہی اعانت جبرئیل علیہ السلام مراد ہی اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف - یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہی اور مہد مین یعنے حالت طفولیت مین و کہل مین یعنے زمانہ سن کہولت مین - حاصل آنکہ مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن و جوانی مین - چنانچہ جب مریم رض کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ - یعنی مین اللہ تعالے کا بندہ ہون مجھے اسنے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہی حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی - اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا - اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان و معجزہ ہی اور حالت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین انکی تخصیص کیا ہی تو جواب یہ ہی کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھپر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا برخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہی کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین - علاوہ برین کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہوگیا - کما قال المفسر لیفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران - کیونکہ وہ سن کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین انکو کچھ تغیر نہوگا بلکہ اترینگے تو وہی سن قریب کہولت کا ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مرجاوینگے اور مسلمان انکے جنازہ پر نماز پڑھکر دفن کرینگے - یہان سے نکلا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہی - اور جاننا چاہیے کہ مشرکون و کافرون سے بڑا التعجب ہی کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار و اخبار مروی ہین وہ مفصل ایک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہی حتی کہ اسی سے نصاری نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ راہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ

مسلمانون کی حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہی کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہی اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ انکا قصور ہی اور اسی سے انکی حالت خراب ہی۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو۔ واللہ الہادی وہو المضل و نعوذ باللہ من الضلال۔ بالجملہ اوتعالے نے اپنے رسول عیسی علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کہولت مین اُنکی یکسان باتین ہین اور ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ عیسی علیہ السلام تیس(۳۰) برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالے نے اٹھالیا پھر سن کہولت مین زمین پر اُتارے جاوینگے۔ اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب و اسکی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس(۱۲۰) برس کے سن مین اٹھایا جانا مذکور ہوا ہی ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس(۳۳) برس کے سن مین اُٹھایا جانا مسلم رکھا ہی کما مر سابقا۔ اور بر بنائے روایت حاکم و قول شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہوگیا اور یہی ظاہر آیت ہی الا آنکہ کہا جاوے کہ قیامت مین امتنان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا کہ طفولیت و کہولت مین انکا باتین کرنا متحقق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے طفولیت و مہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالے حکایۃ عنہ انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہی اور مولف فتح البیان سے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل ہوئی اُنسے پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مولف مذکور کا سہو ہی اور صحیح ہوا کہ چند بچہ ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین سیوطی رح وغیرہ نے انکو بالاستیعاب نظم کیا ہی ازانجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بریت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیرخوارہ تھا اور وہ زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہی۔ فافہم۔ اور ابو موسے اشعری رض سے مرفوع روایت ہی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُنکی امتین بلائی جاوینگی پھر عیسی علیہ السلام بلایا جاویگا پس اسکو مقرب فرماکر اللہ تعالے اسکو اپنی نعمتین یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الایۃ۔ پھر فرماویگا اانت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ پس عیسی علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار مین نے نہین کہا اور اگر مین نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاری بلائے جاوینگے اور اُنسے پوچھا جاویگا تو وہ کہینگے کہ ہان اسنے ہمکو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث۔ اور انجام اسمین یہ مذکور ہی کہ حجت قائم ہو کر نصاری کو صلیب لگے کروبجائیگی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جائینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف۔ پھر اللہ تعالے نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور جب سکھائی مین نے تجھکو کتاب اور پکی باتین ف۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہی عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہی اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ اور توراۃ اور انجیل ف۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب الٰہی جو حضرت موسی ع پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث مین بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہی اور بنابر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہی تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب آنکہ حضرت عیسیٰ کو ان دونون کتابون سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے انکو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل مین جو ملحقات حواریین مین انمین یہ بات مصرح ہی۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیأت کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہان تصویر بنانے کے معنی مین ہی اور پیدا کردینے

فرماویگا - اور ایک مقام مین انکو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم وتراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اس مقام پر حدوث و جو کچھ اسمین ہی سب کچھ عزت قدم مین مضمحل ہوجاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے لقا ہونگے اور کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہونگے اور ایسے ہی خطاب سے ہی - قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار - اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم - اسکے خطاب سے انکو عارف کردیا کہ ربوبیت مین عبودیت عاجز ہی اور قدم مین حدوث فنا ہی اور یہ انکو خطاب دنیاوی سے معلوم ہوچکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرادیا اور یہ علم صادق وہ ہی کہ خبر اسمین مطابق معائنہ ہی اور یہ نہین کہ عرفان کے لیے اور کافرون کے خذلان کے لیے ہی ورنہ او تعالی شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہی ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کے نفی کرنا شرم ہی کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہوسکے اور یہان علم وجہل اسکی مخلوق ہین یعنی انکے ظہور انکا معانی مین اسکی تکوین ہی علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہونا اور انکے اعدام داخل قدرت ہین یا نہین مترجم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہی اس طرف توجہ کرنے والے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہو اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کر تاکہ روشن راہ پر چلادیوے والسلام - واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا - اسکے یہ معنی ہین کہ ہمکو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جنپر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہی اور ہمکو اسکا علم نہین جو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہمکو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہی پھر جو تیری مراد ہی اسکا علم تو بڑی بات ہی - اور ہمکو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہی اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب - اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم لیقین جانتے ہین کہ - انک انت علام الغیوب - اور اسی واسطے اس کلام کو حرف اِنّ ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود غیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے موکد کیا حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہی فافہم - قال الشیخ - اور ہرگاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و ازخود رفتہ ہوگئے تو ارواح پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن اشباح و صورتین مضمحل و ازخود رفتہ ہوگئین اسواسطے انکو یہ طاقت نہ رہی کہ جو انکے دلون مین ہی وہ ادا کرسکین یہ بسبب رعب و دبدبۂ خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے - اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو انکو جواب دیے تھے وہ حضرت او تعالے کی عظمت و جلال کے حضور مین اظہار کرین - یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ انکی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلینگی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کرچکے ہین پھر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہوسکے تو انھون نے علم الٰہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کرچکا ہی کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہی مگر تو یہ ایسے شخص کے سامنے جو اسکو نہ جانے روا نہوگا - فافہم - قال الشیخ اور نیز لا علم لنا - یعنی جو کچھ تو نے انکے اسرار مین مخفی کیا وہ ہمکو نہین معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہی اسی واسطے کہا کہ - انک انت الغیوب واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو اسکی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے بولے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہوگئین - اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ او تعالے دانا تر ہی کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اٹھانے والی ہین اور انبیاء کی شناخت مین بڑی بات یہ ہی کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے ہین اور یہ نہایت

سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا - ہمکو علم الٰہی حالت میں کہاں کہ تیرے جبروت کو کشف فرمایا ہے - جنید رحمۃ اللہ نے کہا کہ انکے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہیں اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مرجاتے - ابن عطاء رح نے کہا کہ ہمکو تیرے سوال کی سمجھ نہیں اور ہم سے کوئی جواب نہیں ہے - بعض نے کہا کہ جب انپر ظہور حق تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے - اور لا علم لنا - ادب کی پابندی ہے اور یہ نہیں تھا کہ جو کچھ انکو جواب تھا اس سے نادان تھے - محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اسکا ہمکو کچھ علم نہیں ہے - فافہم -

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح
الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
پاک سے تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھکو کتاب اور پکی باتیں
وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا اسمیں تو ہو جاتا
طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ
جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور
اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے
مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
انمیں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ
بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝
پر اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توبیخ کیا بعد ازاں اس آیات و معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کر کے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں میں سے بعض نے انکو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ انکو معبود اور الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف - اذ ظرف متعلق بقدر مانند اذکر ہے اور یہ یاد دہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونے والا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا بمعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے - اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ انکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرنے لگے کہ انکو آلہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بیان انعامات و عیسیٰ علیہ السلام و انکے والدہ کے اصلی حالات مقدمہ و تمہید ہے آئندہ کلام کی - اور وہ قولہ

علم نہین - اور ماضی بجاے مضارع کے اشارہ ہی کہ یہ امر یقینی ہی اور پہلے یجمع و یقول فرمایا کہ اہل ایمان دنیا مین اسکی تاویل کے منتظر ہوں **اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ** بیشک تو ہی ہر چھپی بات جانتا ف - پس تو خوب جانتا ہی کہ جو کچھ انھون نے ہمکو جواب دیا اور اپنے دلون مین چھپایا جسکو ہم نہین جانتے ہین - غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونون معنی مین آتا ہی وہ در اصل مصدر ہی اور مراد وہ چیز جو غائب ہی - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے کے نزدیک کچھ بھی غائب نہین تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہی کہ جو خوب جاننے والا ہی اس سے پوشیدہ کہان لیکن مراد یہ کہ جو بندون کے علم سے پوشیدہ و غائب ہی وہ تجھی کو معلوم ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جنت و دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہی کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہین وہ بھی اللہ تعالے جانتا ہی اور کسی بندہ پر یہ صادق نہین ہی کہ وہ عالم علی الاطلاق ہی حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہی کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہان مریگا کوئی قطعی و یقینی طور پر نہین جانتا ہی - اگر کہا جاوے کہ رُسُل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اسکو وہ جانتے تھے پھر انھون نے یہ کیونکر کہا کہ لا علم لنا - تو جواب یہ ہی کہ قولہ ماذا اجبتم - مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ ظاہر تمکو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنے صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا - پس دوسری صورت مین انکا جواب ظاہر ہی کہ در واقع انکو اسکا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق ہی یا اخلاص ہی الا اسیقدر کہ اللہ تعالے کے معلوم کرانے سے انکو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہین کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا معدوم ہی کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہی اور قولہ لا علم لنا - مین بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقًا نہین ہی بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالے کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہی ہمارا علم کچھ علم نہین - امام رازی نے کبیر مین کہا کہ رسولون کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہی کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب مین پڑینگے اور انکو معلوم تھا کہ ایسا عالم دانا ہی کہ اسکو کسی وجہ پر جہل نہین اور حلیم ہی کہ وہان سفہ کا نام نہین اور عادل ہی کہ وہان ظلم کو دخل نہین تو انھون نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہی تو انھون نے ادب اسی مین دیکھا کہ سکوت کرین اور تمام علم حضرت باری تعالے کی طرف سپرد کرین اور اسی کے عدل پر چھوڑین پس کہا کہ لا علم لنا - اور بعض نے کہا اے ہمکو علم نہین جو انھون نے ہمارے پیچھے برتاو کیا - اور یہ ضعیف ہی اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم انکی بابت ایسا نہین جیسا تیرا علم ہی - اور مفسر رح نے جواب دیا کہ ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم یشھدون علی اممہم لما یسکنون - یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہی کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہونگے پس یہ حال اُس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہونگے پس اُسمے یہ علم جاتا رہیگا کہ اُنکو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھون نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہی - ذکر الشیخ ابن کثیر - حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی رح نے کہا کہ رسولون سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا - عبد الرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب اللہ تعالی جل جلالہ فرمادیگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کرینگے کہ لا علم لنا - اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہین - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا - وہ لوگ ایسے مقام مین ہونگے کہ وہان عقلون کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوینگے تو کہینگے کہ لا علم لنا - پھر دوسرے مقام مین اُتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے - رواہ ابن جریر - عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم اے

تمہارے بعد انھون نے کیا کام کیے اور تمہارے بعد کیا نئی بدعتین نکالین تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب - ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا - علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض فی الایة رسل علیہم السلام حضرت حق عزوجل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم کیا ہی کچھ نہین تو ہی خوب دانا ہی کہ ہمکو کیا جواب ملا - رواہ ابن جریر قال ابن کثیر ان تین اقوال مین سے شیخ ابن جریر نے اسی تیسرے قول کو اختیار کیا اور اسمین شک نہین کہ یہ اچھا قول ہی اور یہ بطریق ادب کے ہی کہ او تعالے کے علم محیط کے سامنے جو درحقیقت علم ہی ہمارا کچھ علم نہین یعنی ہمکو اگرچہ جواب دیا گیا اور جسنے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہمکو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہین ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہی تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا کچھ نہین ہی - قال المترجم - کوئی شک نہین کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہین کہ لفظ مین بندون پر بھی اطلاق ہوتے ہین جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف ہین جسکو اہل الحق یون تعبیر کرتے ہین کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے ہی اور نہ مختار ہی بلکہ امر بین بین یعنے بیچ بیچ مین ہی اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہی کہ بیان سے اعلی اور حیوانی عقل سے باہر ہی لہذا اس عبارت مین تعبیر کرتے ہین اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالے جل جلالہ ہی پس صفات اسی کی جناب مین اسکی شان پر حقیقت مین صادق ہین اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہی اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہی کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہی اسی نام کی صفت باری تعالے سے کوئی نسبت ہی نہین ہی پس لا علم لنا - ہر طرح سچ ہی اسمین دروغ کو دخل ہی نہین ہی پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا - دروغ ہوا جاتا ہی محض جہالت کا اعتراض ہی - لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمین ادراک سے عاجز ہی لہذا جواب اسلم وہ ہی جو مجاہد و سدی و حسن وغیرہ سے بربناء اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت مین بسبب ہول و فزع کے ایسا کہینگے - اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہین - کما قال تعالے - لا یحزنہم الفزع الاکبر الآیة - اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہین - اور نیز حزن بمعنی غم ہی کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہین انکو رضاء حق سے محرومی نہو گی اور نیز عدم حزن لفزع اکبر - دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ رسل علیہم السلام اسدن بہت دہشت مین ہونگے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال الٰہی عزوجل کے سوائے ایک رسالت مآب محمد مصطفی صلعم کے کہ آپ کو امت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپ کے خصوصیات مین سے ہی فلیتفکر ثم اشکروا الحمد للہ رب العالمین - ف - قال فی العرائس قولہ تعالی یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیة - صفات و سبحات ذات تعالے و تقدس کے ظہور کے لیے بندون کی ارواح کو مواقع و اوقات ہین سو حالت حیات مین جب تک دائرہ دہر و حدوث مین گرفتار ہی ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہی پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب ازلی سے مفہوم ہی یعنے قیامت مین کہ دن و زمانہ وہان آخر ہی تو سب خالص بندے مرسلین و نبیین و ملائکہ جمع کیے جاوینگے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہی تو عارفین وہان جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہونگے - اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہی کہ یہان کے مردے وہان زندہ ہین تو وہ ہمیشہ وہان میدان سرور مین نور کے گھوڑون پر سوار درگاہ انس مین خوشحال جاوینگے اور وہان مقامات بہت ہین پس ایک مقام پر تو انکو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان نابود بندون کے لیے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت رحمت

یہ قصہ ابن عباس رض سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا اور محمد بن ابی القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہی اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علمار ثقات تابعین نے بیان کیا ہی اور اسمین بیان ہی کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے یہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہی کہ یہ قصہ انمین مشہور تھا اور اسکی صحت کی شاہد وہ روایت ہی جو ابو موسی اشعری کے زمانہ مین کوفہ مین واقع ہوا اسکو ابن جریر نے روایت کیا اور اسمین مذکور ہی کہ ابو موسی رض نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہونے کے بعد پھر نہین ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونون وصی نصرانی تھے انسے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسی رض نے اللہ تعالی کی قسم لی کہ تمنے خیانت نہین کی ہی اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہی اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اسکا ترکہ ہی اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسی رض سے روایت کیا اور دونون اسناد صحیح ہین۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہی پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہی حالانکہ اتنا متاخر ہی وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ **قال المترجم** تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے کتاب الاشراط صحیح مسلم مین مروی ہی۔ لیکن انکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ انکی جہالت کے حال کا واقعہ ہی مگر آنکہ فیصلہ ابو موسی رض البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ حکم منسوخ نہین ہی فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضاء ابو موسی رض مین ابن عباس سے ہی کہ ابو موسی رض نے چاہا کہ عصر کے بعد دونون نصرانیون سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونون آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے ہین آپ ان دونون سے انکے دین کے موافق انکی نماز کے بعد قسم لیجیے۔ **قال المترجم** شاید ابو موسی رض نے اسکو نہین مانا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا۔ لیکن کلام ابن عباس رض سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہی۔ عن ابراہیم النخعی و سعید بن جبیر۔ ان دونون نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانون مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے تو اہل کتاب مین سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونون ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ انکی تصدیق کرین تو دونون کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کو متہم سمجھین تو نماز عصر کے بعد دونون سے قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریر۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثون نے دونون کی گواہی مین شک کیا تو دونون سے بعد نماز عصر کے قسم لیجاوے کہ واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہون کہ دونون کافرون نے اپنی گواہی مین جھوٹ بولا تو اولیاء مین سے دو مرد کھڑے ہون اور قسم کھاوین کہ واللہ دونون کافرون کی گواہی باطل ہی اور ہمنے حد سے تجاوز نہین کیا۔ پس کافرون کی شہادت رد کردیجائیگی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائیگی۔ وہکذا روی العوفی ایضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضاے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و سلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہی اور یہی امام احمد رح کا مذہب ہی پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ **ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ** یہ حکم ایسا ہی کہ بہت قریب لگتی ہی یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے **ف** یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ در صورت خیانت کے وارثون سے قسم لیکر انکی قسم پر اعتبار کیا جاوے (یہ حکم ایسا ہی کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہی یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنا بر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونون وصی (بنا بر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کرین اسمین کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کرین۔ **اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ** یا خوف کرین

کہ پھیر دیجائیگی قسم بعد انکے قسم کھانے کے ف یعنی انکے قسم کھانے کے بعد وارثون کی طرف - حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہی کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا انکی قسم کے بعد وارثون کو قسم کا حق مل جائیگا - اور یہ محاورہ ایسا ہی جیسے بندہ کہتا ہی کہ یا تو سچ بولنا اختیار کر یا فضیحت ہو - اور مفسر رح نے لکھا - او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانھم علی الورثۃ المدعین فیحلفون علی خیانتہم وکذبھم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا - یعنی یا قریب قریب ہی اس بات کی طرف کہ وہ خوف کرین کہ انکے قسم کھالے کے بعد پھیر دیجائیگی قسم وارثون کی طرف جو انکی خیانت کے مدعی ہین پس وہ انکی خیانت کرنے پر قسم کھالینگے تو یہ ناحق فضیحت ہونگے اور مال بھی بھر دینا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولینگے - قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ بیان حق او کے کیا معنی ہین تو مین کہونگا کہ یہ معنی ہین کہ یہ حکم مذکور اقرب ہی اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کرین خواہ بخوف وحی الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہوکر شرمندہ ہونگے - اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہی اور جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہی چنانچہ وارثون نے اس قصہ مین دونون نصرانیون پر دعوی کیا تھا کہ ان دونون نے خیانت کی اور ان دونون نے انکار کیا اور منکر ہوکر قسم کھالی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور انکا جھوٹ قسم اٹھانا کھلا تو دونون نے دعوی کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہی اور وارثون نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثون پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے **قال المترجم** مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی مین لقولہ فان اطلع علی امارۃ تکذبھما فادعیا وانعالہ - سے وصی کے مدعی اور وارثون کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثون کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہی - **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** - اور ڈرو اللہ ف یعنی ہر ایسی بات سے جو اسکی مرضی کے خلاف ہی از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو اسکو بھی چھوڑ دو - **وَاسْمَعُوْا** - اور سنو ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہی اور کانون سے بہرے نہین ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھریگا - **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ** - اللہ تعالی راہ نہین دیتا راہ خیر کی طرف اس قوم کو جو فاسق ہین ف یعنی اسکی فرمانبرداری سے باہر ہین - پس قولہ الی سبیل الخیر - متعلق لا یھدی کا ہی -

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہیگا تمکو کیا جواب دیا بولین گے ہمکو خبر نہین تو ہی ہی چھپی بات جانتا

يَوْمَ يَجْمَعُ - زجاج رح نے کہا کہ جس دن اللہ تعالے جمع کریگا رسولون کو ف وہ دن قیامت ہی اور یہ یا تو متعلق ہی اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالے سے اس دن کو کہ جسدن رسول اور تمام خلائق محشر مین جمع ہون اور یا علیحدہ جملہ ہی اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہی یعنی بیان کردے اور نصیحت کردے کہ یاد کرین کہ وہ دن جسمین اللہ تعالے جمع کریگا رسولون کو اور وہ روز قیامت ہی - **فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ** - پھر فرماویگا اللہ تعالے تمکو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالے قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولون سے ارشاد فرماویگا کہ وہ کیا جواب ہی جو تمکو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا - حاصل آنکہ اللہ تعالے علام الغیوب ہی اسکو خوب معلوم ہی جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہی جیسے فرمایا - واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت - یعنی زمانہ جہالت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور توپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی - اور مقصود اسکے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہی کہ اسپر حجت قائم ہوجاوے اور ما استفہامیہ ہی اور ذا بمعنی الذی ہی اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب با جبتم ہی - **قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا** - بولے ہم کو اسکا علم نہین ہی ف یعنی بولینگے کہ پروردگار ہمارا کچھ

جو غیر مشہور ہی بجاے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہی پس یہ الذین سے بدل ہی یا صفت ہی۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجاے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ اُنسے قسم لیجاوے **فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ** پس وہ دونون قسم کھاوین اللہ تعالے کی **ف** کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین۔ **لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا** کہ ہماری گواہی احق ہی بہ نسبت ان دونون کی قسم کے **ف** یعنی ہماری قسم بہ نسبت ان دونون کے سچی ہی۔ **وَمَا اعْتَدَيْنَا** اور ہم نے اعتدا نہین کیا **ف** یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو **اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ**۔ روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السہمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجد الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا۔ وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ۔ وفی روایۃ ثم مرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام ودفعا الی اہلہ ما بقی۔ مفسر رح نے اس آیت کریمہ کے یہ معنی خلاصہ کرکے بیان کر دیے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسر رح نے معنی بیان کیے وہ توضیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیے کہ گواہ کرے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ اتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اسکے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہوا اور وارث دعوی کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس عزم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ خبر دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیے کہ ان دونون سے قسم لیجاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کیجاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لیجاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کیجاوے جیسا کہ فیقسمان باللہ لانشتری بہ ثمنا ولو کان تا قولہ لمن الآثمین۔ مذکور ہی پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اسکے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہی مثلاً جو چیز گم ہوئی ہی وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعوی کیا کہ میت نے ہمکو ہبہ کر دی یا ہمنے اس سے خریدی ہی اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ ان دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھاوین۔ **قال المترجم** وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہی کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہی مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے اسوقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مکہ مین رکن ومقام کے درمیان کھڑا کرکے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہاء حنفیہ نے کہا ہی کہ اللہ تعالے کی صفات مانند الصمد وحدہ لاشریک حی قیوم خالق رازق علیم وشاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین انسے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسی طرح کی بیہودہ بات پر جو فسق ہی تغلیظ نکرے۔ پھر آگے مفسر رح نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہی یون جواب دیا۔ کہ۔ آیت مین موت کے روبرو ہو جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہی اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہی کیونکہ سنت متقرر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہین ہی پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ ومالک وشافعی رحمہم اللہ کا قول ہی لیکن فتاوی حنفیہ مین مذکور ہی۔ اگر گواہ کی عدالت و پرہیزگاری بتلانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے

گواہ مین طعن کیا کہ یہ عادل نہین جھوٹا ہی تو احتیاطًا اُس سے قسم لیجاوے اور نیز مفسر رحمہ نے کہا کہ جیسے گواہون سے قسم لینا منسوخ ہی ایسے ہی سواے مسلمانون کے غیر ملت والون کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے بقولہ و اشہدوا ذوی عدل منکم مین مسلمان پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہی اور حدیث مین صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہین ہی اور امام احمد رحمہ نے برخلاف تینون امامون کے خاص ایسے واقعہ مین کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہی اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لیے جانے کی خصوصیت فقط اسی واسطے کہ وہ وقت بڑی برکت وجماعت کا یا ہر قوم وملت کے نزدیک لایق تعظیم وقت ہی تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹ قسم نہ کھائیگا- اور آیت مین وارثون مین سے سب سے قریب وارثون مین سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے مین مقصود نہین بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہون سب برابر ہین اور آیت مین دو ہی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہی جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہی چنانچہ مفسرین علماء سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ وابن مردویہ وابن جریر وابن المنذر وطبرانی ونحاس وترمذی وبخاری نے تاریخ مین ابن عباس رضہ سے روایت کیا کہ بنی سہم مین سے ایک شخص سفر کو نکلا تمیم الداری اور عدی بن بداء کے ساتھ اور یہ دونون اسوقت نصرانی تھے پھر سہمی ایسے شہر مین مرگیا جہان کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونون ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنے چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثون نے ایک جام

یعنے ملک شام یمن ۱۲

گم پایا جو چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریرین تھین- (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لیے لیگیا تھا) پس اسکے وارث ان دونون کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اتری- (بعض روایت مین ہی کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونون سے قسم لی اور دونون قسم کھا گئے- پھر وہ جام مکہ معظمہ مین پایا گیا اور جسکے پاس نکلا اسنے کہا کہ ہم نے تمیم وعدی سے خریدا ہی پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنے فان عثر علی انہما استحقا اثما الآیۃ) پس سہمی کے وارثون مین سے دو مرد کھڑے ہوے اور انھون نے قسم کھائی- اور ترمذی کی روایت مین ہی کہ عمرو بن العاص بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونون نے قسم کھائی اور یہ

مشہور صحابی ۱۲

دونون اس مرد میت کے اقرب وارث تھے- اور دوسری روایت ترمذی مین مصرح ہی کہ مرد سہمی نے اس سرزمین مین مریض ہوکر تمیم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال مین چھوڑکر مرون وہ میرے وارثون کو پہونچا دینا پھر جب وہ مرگیا تو دونون نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثون کو دیدیا تھا- **قال المترجم** ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہین سواے میرے اور عدی بن بداء کے اور ہم دونون نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام مین تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جسکا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لیے ہوے شام مین وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لیے جاتا تھا اور یہی اسکی تجارت مین بڑی چیز تھی- وہ بیمار ہوا اور ان دونون کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگون کو پہونچا دینا- تمیم نے کہا کہ جب وہ مرگیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم اسکے لوگون پاس لوٹ کر آئے تو اسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا انکو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہمکو اسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہین دیا- تمیم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب مین مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ مین نے وہ بڑا گناہ کیا ہی پس مین اسکے لوگون پاس آیا اور مین نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ انکو دیدیے اور آگاہ کردیا کہ اسیقدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہین تو یہ لوگ اسپر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے انکو حکم دیا کہ قسم دلاوین الحدیث- رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر مین ذکر آتا ہی صحیح نہین ہی ولیکن

قال المترجم قول اول پر تو ثابت ہوتا ہی کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون مین سے اہل کتاب یہود ونصاری کی شہادت فی الجملہ روا ہی اگرچہ خاص ایسے واقعہ مین ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق مین روا ہونا ثابت نہین ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح وآیت دیگر اس عدم جواز کے تخصیص کرتی ہی کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہین کہ کافرون سے ہون بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہونگے بدلیل حدیث وآیت دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیریکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین۔ ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت مین کافر کی شہادت مومن پر روا ہی یہ جبھی لازم آویگا کہ شہادة بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہی تو معنی یہ ہونگے کہ کافرون مین سے دو مرد وصی کر لیں وہ محذور وارد نہوگا مگر آنکہ معنی وصیت مین تامل ہی۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ قولہ وآخران من غیرکم اسے من غیر قبیلة الموصی اسکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری وزہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالے ان انتم ضربتم فی الارض۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین فاصابتکم مصیبة الموت۔ پھر وہان تمکو موت کی مصیبت آپہونچی ہو۔ پس مومنون کے نہ ملنے کے وقت ذمیون و کافرون کا گواہ کر لینا انہین دونون شرطون سے جائز قرار پایا۔ ایک یہ کہ اپنے سفر مین ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت مین ہو۔ اور شریح قاضی رحمہ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش ملہ نے ابراہیم نخعی سے انھون نے شریح رح سے روایت کی کہ فرمایا یہود ونصاری کی گواہی نہین جائز ہی مگر سفر مین اور اسمین بھی نہین جائز ہی مگر فقط وصیت مین۔ رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ مثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہی۔ **قال ابن کثیر** رح۔ امام احمد رح اس مسئلہ مین منفرد ہین اور باقی تینون امام یعنے امام ابوحنیفہ رح ومالک وشافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیون کی گواہی مسلمانون پر نہین جائز ہی۔ ہان امام ابوحنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہی کہ ذمی لوگ آپس مین ایک دوسرے پر گواہی دین تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ انکی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہین۔ تو جواب مین وجوہ ہین الاول معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہون۔ زہری رح نے کہا کہ سنت مین یہ بات متقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہین روا ہی نہ حضر مین اور نہ سفر مین اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی مین ہی ولیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہی کہ گواہ پر قسم نہین عائد ہوتی ہی اور یہان قسم مذکور ہی۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہی اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہی **قال ابن کثیر** شیخ ابن جریر نے کہا کہ اسمین علماء کے دو قول ہین۔ محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اس آیت مین ایسے مرد کا حکم بیان ہی کہ اسنے مال لیکر سفر کیا اور وہان اسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو انکو اپنا ترکہ دیوے اور ان پر دو عادل مسلمان گواہ کر لے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع۔ **قال المترجم** اور یہ بیان اس آیت کے ظاہر سے خلاف ہی اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ وتخصیص وتوفیق کے بعد مفاد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر ہی۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہی کہ وہ دونون گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہی غایت آنکہ اگر دو ہی ہون تو وہ وصی وشاہد دونون وصف سے موصوف ہونگے جیسا کہ قصہ تمیم الداری وعدی بن بدّا سے ظاہر ہی جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریر رح نے اشکال پیش کیا کہ ہمکو کوئی ایسا حکم نہین معلوم ہوتا کہ جسمین گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہی کسی دوسرے احکام پر اسکے حکم کا قیاس نہین پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہین ہو سکتا علاوہ برین یہ حکم خاص بگواہی خاص درمحل خاص ہی

اور اسمین وہ امور پیدا ہوے جو اور صورتون مین نہین ہین پس جب اُسکے گواہ مین شک ہوا تو بمقتضاے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجائیگی - وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ ہی جیسا کہ عوفی رح نے ابن عباس رضہ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہی اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعوی النسخ بدون دلیل ہی اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہی منسوخ نہین ہی اور سبب نزول بھی موئد جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت سفر مین ہی جیسا کہ آتا ہی - اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوۃ - یعنی مسافر ہین اگو کفرستان مین یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہ ملین اور تم نے مسلمانون کے سواے کسی اور ملت کے گواہ کر لیے اور ترکہ دیدیا اور موصی مرگیا اور یہ دونون ترکہ لیکر موصی کے وطن مین آئے پس اگر ترکہ پورا بدون شک و شبہہ کے وارثون نے پایا تو خیر ورنہ ان دونون کو روک لو بعد نماز کے وقت مین یعنے بعد نماز کے وقت مین کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہی جیسا کہ ابن عباس رض وجماعت کثیرہ علماء تابعین سے مروی ہی اور آیت مین اسواسطے معین نہین کیا کہ خود ان لوگون کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہی کہ جو اسمین جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ اسوقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف و اجتناب کرتے تھے اور زہری رح نے کہا کہ مسلمانون کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہی اور سدی رح نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ان دونون گواہون کے دین مین جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہی اور مقصود یہ ہی کہ دونون کو ایسے وقت مین کھڑا کیا جاوے جو وقت لوگ مجتمع ہون کہ انکے حضور مین قسم کھاوین تاکہ فضیحت سے خوف کرین اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان الخ - یعنی ان ارتبتم فیہما فتقومان بعد الصلوۃ و لیقسمان - حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثون کو ترکہ وغیرہ مین شک ہو تو بعد نماز کے دونون گواہون کو کھڑا کرین اور دونون اللہ تعالی کی قسم کھاوین کہ ہم اللہ تعالے کے قسم کھاتے اور اسکے عوض مین یعنی اسکے عہد کے عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلینگے اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہین یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہین ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالے کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا ہی نہین چھپاوینگے اور اگر ہم اسکو چھپاوین تو گنہگارون مین سے ہونگے - واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ - کے اشارہ سے ابن عباس وغیرہم نے کہا ہی کہ آخران من غیرکم - سے اہل کتاب مراد ہین اور سبب نزول مین بھی دونون نصرانی تھے - **فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا** یعنی پھر اگر دونون گواہون کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونون مستحق ہوئے ہین کسی گناہ کے ف یعنی دونون نے کوئی ایسا فعل کیا ہی جو گناہ کا موجب ہی مانند خیانت کے یا گواہی مین جھوٹ بولنے کے باین طور کہ مثلاً دونون کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونون پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہی یا میت نے ہمارے دینے کو اسکی وصیت کر دی تھی - **فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا** تو دوسرے دو شخص قائم ہون ان دونون کے مقام مین یعنے اس بات مین قائم مقام ہون کہ قسم انکی طرف متوجہ ہو یعنے قسم کھاوین دوسرے دونون - پھر یہ دوسرے دونون کون ہین تو بیان فرمایا - **مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ** الوصیۃ وہم الورثۃ - یعنی دوسرے دونون ان لوگون مین سے ہون جنپر استحقاق ہوا ہی یعنے وصیت کا انپر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث ہون تو بیان فرمایا **الْاَوْلَیٰنِ** اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ - یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ انمین سے ہر ایک میت موصی کے ساتھ ناتی مین اولے ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے - وفی قراءۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین - اور ایک قراءۃ مین

الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا

نزدیک ہیں پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی گواہی تحقیق ہی اُنکی گواہی سے اور ہمنے زیادہ

اعْتَدَيْنَا صلے إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يَّأْتُوا بِالشَّهَادَةِ

نہین کیا نہین تو ہم بے انصاف ہین اسمین لگتا ہی کہ شہادت اداکرین راہ پر

عَلٰى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا

راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری اُنکی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سُن رکھو

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ۝ ع

اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علماء معانی کے نزدیک ازراہ اعراب و معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین ۔ کذا ذکرہ القرطبی ۔ اور مکی نے کہا کہ اسمین جو علوم ہین وہ چار جزو سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علماء معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین ازراہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جسنے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور سمین رح نے یہان بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہی بالجملہ یہ کلام باری تعالے متین و دقیق ہی چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت مین زبانی علم والے بندے وقت مین آگئے لیکن اللہ عز و جل کے واسطے حمد و ثنا ہی کہ اسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم لیکر پابندی کرتے ہین اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے انکے قلوب منور ہوتے ہین اسی قدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے انکو کشف انوار حاصل ہوتے ہین والحمد للہ رب العالمین ۔ تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا ۔ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا یہ کلام مستانف متعلق بامور دنیا مربوط بامور آخرت ہی اسلیے کہ کوئی امر دنیاوی نہین جو مومن کے حق مین ثواب کا مورث نہو وسے اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا ۔ فرمایا ۔ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ چاہیے کہ گواہ ہو جاوین تمہارے درمیان مین ۔ پس یہ خبر بمعنی امر ہی اور شہادۃ کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہی کیونکہ ظرف ہی بمانند قولہ ہذا فراق بینی و بینک ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین شہادۃ ما بینکم ۔ تھا بمانند ہذا فراق ما بینی ۔ کے ۔ اور شہادت کے معنی مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ یہان بمعنی وصیت ہی اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہی یعنے حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے ۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ بمعنی قسم ہی اسے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفال رح نے اختیار کیا اور ابن عطیہ رح نے اسکو ضعیف کیا ۔ اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہی یعنی خبر ادا کرنا کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کے لیے یا کسی دوسرے شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ مین بشرح مذکور ہی اور وجہ اس اختلاف کی اور منشاء اس تاویل کا آیندہ واضح ہوگا ۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شہادۃ بینکم إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ یعنے شہادت تمہارے درمیان مین جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہین ۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ مبتدا اور اثنان خبر ہی اور یہ بنتا نہین تو جواب یہ کہ شہادۃ بصورت خبر اور بمعنی امر ہی یعنے گواہ ہووین دو شخص کما قال الشیخ المفسر ۔ اور بعض نے کہا کہ ذو الشہادہ اثنان یعنے گواہ ہو جانے والے دو ہین یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین ۔ یعنی گواہی تمہارے درمیان دو مردون کی گواہی ہی ۔ اور حین بدل از آذا ہی جیسے

کاظرف ہی - اور بدل کی تقویت کی گئی بنابرینکہ اسمین تنبیہ ہی کہ وصیت ایک امر مہم ہی اسمین سستی وغفلت نہ چاہیے - اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ متعذر ہی تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب وعلامات ظاہر ہون اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان پر وصیت پوری کردے - حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہون تو گواہ کردے وصیت کے وقت دو مردون کو پھر دونون کو بیان کیا ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ یعنی دونون تم مین سے دو عادل ہون پس تین احتمال ہین کہ منکم یعنے من المومنین اے مومنون مین سے ہون - دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی - وصیت کرنے والے کے قبیلہ سے ہون - سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنے والے کے اقارب مین سے ہون - کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اسکے عمدہ خیرخواہ و اصلاح کرنے والے ہونگے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہی کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والون مین سے ورنہ اپنی ملت اسلام والون مین سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح وعدل واجب جانیگا - ہان بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہی کہ انمین سے کوئی ممکن نہین ہوتا مثلاً تجارت کفرستان مین گیا لہذا اہل کفر ہی وہان ملینگے یا ساتھی کافر ہون اسی واسطے آگے فرمایا - أَوۡ ءَاخَرَانِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ إِنۡ أَنتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَأَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةُ ٱلۡمَوۡتِ تَحۡبِسُونَهُمَا مِنۢ بَعۡدِ ٱلصَّلَوٰةِ فَيُقۡسِمَانِ بِٱللَّهِ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِي بِهِۦ ثَمَنٗا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَٰدَةَ ٱللَّهِ إِنَّآ إِذٗا لَّمِنَ ٱلۡأٓثِمِينَ

شیخ ابن کثیر رح نے بروایت وحکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباس وایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل مسلمین سے ہون اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہی اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوے کہ یا شاہد ہون دو مرد تمہارے غیر سے یعنی تمہاری ملت اسلام کے سوائے غیر ملت سے دو مرد گواہ کرلو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تمنے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک مین اور وہان تمکو موت کی مصیبت پیش آئی - قال فی الکمالین - ظاہر یہ ہی کہ شرط مذکورہ یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہی اور معنی یہ ہین کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم مین سے دو مرد عادل گواہ ہون اور اگر تم مین سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت مین اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمہارے غیر ملت ہون - اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت مین ہی بمعنی آنکہ یون شاہد کرلینا اس شرط پر کہ تمنے سفر کیا اور وہان مصیبت موت پیش آئی - قال المترجم مفسر رح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اول ہی مختار ہی کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ مین معترضہ ہی الغرض بیان اس بات کے کہ اخران من الغیر جبھی روا ہین کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے مین ذوا عدل منکم تم مین سے دو عادل ۱۲ - پائے نہ جاوین - تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کرلو اور چونکہ انکی عدالت بسبب کفر وشرک کے معتبر نہین ہی لہذا اگر شک ہو تو انسے قسم لیجاوے - قال ابن کثیر رح اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم - کہا کہ غیر مسلمین مین سے یعنی اہل کتاب یہود ونصاری مین سے - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ وسلمانی وشریح وسعید بن المسیب ویحیی بن یعمر ومحمد بن سیرین وعکرمہ ومجاہد وسعید بن جبیر وشعبی وابراہیم نخعی وقتادہ وابومجلز وسدی ومقاتل وعبدالرحمن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہی اور ابن جریر نے عکرمہ وعبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر مین نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہون یعنے وصیت کرنے والے کے قوم وقبیلہ سے ہون ابن کثیر رح نے کہا کہ بنابراس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہون

تو انہین سے بہتون نے فرمایا کہ آج تک تو اسکی تاویل کا وقت نہین آیا ہی - رواہ ابن جریر - اور جبیر بن نفیر رح سے روایت ہی کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر معروف ونہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل الآیہ - تو سب کے سب ایک زبان مجھپر جھپٹ پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی تجھکو اسکی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہی مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا - پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اُٹھنے لگے تو مجھسے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہی اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہین معلوم اور نہین جانتا کہ وہ کیا ہی اور شاید تجھے اسکی تاویل کا زمانہ ملجاوے جب تو دیکھے کہ خواہش مال واسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کیجاتی ہی اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہی اور ہر راے والا اپنی راے پر نازان ہی اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی ہی تب تجھپر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہین کریگا - رواہ ابن جریر - اور حسن بصری رح نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہین کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہو جو اسکے اعمال کو بُرا جانے - سعید بن المسیب نے کہا کہ جب تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جاوے تجھکو کچھ مضر نہین ہی - اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور یہی سلف کے بہت بزرگون سے مروی ہی - رواہ ابن جریر - **قال المترجم** قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم - یعنی مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض وواجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ ہی کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کر دو پھر - لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم - جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تمکو کچھ مضر نہوگا جبکہ تمنے ہدایت کی بات اختیار کی یعنے امر معروف ونہی از منکر جو تمپر واجب تھا ادا کیا اونکے فسق وفجور سے اون کے عذاب مین تم گرفتار نہوگے - شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولیٰ واوضح قول ہمارے نزدیک وہ ہی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجا لاؤ اور جو تمپر امر معروف ونہی از منکر اور ظالم وفاسق کا ہاتھ روکنا واجب ولازم ہی اسکو ادا کرو تو پھر کوئی گمراہ ہوا کرے تمکو کچھ مضر نہین ہی - ابن المبارک رح نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنے انفس المسلمین یعنے تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپس مین ایک دوسرے کو نصیحت کرو پس اس آیت مین امر معروف ونہی از منکر کی نہایت تاکید ہی - **قال المترجم** - یعنی اس آیت مین بہت جید وقوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عز وجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو اقوال علماء سلف وبزرگان دین سے اسکی تفسیر مین مروی ہین سب بجاے خود صحیح ہین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہی فلیتامل - **اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا** - اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہی ف - یعنی آخرت مین ہر مطیع وہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے وہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہی اور یہ ایک جھٹکے مین فیصلہ ہی - **فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** پس تمکو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا ف - حتی کہ ایسے اعمال خیر وشر سے جنکے کرنے والا خود آگاہ نہین ہوا اور محصول اسکا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب اور ہر عاصی وگمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہی اور تنبیہ ہی کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پاویگا - اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہی کہ زبان کی حفاظت چاہیے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہی کہ قیامت تک اسکی گردن پر وبال لکھا جاتا ہی حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات اچھی بات ایسی کہہ جاتا ہی کہ تا قیامت اسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہی حالانکہ بندہ نہین جانتا ہی پس جو حالت زبان کی ہی اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہان تک واجب ولازم ہی ف - **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ

یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ - ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہی اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا باین گمان کہ نہین بنتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا قصور و فتور ہی پس اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہین لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو لیکن آیت کریمہ مین ایک اور لطیفہ ہی کہ قولہ علیکم انفسکم - یعنی تمپر واجب ہی کہ اپنے نفس امارہ کے چھپی باتون کو دیکھتے پہچانتے رہو اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا دعوی کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی سے دعوی کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانوگے تو قہر ازلی کا بھید تمپر کھل جائیگا اسی واسطے معروف ہوا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - اور جسنے اوتعالی عز و جل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کافر و مکار کا مکر و فریب ٹیڑھی راہ نہین لیجا سکتا ہی کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہوگیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہی تو ضرر اسکے حق مین نفع ہوجاتا ہی اور فساد اسکے حق مین اصلاح ہوجاتا ہی سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہی وہ کسی مخلوق کے واسطے آج تک ابھرا نہین فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلی - اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہین اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین مین دفن کرتا جاتا ہی تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہی یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثری مین دفن کرتا ہی تو اسکا قلب زیر عرش پہونچ جاتا ہی - محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کردیا - حسین بن منصور کا خادم اس رات انکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہوجانے کا وعدہ کیا تھا یعنے خبر دی تھی پس اسنے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجیے تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی مین مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کردیگا - شیخ ابو عثمان رح سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کرلے - اگر تو اسکی برائیون کی اصلاح کرنے مین اور اسکے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ورنہ وہ تجھکو بلا مین ڈالکر ہلاک کردیگا - نعوذ باللہ من شرور انفسنا - مترجم کہتا ہی کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق سری بیان کیا ہی سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہی فلیتفکر - اور جب نفس سے اداے امانت و استقامت ہی اور بخل و خود رائی نہین تو زمین عدل سے معمور ہی لہذا فرمایا -

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ
اے ایمان والون گواہ تمھارے اندر جب پہونچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ
معتبر چاہین تم مین سے یا دو اور ہون تمھارے سواے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر پہونچے تم پر مصیبت

الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا
موت کی دونون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تمکو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی
اگرچہ کسیکو ہم سے قرابت ہو اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ
دونون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون انکی جگہ کہ جنکا حق دبا ہی انمین جو بہت

اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہی چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو ۔ اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس آیت کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کیجاتی ہی اور خواہش نفس کی پیروی کیجاتی ہی اور دنیا اختیار کی جاتی ہی اور ہر شخص راے لگانے والا اپنی راے کو اچھا سمجھتا ہی تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ ۔ رواہ الحاکم وغیرہ ۔ قال المترجم یہ وہم پیدا ہوتا ہی کہ ایمان والا اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پروا نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کے واسطے یا بد بات نہ کرنے کے واسطے نصیحت نہ کرے تو شاید اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کیے ۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہی لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی راے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہی کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ۔ ورنہ امر بمعروف اور نہی از منکر نہایت ضروری واجب و فرض ہی اگر اسکو چھوڑیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہی اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہین پس ضرور ہی کہ اس آیت کا محل یہ ہی کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اس سے اپنے اوپر دینی یا دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجائش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہی جیسا کہ حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہی اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے روایت کیا اور حاکم و ترمذی نے اسکو صحیح کہا ۔ اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہی کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ اور البتہ تمہارے پیچھے ایسے دن آنے والے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا انمین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب ملیگا ۔ قال المترجم ۔ اب وہ زمانہ ہی کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن از راہ بلاغت یہ نکلتا ہی کہ ابھی بالکل پورے نہین ہوے ہین اگرچہ ایسا ہی کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز نہ رہو واللہ الموفق والمعین ۔ ابو عامر الاشعری رض سے روایت ہی کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپ نے پوچھا اسنے کہا کہ مین نے یہ آیت پڑھی ۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الایۃ ۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم کہان پہونچے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو ۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ ۔ اس روایت سے واضح ہی کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیت اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہی جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہی کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوے اور اللہ تعالے کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الایۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہین ہی حالانکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنے یہ سمجھایا و نہ منع کیا تو قریب ہو گیا کہ اللہ تعالے ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا

کہ واللہ یا تو تم امر بمعروف و نہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالےٰ کا عذاب پہونچیگا۔ رواہ الدارقطنی و ابن حبان و احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر و ابن ماجہ و النسائی و ابو داؤد و صححہ الترمذی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہی کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہی چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوے اسنے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین۔ پھر ایک زمانہ اخیر آنے والا ہی کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون مانند نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد و حسد و کینہ نہ تھا اور یہ بات انکی باہمی جھگڑون کے خیال سے لغو مت سمجھو بات وہی ہی جو مین نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہوا اور دل منور نہوا اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انمین دلی حقد و حسد نہین ہی فلیتفکروا یا اولے الالباب واللہ الملہم للصواب۔ پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہی تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے عدم مضرت اور مسلمانون کی ہدایت و اپنون کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہی اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہی۔ ابن مسعود رض سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہی ولیکن قریب مین ایک زمانہ آنے والا ہی کہ تم (یعنے جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاو کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہوگی تو ایسے وقت مین تمکو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کیے رہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہی کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہی جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہینگے تو انکی بات قبول نہوگی۔ اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہی ابھی نہین آ اور عیسی بن مریم جب تک نہین اترینگے تب تک نہ آویگا۔ اور ابی بن کعب نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہی سو ایک دوسرے کی طرف اٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اٹھکر انکو امر معروف و نہی از منکر کے فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالے قرآن مین فرماتا ہی۔ علیکم انفسکم الآیۃ۔ سو ابن مسعود رض نے سنکر فرمایا کہ ٹھہر اے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہی اور قرآن اترا جب اترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ انکی تاویل تو اترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین انکی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد انکی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جب تک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہوجاوین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسی وقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عمر رض نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کے لیے نہین ہی کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچاوین سو ہم لوگ حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہی جو ہم سب کے بعد اوینگی۔ رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے ابو مازن سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمان رض مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھے دیکھا انمین سے ایک نے یہی آیت پڑھی

کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول میں ہوتے تو وصیلہ کر دیتے - عن سعید بن المسیب وصیلہ اونٹنی ہے کہ پہلے بیانہ پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو مادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے وکذا قال مالک رح - اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بیدمیں ہر بار دو بکریاں جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمیں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے اما حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو - کذا قال ابو روق وقتادہ - قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس - حام نر اونٹ جبکہ اسکے بچہ کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ - اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی پس اسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے اور نہ اسکے بال کاٹتے اور جاہے جسکی چراگاہ و حوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا - اور اسی طرح اور مختلف اقوال بحیرہ وسائبہ و وصیلہ و حام کے بیان میں وارد ہوئے ہیں اور منشا انکا یہی ہے کہ عرب والے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ و گروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پرانے پھٹے دو کپڑے میرے بدن پر تھے تو آپ نے مجھسے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر - پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والا بچہ جنتے ہیں - میں نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو یوں ہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہیں میں نے کہا کہ جی ہاں - فرمایا کہ ایسا مت کیا کر - جو کچھ تجھکو اللہ تعالے نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی - ما جعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ - اور واضح ہو کہ مشرکین عرب میں بعضے تو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالے کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے - مسئلہ - جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا اسنے اپنے ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک میں رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر چڑیماروں سے لیکر چڑیاں چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی ہے پس باب الکراہیۃ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو - اور جسنے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا و لیکن یہ قسم ہو جاتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ** اور جب ان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ **تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ** آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ف یعنی قرآن کی پابندی کرو - **وَاِلَى الرَّسُوْلِ** اور آؤ رسول کی طرف ف یعنی قرآن و رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حلال ہے - **قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا** - کہتے ہیں کہ کافی ہے ہمکو وہ جسپر ہمنے اپنے باپ دادوں کو پایا ف یعنی جس راہ و طریقہ پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے - یعنے اپنے باپ دادوں کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ **اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ** اے احسبہم ذلک ولو کان آباؤہم - **لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ** کیا کافی ہو گی انکو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگرچہ بات یہ کہ انکے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف ف اور یہ استفہام

انکاری ہی۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری لتعجب دلانے کو واو حالیہ پر داخل ہی اور معنی یہ کہ یہ تقلید جہالت کافی جانتے ہین گو انکے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے۔ اور حاصل یہ کہ دین مین اعتبار تو اسی عالم کی صحیح ہی جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان مین نہ لاوے بلکہ اللہ تعالے واسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی راے وعقل اسکے مطابق ہو یا نہو۔ اور توضیح یہ ہی کہ آدمی پر اللہ تعالے واسکے رسول کی پیروی فرض و وہی عین ایمان ہی پس اگر حکم خدا و رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہی تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علماء مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہی اور اگر آدمی خود نہین سمجھ سکتا اور اسکو کسی مسئلہ مین حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کر لے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالے واسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہی لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی راے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اسپر عائد ہوگی جو اللہ تعالے نے یہود و نصاری کے حق مین فرمائی بقولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ کیونکہ حدیث مین اس آیت کی تفسیر مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشون کو رب نہین بناتے تھے تو فرمایا کہ انکی ہر بات کو مان لیتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ ہان یہ تو تھا تو فرمایا کہ یہی ہی۔ (رواہ الترمذی وصححہ) پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار مین یہ بیان ہوا ہی کہ آخر زمانہ مین ایسے لوگ ہونگے جو خلاف حکم خدا و رسول کے باتین بناوینگے اور انکو اللہ تعالے و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب رائج و مدون و انکی کتابین شائع ہین انھین کو لوگ لیوین تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہین اور اس زمانہ مین فقہ و حدیث کی کتابین ترجمہ ہو گئی ہین لہذا ہر دیندار پر آسان ہی کہ اللہ تعالے واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہا سے واقف ہو اور شبہ و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے۔ واللہ الموفق۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ
اے ایمان والون تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہین بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوئے راہ پر
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتا دیگا جو کچھ تم کرتے تھے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسون کو ف مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ مین بولتے ہین۔ علیک زیدا اسے لازم پکڑ زید کو۔ پس انفسکم کو نصب بطریق اغراء ہی اور نحویون نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل مین اختلاف کیا کیونکہ ظاہرا بعد حرف جر ہی مثل علیکم۔ اور الیک عنی۔ مجھسے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر رہ ظاہرا مضاف الیہ ہی پس صحیح قول یہ ہی کہ وہ موضع جر مین ہی جیسے کہ اغراء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر مین تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہی۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر رہو ف اور بعض نے مضاف مقدر کیا۔ یعنی نہین ضرر دیگا تمکو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہی جبکہ تم ہدایت پر رہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر یقین و ثبات و قائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کیونکہ گمراہ سے انکو کچھ ضرر نہوگا جبکہ وہ مضبوطی کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔

جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّٰی تجویز کیا یعنی نہین نام رکھا اللہ تعالے نے کسی حیوان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہین بیان کیے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شے کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعبدی ہو اور وہ تشریع ہے اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہین بلکہ تشریعی ہے شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ ما جعل یہان بمعنی ما شرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف ہین بحیرہ پر اور من زائدہ ہے لغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السموات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس۔ کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ مین ہے۔ اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اسے ما صیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ۔ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہے علاوہ برین مفاد یہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلیگی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ مین من کی زیادت لغرض نفی مطلق بحیرہ ہے ازجانب حق تعالے پس صحیح وہی معنی ما شرع اللہ من بحیرۃ۔ یہ بحیر بحیرہ بروزن نطیحہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے انکے جسم مین علامات ہوتے تھے اور انکے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ انکی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھین اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھین انمین سے کوئی اللہ تعالی نے نہین فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن اذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے انکو یہ باتین کرنے کی راہ بتائی تھی۔ اور جب یہ معلوم ہوا تو آیندہ جو روایات آئی ہین انہین توفیق دینا آسان ہے۔ **وَّلَا سَآئِبَةٍ** اسے سیبہ۔ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ **وَّلَا وَصِيْلَةٍ** اسے وصل کی ہوئی اور وجہ اسکے مابعد مین مذکور ہونگے۔ **وَّلَا حَامٍ** کیونکہ اسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین رکھتے تھے۔ بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالے نے کوئی بحیرہ نہین کیا اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانہ جاہلیت والے انکو بنایا کرتے تھے۔ قال المفسر رح بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جسکا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کے لیے کر دیتے اور آدمیون مین سے اسکو کوئی نہین دوہتا تھا۔ قال فی الکمالین بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جاوے۔ اور وصیلہ وہ بچھی اونٹنی جو پہلے بیدہ مین مادہ جنی پھر دوسرے بیدہ مین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کے واسطے انکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اسنے ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدون کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے۔ اور حام وہ نر اونٹ ہے جو چند محدود جفتیان کھا چکا پھر جب وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے۔ **وَّلٰكِنَّ** یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا و لیکن اول اولی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ **الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ** جو لوگ کافر مشرک ہوئے ہین وہ اللہ تعالی پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین ف۔ چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے ہم کو یہ حکم دیا ہے۔ **وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ** اور انمین سے بہتیرے سمجھتے نہین ف۔ کہ یہ افترا ہے کیونکہ انھون نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری

نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح ونسائی رح نے بھی روایت کی ہی اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہی اور خود بخاری رح نے ابوالیمان کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہی اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر سیوطی رح نے ذکر کی ہی اسمین سائبہ کے ذکر کے بعد یہ بھی ہی کہ سعید رح نے کہا کہ ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چلی کی طرح کھینچتا پھرتا ہی اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رضہ سے اسکے مانند روایت کی - ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چلی کی طرح گھمائے پھرتا ہی سو مین نے کوئی شخص اسکے ساتھ زیادہ مشابہ تجھسے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجھکو ضرر کرے تو آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہی اور وہ کافر ہی اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہی - رواہ ابن جریر تحدیثا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ - وقد رواہ عن ہناد عن عبدہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرہ مرفوعا بنحوہ او مثلہ ولیس ہذان الطریقان من الکتب - **قال المترجم** - اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی حجاز مین پہلے بت لایا ہی - اور عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہی اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہی - رواہ احمد - یعنی گدھے کی طرح چلی کے مانند گھمتا ہی اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہی - اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول مغیر دین ابراہیم علیہ السلام وہ عمرو بن لحی ہی اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہی جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اسکو منہون سے کاٹتے اور کھرون سے روندتے ہین - **قال ابن کثیر رح** - پس یہ عمرو بن لحی وہی رئیس خزاعہ ہی جو جرہم قبیلہ کے بعد خانہ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین بت لایا اور لوگون کو انکی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالے **قال المترجم** - اوپر کی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہی اور نیز فقط اونٹ کے قسم مین بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گاے بکری وغیرہ جانورون سے بھی بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل و گروہ مین جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام مین انشاء اللہ تعالے کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہان بھی مترجم کو لکھنا اولی معلوم ہوا - عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس - اونٹنی جب پانچ بید جنی تو پانچوین کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھاتے عورتین نہین - اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے - **قال المترجم** - اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم - اور شافعی رح نے کہا ناقہ جب پانچ بید مادہ مادہ جنی تو اونٹنی کو بحیرہ کرکے حرام کر دیتے تھے - اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمین بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بید تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتوین بید پر اگر بکرا یا دو بکرے جنی تو بچہ ذبح کرکے مرد کھاتے اور عورتون پر حرام تھا - اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بید مادہ جنتی جنمین نر کوئی نہوتا تو چھوڑ دی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دُہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابو روق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہین جاتا تو وہ نذر مین اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے - علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتوین بید

جائز رہا کیونکہ انکو اسکی ضرورت تھی۔ وقولہ عفا اللہ عنہا سے جو اپنی کتاب مجید مین نہین فرمایا وہ منجملہ ان چیزون کے ہی جنکو عفو فرمایا ہی تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہین بیان کیا ہی اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ چھوڑ دو مجھکو جب تک مین تمکو چھوڑے رکھون کیونکہ تمسے اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے تھے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کیے ہین انکو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہین اُنسے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزین حرام کردین انکی ہتک حرمت نکرو اور بہت چیزون سے سکوت فرمایا وہ تمپر رحمت کرنے کے واسطے سکوت ہی کچھ بھول کی وجہ سے نہین ہی تو تم ان چیزون سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباسؓ مین جو قصہ فرضیت حج مین ہی یون فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھسے سوال چھوڑو جب تک کہ مین تمکو چھوڑون اور جب تمکو کسی امر کا حکم دون تو اسکو بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کردون تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کردیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اُترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہوگئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن مین سختی سے کوئی حکم نازل ہوا تو تمکو گوارا نہوگا اور تم منتظر رہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے اسکا بیان خود قرآن مین مل جاویگا۔ رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ۔ وقال المترجم کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن انکو نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق الٰہی ضرور ہی پس اگر ہر چیز کا حکم مصرح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہوجاتا اور اب اس امت کو مانند اگلی امتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہی کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر پر انکو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اسکو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہی اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہی فتامل وافہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ قولہ لا تسئلوا عن اشیاء سے یہ اشیاء وہی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام ہین سو تو نہین دیکھتا کہ آگے فرمایا۔ ماجعل اللہ من بحیرہ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہ رح نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیے گئے۔ رواہ ابن جریر و مراد عکرمہ رح کی یہ ہی کہ ان آیات سے سوال کرنے مین جبکہ پورے کیے جاوین تو بعد اسکے اگر کفر و انکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی امتون پر ہوا تھا ولیکن مترجم کہتا ہی کہ یہ قول اگرچہ فی نفسہ عمدہ ہی ولیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہی چنانچہ ادنیٰ تامل سے واضح ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہی ضرور ہی کہ ایسے سوالات کے ساتھ مقید ہو جنکی حاجت نہین اور مزید تکلیف کے موجب ہین جیساکہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ امور دین و دنیا مین سے جنکی حاجت و ضرورت ہی انکا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہی جیساکہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قاتلہم اللہ الا سألوا فانما شفاء العی السؤال۔ یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط رائے سے کیون کہا کہ تیمم نہین روا ہی کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہی کہ دریافت کرے۔ پس ظاہر ہوا کہ ضروری امور مین سوال جائز ہی۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ جب یہ بات ہی تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتین وانکے احکام جمع کیے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہی لیکن مختصر یہ ہی کہ فقہ والون نے دراصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہی کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے ہوا کرتا ہی چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کیے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہی پس طریقہ اجتہاد جاننے سے مجتہدون پر آسانی حاصل ہوگئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ انھون نے اس غرض کو برباد کرکے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہی کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہوجاوے اور یہ بدتر مخلوق ہی جو دین اسلام

مین مفسد اور اسرار شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہی۔ نعوذ باللہ من الضلال ف۔۔۔ فی العرائس۔ قولہ تعالے یاایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار و مکاشفہ سے وقوف نہو اور اہل معرفت و کشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اسکے حقائق کو مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اسکے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس انکی محرومی انکو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہونگے اور اللہ تعالے عزوجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہی۔ اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہی کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات و انکے قصص و حکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین و اولیاء کے مقامات و درجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تمکو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہی کہ تباہ ہو جاؤگے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب زائد ہی اور اگر کوئی اسکا دعوی کریگا تو وہ کمبخت قاسی القلب ہو گیا۔ یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہی اور اگر ایسا نکیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک حجاب مین پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت و عمل معرفت چاہیے ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شرع مین دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہی حالانکہ اعمال ظاہرہ مین خود فاجر ہی اور اگر اعمال قلبی مین دیکھو یعنے علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہین سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہی اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا۔ عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہین اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہین اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگون کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتین بنانے والا سمجھتے ہین اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی انکو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہین سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم مین گیا پھر عجیب ہی کہ اسکو ولی جانتے ہین اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہین نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیآت اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہی کہ ظاہر و باطن مین سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون و مشرکون و بدعتیون روافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہی کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہین اور حکم الہی و سنت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہین چنانچہ

اللہ تعالے نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ
نہین ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر
كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
باندھتے ہین اللہ پر جھوٹ اور ان مین بہتون کو عقل نہین اور جب کہیے انکو آؤ اسطرف
اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ
جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف کہین ہمکو کفایت ہی جس پر پایا ہی ہمنے اپنے باپ دادون کو بھلا
اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○
اگرچہ انکے باپ نہ علم رکھتے ہون کچھ اور نہ راہ جانتے ہون

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ اے ما شرع اللہ نہین مشروع فرمایا اللہ تعالے نے کوئی بحیرہ ف۔۔۔ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا

بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝
اُسکے منکر ہوئے

لوگون نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کیے تو نازل ہوا قولہ تعالے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اے ایمان والون چیزون کو مت پوچھو ف۔ واضح ہو کہ سیبویہ وخلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہی پس لفظاً مفرد اور معنی جمع ہی اور فرا و اخفش وکسائی و ابو حاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شے کی جمع قرار دیا لیکن وزن مفرد مین باہم اختلاف ہی۔ اور معنی یہ کہ جن چیزون کی ضرورت نہین ہی انکو مت پوچھو اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ یعنی اگر بیان کردی جائینگی تو تمکو ناخوشی دینگی ف۔ بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہی۔ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہی پوچھو گے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جاوینگی ف۔ معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین تم چیزون کو پوچھوگے تو انکے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تمکو رنج دیگا لہذا تم انکو مت پوچھو۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالی نے اس سے عفو کیا ف۔ عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہی جو تسألوا سے مفہوم ہی اور معنی یہ کہ عفو کردیا اللہ تعالی نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نکرنا۔ اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہی جس سے ممانعت کی گئی ہی۔ اور احتمال ہی کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کیجاوینگی تو تمکو گوارا نہونگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہی مثلاً کوئی شخص اولاد زنا ہی تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجاآوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہوجاوے جیسے ایک شخص نے حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہوچکا اسکو اللہ تعالے نے عفو کیا اور آیندہ ایسا نکرنا اور احتمال ہی کہ یہ معنی ہون کہ اللہ تعالی نے ان اشیاء کو عفو ومباح رکھا ہی چنانچہ متقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہی کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جنکی نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاڑی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب وبعض حرام وغیرہ سے مکلف ہوجاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کرجاتے تو مابعد والے حتی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید وفتنہ عظیم مین پڑجاتے پس سوال سے ممانعت بھی اس امت مرحومہ کے لیے خاص رحمت ہی اور حاصل آنکہ اللہ تعالے نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہی پس سوال کرکے انکو اپنے اوپر لازم مت کرلو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤگے اور خراب ہوگے پس اللہ تعالی اپنی رحمت سے تمکو منع فرماتا ہی وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اللہ تعالے غفور حلیم ہی ف۔ بندون کے گناہ بخشنے والا ہی اور انکی بے ادبی پر انکو حلم سے جلد ماخوذ فرمانے والا نہین ہی قَدْ سَاَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون سے سوال کیا تھا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہوگذرے ہین ف۔ یعنی اگلی امتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس انکے احکام بیان کرکے جواب دیدیا گیا اور انکا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہوگئے ف۔ بایں طور کہ انپر عمل کرنا چھوڑدیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور انکو مباح کرلیا کہ بے تردد انکے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہوگئے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہی چنانچہ امام بخاری رح نے اس بارہ مین باب باندھا ہی۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفیدہ بمعنی آیت وافادات دیگر ہین

بیان کیں اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہی کہ عن انس بن مالک رض کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منھ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی - ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہی تب یہ آیت نازل ہوئی - یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ البخاری ومسلم واحمد والترمذی النسائی - وعن انس بن مالک ایضًا - کہا کہ لوگون نے حضرت صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہان تک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ آج جو کچھ تم پوچھوگے مین ضرور تمسے بیان کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنے والا ہی پس مین داہنے بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منھ ڈھکے ہوئے رو رہا ہی پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہی فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہی - پھر عمر بن الخطاب رض نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوے اس بات پر کہ اللہ تعالی ہمارا رب ہی اور اسلام ہمارا دین ہی اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہین ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہین - پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر مین آج کے دن سا مین نے نہین دیکھا کہ جنت و دوزخ کی تصویر میرے روبرو کردی گئی کہ مین نے اس دیوار کے ادھر دیکھی - رواہ ابن جریر والبخاری ومسلم اور ایک روایت مین ابوہریرہ رض سے کہ آنحضرت کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے - اور یہ بھی زیادہ ہی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگون کا زمانہ جاہلیت وشرک تھوڑے دن ہوے دور ہوا ہی سو آپ ہم لوگون کی بابت بیان عفو کرین اللہ تعالے آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا - رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سدی رح کی روایت قصہ مین یہ بھی ہی کہ عمر رض نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤن چوم لیے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہان تک کہ غصہ فرو ہوا - عن ابن عباس رض ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے سو بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہی اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم گئی وہ کہان ہی تو انکے حق مین اللہ تعالے نے نازل کیا قولہ لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ البخاری - عن علی رض جب یہ آیت اُتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ - تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہی آپ خاموش رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھون نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہین اور فرمایا کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور اگر یون واجب ہوجاتا تو تم سے ہرگز نہو سکتا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ - رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال غریب - اور یہ معنی بروایت ابوہریرہ رض و ابو امامہ رض بھی مروی ہین اور ابوہریرہ رض کی روایت مین ہی کہ فرمایا - اور اگر مین ہان کہتا تو واجب ہوجاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کرسکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہوجاتے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا الحدیث - یہ دلیل ہی کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا تو یہ کفر مقابل ایمان نہین بلکہ کفران نعمت ہی - اور ابو امامہ کی روایت مین مصرح ہی کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا - اور نیز اسمین ہی کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتون کو انہین کے ایسے سرغنہ لوگون نے برباد کیا جو فتنہ وحرج مین ڈالنے والے ہوے اور قسم ہی اللہ عز وجل کی کہ اگر مین تمہارے لیے تمام وہ چیز جو روئے زمین پر ہی حلال کردون اور فقط ایک موزہ بھر جگہ اسمین سے حرام کردون تو تم اسیقدر مین فتنہ مین پڑوگے - رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ظاہر آیت مین سوال ایسی چیزون سے ممنوع ہی کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگواری دین - اور نیز کہا کہ حدیث مین آیا ہی کہ مسلمانون مین سے وہ بڑا مجرم ہی جسنے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہوگئی - ولیکن اگر قرآن مجید مین مجمل نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا

ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے بیزار کیا اور طریقہ جور مین لا کر خوار کیا نعوذ باللہ من ذالک فتدبر۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہی ف یعنی کفر و شرک و انکار و خلاف کرنے والون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہی ف یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانے والون کے حق مین مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کہ اسکا حکم پہونچا دینا ف یعنی تمکو حکم الٰہی پہونچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہی وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہی جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمھارے اعمال کی تمکو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر بُرے ہین تو عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہی اور وعدہ وعید ہی مفسر رح نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہو سکتی ہی۔ واضح ہو کہ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہی لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو [illegible] کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگار مومن کو مخفی فرمادیگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرمادیگا کہ مینے دنیا مین تجھپر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ بدکار و فاحش بدتر شخص ہی (من الصحاح)۔ ف عرائس مین ہی کہ قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس۔ کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور نور صفات کے پرتو سے منور کیا ہی پس وہ ان انوار کے ادراک کے لیے آئینہ ہی اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر کمل ہوتا ہی چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت و کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہی اور ارکان حج کے ہر وقت مین انکو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہی اور غیرون کی نظرین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین۔ اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کے واسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہی قالب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰ ع کو کوہ طور سے اور عیسیٰ کو ساعیر سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہی کہ جاء اللہ من سیناء و استعلن بساعیر و اشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سینا سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب انبیاء مین ہی۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلۂ شاہد ہی اور وہ ہر تصور و خیال و اعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہی پس اسکے آثار جلال عارفون کے چہرہ سے ظاہر ہوتے ہین۔ شبلی رح نے کہا کہ حبشہ ما سے مردم کا امام کعبہ ہی اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام بایں معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہی۔ قال المترجم کعبہ مین جسطرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک زائد ہی یعنے اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہی ویسے ہی مخالفت کرنے مین بھی وہان اسی کثرت سے عذاب زائد ہی۔ اور بعض نے کہا کہ وہان حرام ہی بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عز و جل پر نظر رکھے۔ اور بعض نے قولہ قیاما للناس۔ سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج اور ٹیڑھا ہو گیا ہو جب وہ آ کر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنے مستقیم ہو جائیگا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جا کر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کے خوبی و شرائع کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہی کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین جواب یہ کہ اللہ تعالے نے ان جاہلون کا خود ہی رد کر دیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہو رہے ہین

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگرچہ تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے عقلمندو شاید تمھارا بھلا ہو

قُلْ لَا يَسْتَوِي کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہین۔ الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ خبیث اور طیب ف۔ خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیون مین مومن وکافر یکسان نہین ہین اللہ تعالے کے نزدیک اور مال حلال وحرام یکسان نہین اور اچھی بات وبری بات برابر نہین بالجملہ جس چیز مین خبث ہی اور جو چیز طیب ہی وہ دونون مساوی نہین ہین بلکہ طیب ہی خوب ہی اور خبیث خراب ہی۔ وَلَوْ أَعْجَبَكَ تجھے كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف۔ یعنی اگرچہ نظر مین جو خبیث ہی وہ بسبب کثرت کے تجھکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث مین اسقدر کثرت ہی کہ اسکے مقابلہ مین خوب وپاکیزہ بہت کم ہین۔ کیونکہ قلت وکثرت کا کچھ اعتبار نہین بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہی چنانچہ لعل وموتی اگر کم ہین تو کنکر اپنی کثرت کی وجہ سے اُنسے اچھے نہین ہوسکتے ہین اور اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالی کی تقدیر خلقت مین یہ بات جاری ہو چکی ہی کہ بھلے کم ہونگے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہی ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہی اور وہی یہان ازراہ حکم کے معتبر ہی پھر اعجبک مین خطاب ہر ایسے شخص کو ہی جو عبرت ونصیحت کی لیاقت رکھتا ہی اور اولی یہ ہی کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہی اگرچہ اس سے عبرت ونصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہی اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔ پس اے اہل عقول تم تقوی الٰہی رکھو ف۔ یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑ دو اور طیب پر اکتفا کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤگے اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے بندون کو آگاہ فرمایا کہ خبیث وطیب اسکے نزدیک برابر نہین یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہی چنانچہ خبر مین آیا کہ ما قل وکفی خیر مما کثر والہی۔ یعنے قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہی اس سے جو بہت ہو اور لہو مین ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم مین اپنی اسناد کے ساتھ ابو امامہ رض سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جسکا تو شکر ادا کرلے اس بہت سے اچھا ہی جسکی تجھے طاقت نہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث سے تحذیر ہی۔ اور اس آیت مین اہل عقل وایمان کے لیے وسوسہ شیطان سے کافی تنبیہ ہی کہ دنیا مین انکے سامنے یہ منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر وضلالت مین جو دنیاے ملعونہ کو آراستہ کرین بہت دنیاوی عروج مین کثرت سے ہونگے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھلا کیون نہ مانتے۔ پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالی اس دنیاے ملعونہ کو انھین لوگون کو دیگا جو ملعون ہین لہذا جب صحابہ رضی اللہ عنہ نے سب سلطنتین فتح کین تو صرف عدل وحق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ انکا زہد وتقوی تمام متواترات روایات مین ماثور ہی فاستقم واللہ تعالی ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقوی یہ نہین ہی کہ ذرہ ذرہ سی بات مین کرید کرکے لپیٹے اور پر سختی کرے بلکہ نرمی کے ساتھ حق تعالی کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالے نے اپنے عادل بندون صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ گچھ مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث مین ہی کہ وہ شخص بدتر ہی کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کردی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی۔

لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ

اے ایمان والو مت پوچھو بہت چیزین کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگین اور اگر پوچھوگے جس وقت

الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا

قرآن اُترتا ہی تو کھولی جاوینگی اللہ نے اُنسے درگذر کی ہی اور اللہ بخشتا ہی تحمل والا۔ ویسی باتین پوچھ چکے ہین ایک لوگ تم مین سے پہلے پھر ہوگئے

بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کی پھر حد مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ جو کچھ اُسنے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آویگی اور یہ قول احسن و اصوب ہی۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علمار اسطرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہی خواہ حلال نے اسکے واسطے شکار کیا ہو یا نکیا ہو اور ابن عبد البر رحمہ نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابو ہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطار فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہار کوفہ کا مذہب ہی لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین جسمین امام ابو حنیفہ رحمہ بھی ہین ۱۲ امام ابو حنیفہ رحمہ سے اسکے خلاف پایا ہی۔ **قال**۔ اور ابو ہریرہ رضہ سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتوی دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطاب رضہ سے اپنا یہی فتوی دینا بیان کیا تو عمر رضہ نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوا اور فتوی دیتا تو مین تیرے سر کو دُکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ **قال المترجم** لم یصح لسعید روایۃ عن عمر رضہ عند المحدثین۔ **قال**۔ اور دوسرے فقہار نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہی بسبب عموم اس آیہ کریمہ کے اور ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہی کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رحمہ نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی از حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالک و شافعی و احمد و اسحٰق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کے واسطے شکار کرتا ہی تو محرم کو کھانا روا نہین ہی بسبب حدیث صعب بن جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم بمقام ابوا ہین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہمنے اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی پس ان فقہار نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اسنے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہی اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نکیا ہو تو محرم کو اسکا گوشت کھانا جائز ہی بسبب حدیث ابو قتادہ رضہ کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام مین تھے انھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہی۔ **قال المترجم** یہی مذہب ابو حنیفہ رحمہ ہی۔ **قال** اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن خطب از جابر رضی اللہ مرفوعاً آنکہ خشکی کا شکار در حالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہی کہ تمنے خود شکار نکیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی۔ و الشافعی و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہی ولیکن ترمذی رحمہ نے کہا کہ مطلب رحمہ کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہین ہوا اور کبھی اسکی تقویت کیجاتی ہی اثر عثمان رضہ سے کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اور انھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا یکسان حال نہین ہی یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہی۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہی۔ مترجم کہتا ہی لیکن یہ معلوم ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لیے شکار کیا اسپر مردار ہی اور باقیون پر حلال ہی۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ** اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہی کہ اسی کی طرف حشر کیے جاؤگے **ف** یعنی مآل کار بندون کا قطعاً موت ہی پس زندگی مین موافقت رکھین تاکہ ثواب و راحت پاوین اور مخالفت نکرین ورنہ عذاب و دُکھ پاوینگے۔ **جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ** کعبہ اسکا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہی ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کر دینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال مین سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہین اور ارجح قول یہ ہی کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہی پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہی قولہ۔ **الْبَيْتَ الْحَرَامَ** یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اسمین قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندون کے واسطے

اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری رح نے بتقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح - اور بیت درحقیقت وہ کہ چار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمین بیتوتت نہو یعنی اسمین کوئی رہتا نہو اور بیت الحرام کعبہ کے واسطے بمنزلہ علم کے ہوگیا ہی اور جعل بیان متعدی بدو مفعول ہی اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنے ایسا کردیا بقرینہ دعاے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو سورۂ حج وغیرہ مین انشاء اللہ تعالی آویگی لیکن صواب یہ ہی کہ دعاے ابراہیم موافق قضاے ازلی کے واقع ہوئی حتی کہ اللہ تعالی نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا - اسجملہ بیان دو مفعول ہین اول کعبہ ہی - اور دوسرا مفعول فرمایا - قِيَٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالے نے کعبہ بیت الحرام کو بندون کے واسطے قیام کردیا ف اے یقوم بہ امر دینہم بالحج الیہ ودنیاہم بامن داخلہ وعدم التعرض لہ وجبی ثمرات کل شئی الیہ - یعنی اس خانۂ مکرم کے سبب بندون کے دین دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہین پس دین کے کام اسطرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقوی کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہین کہ زبان سے انکا بیان نہین ہوسکتا اور سواے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہین اور دنیا کے کام اسطرح کہ بحکم قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا - جو اسمین گھس گیا وہ جب تک اسمین ہی کوئی اس سے تعرض نہین کرسکتا وہ امن مین ہوگیا - اور بقولہ یجبی الیہ ثمرات کل شئی - ہر قسم کے پھل و پیداوار اسکی طرف لوگ لیجاتے ہین اور یہ عظیم قدرت الہی کا ظہور رہا کہ اس ریگستان مین بندے جو قدرت کے قبضہ مین مسخر ہین ضرور یہ نعمتین وہان لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہین اور کھجور و پانی بر سواء انکی غذا ہی اور کچھ مضرت نہین پہونچاتی - حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہین کہ اس سے جذام ہوجاتا ہی ولیکن ظہور قدرت الہی ہی کہ وہان کچھ ضرر نہین ہوتا - وفی قراءۃ قیما بلا الف - اور ابن عامر کی قراءۃ مین قیاما کی جگہ قیما بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہی قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یاء تحتانیہ مین تعلیل نہین ہوئی ہی تاکہ یہ اعتراض ہو کہ مانند حول وعور کے تعلیل نہونا چاہیے پس قیم در اصل قوم نہ تھا بلکہ یہ اصلی ہی اور اخفش نے کہا کہ اسمین تین لغات ہین - قیام و قوام و قیم - اور بعض نے کہا کہ بتقدیر کلام یہ ہی کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کونہا قیما للناس - یعنی اللہ تعالی نے کعبہ کو بیت الحرام کردیا درحالیکہ وہ لوگون کے لیے قیام ہی - م - لیکن اول ارجح و اظہر ہی اور وہی مفسر رح نے اختیار کیا - وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ اے وجعل الشہر الحرام قیاما لہم بامنہم القتال فیہا - یعنی اور اللہ تعالی نے شہر حرام کو بھی انکے واسطے قیام کردیا کہ ان مہینون مین لڑائی و قتال سے امون رہتے ہین اور الف لام جنس کا ہی اور مراد اشہر حرم یعنے ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہین - وَالْهَدْيَ وَالْقَلَٰٓئِدَ اے وجعل اللہ الہدی والقلائد قیاما لہم بامن صاحبہم من التعرض - یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندون کے لیے قیام کردیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی یا قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہین کیا جاتا ہی اور تمام تفسیر قولہ تعالے وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَٰٓئِدَ وَلَآ آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ الآیہ کے تحت مین بیان ہوچکی ہی وہان رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہوسکتا ہی کہ اس سے تعرض نہین کرتے تھے - ذَٰلِكَ الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہی جو اوپر مذکور ہوا - لِتَعْلَمُوٓا أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ وَأَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ اسواسطے ہی کہ تم جان لو کہ اللہ تعالی جانتا ہی سب جو آسمانون مین ہی اور سب جو زمین مین ہی اور اللہ تعالے ہر چیز کو خوب جانتا ہی ف - کیونکہ تمہارے نفع حاصل ہونے و مضرتین دور ہونے کے واسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کردینا اس بات کی دلیل ہی کہ جو موجود ہی اور جو ہونے والا ہی سب کو اللہ تعالے جانتا ہی - اور اسمین قوی دلیل ہی آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کے ساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہین اور زمانہ کی گردش سے انمین کوئی تغیر نہین پس اگر اہل اسلام اسپر مستقیم رہتے تو انکے دین و دنیا دونون کے واسطے نہایت خوبی دکھلائی ہی - لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور

عَلِيْمٌ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

واقف ہی جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝

رسول پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا اور اللہ کو معلوم ہی جو ظاہر مین کرو گے اور جو چھپا کر

اُحِلَّ لَكُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگون کو ہی خواہ احرام مین ہون یا حلال ہون- **صَيْدُ الْبَحْرِ** تمھارے لیے صید البحر حلال کیا گیا ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہی اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اسکو کھانا تمکو حلال کیا گیا ہی اور یہ مراد نہین کہ شکار کھیلنا حلال ہی کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہی اور مراد بحر سے یہان ہر وہ چیز ہی جسمین دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو- اور ظاہر یہ ہی کہ سمندر و دریا تو منصوص ہی اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کیے گئے ہین- صید البحر کی تعریف مفسر سیوطی رح نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہین ہین کیونکہ بحر و بر دونون جگہ جیتے رہتے ہین- اور اولی یہ ہی کہ دریائی وہ جانور قرار دیے جاوین جو پانی ہی مین زندہ رہتے ہین اور وہین انڈے بچے دیتے ہین اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہین رہتے ہین اور دوم وہ کہ پانی مین بھی جیتے ہین اور خشکی مین بھی زندہ رہتے ہین پس مفسر رح نے صید البحر انھین جانورون کو قرار دیا جو از قسم اول ہین **وَطَعَامُهٗ** اور طعام البحر ف حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہی جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے- اور یہ تفسیر حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابوہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہی- اور ابن عباس سے ایک روایت مین و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور صید البحر جو تر و تازہ ہو- اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات مین اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ صید البحر تو وہ جانور ہین جو دریا سے شکار کیے جاوین خواہ وہ کھائے جاوین یا نہ کھائے جاوین پس اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ کے یہ معنی ہین کہ دریائی جانورون کو شکار کرنا تم کو حلال ہوا پھر فرمایا وطعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہی جو اسکے شکار مین سے کھایا جاتا ہی پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تمکو حلال کیا گیا اور تمھارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانورون کو کھانا حلال ہوا اور وہ فقط مچھلی ہی انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کہ دریائی جانورون مین سے فقط مچھلی حلال ہی اور جو مچھلی کہ مر کر اُترا دے وہ بھی حلال نہین ہی- اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہی کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہی اور یہی ابو بکر الصدیق و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمرو و ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابو سلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہی- و عن الصدیق رض طعام البحر سب جو اسمین ہی- رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم- **قال المترجم**- ہو منقطع- اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مر جاوے و عن ابی ہریرہ مرفوعاً و موقوفاً- طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے- قولہ **مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ** یعنی یہ حلال کر دینا تمھارے واسطے و مسافرون کے واسطے تمتع ہی ف کہ تم حاضر ہونے کی حالت مین اس سے کھاؤ اور سفر مین مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیوین- سیارہ جمع سیار بمعنی سیر کرنے والے یعنی چلنے والے- مسافر لوگ- ابن کثیر رح نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور امیر ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور مین بھی انھین مین سے تھا پس ہم لوگ

روانہ ہوئے پھر راہ میں ہمارے زاد راہ فنا ہو گئے یعنی زادراہ نہ رہا پس ابو عبیدہ نے تمام لشکر کے زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو مزود چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہمکو تھوڑا تھوڑا دیتے رہا تاکہ وہ بھی ہو چکا اور ہمکو ایک ایک چھوہارا ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہمنے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہیں کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابو عبیدہ رض نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کئی طرق سے جابر رض سے مروی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہمنے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ رض نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زادراہ لے گئے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کا رزق تھا اور اسمیں سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہمکو بھی کھلاؤ پس ہمنے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے بھی اسمیں سے کھایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپ نے ابو عبیدہ رض کو سردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روانہ کر دیا۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہجاتے ہیں بھلا سمندر کے پانی سے وضو کریں تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہور ہے اور اسکا مردار حلال ہے۔ رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان وغیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثناء نہیں کیا اور بعض نے کچھوے و نہنگ کو مستثنی کیا۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ جو دریا میں مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوے کے مانند نہ کھائی جائیگی بسبب عموم قولہ تعالے حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابو ہریرہ رض مذکور وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رح نے حدیث ابو ہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے۔ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام میں شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو الآیۃ اور بری صید وہ ہیں جو خشکی میں جیتے ہیں اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رح کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہوں یا نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد میں مصرح ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رح و مالک رح و شافعی رح و احمد رح کا مذہب ہے اور توضیح کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطاء سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق میں یہ شکار مثل مردار کے ہے اب رہا یہ کہ دوسرے لوگوں کے حق میں کیا حکم ہے تو امام مالک و ابو حنیفہ رح اور بنا بریکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسروں کے حق میں بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہوں یا حلال ہوں اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن وغیرہم کا ہے اور اگر محرم یا محل نے اسمیں سے کچھ کھایا تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسپر جزاء لازم آویگی اور عطاء رح سے مروی ہے کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اسپر دو جزاء لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانے والے پر جزاء نہ ہوگی اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر رح نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہے

اور امام مالک و ابو حنیفہ رح کا قول ہی کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہی خواہ ویسے واقعہ مین صحابہ رض سے کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم ہی کہ علماء نے اختلاف کیا ہی پس امام مالک وغیرہ نے فرمایا کہ جسنے صید کو قتل کیا وہ مثل کے واسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا ورنہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنے والا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم و محکوم نہین ہو سکتا ہی۔ اور امام شافعی و امام احمد رح وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہی اور اول اظہر ہی واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ یا کفارہ طعام مساکین ہی ف۔ یعنی مثل دے یا اسپر کفارہ واجب ہی یعنی جو جزاء اوپر مذکور ہوئی اسکا غیر یہ کفارہ ہی چاہے اسکو دیدے اگرچہ اسکو جزا دینے پر بھی دسترس ہو یعنی حرف آو یہان ترتیب کے واسطے نہین ہی جیسا کہ بعض علماء کا قول ہی اور یہی شافعی رح کا ایک قول ہی ولیکن مفسر سیوطی رح کے نزدیک مختار قول دوم شافعی ہی کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہی پس مجرم کو اختیار ہی چاہے جزاء مذکور یعنی مثل از چارپایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہی اور یہی قول امام مالک و امام ابو حنیفہ و انکے دونون شاگردون کا اور مشہور قول امام احمد رح کا ہی۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہی پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابو حنیفہ رح و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہی اسکی قیمت اندازہ کرکے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی رح کے نزدیک اسکے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کرکے اسکا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اسکے مثل جزاء تو فرضی ہی موجود نہین ہی تاکہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہان یہ البتہ بیان ہونا چاہیے کہ ہر مسکین کو کسقدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی و امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہی اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی اور ابو حنیفہ رح و انکے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہی اور امام احمد نے کہا کہ گیہون ہون تو ایک مُد دیوے اور دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک مین امام ابو حنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہون سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قراءۃ مین کفارہ مضاف ہی طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہی پس معنی وہی ہین جو قراءۃ اولے کے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا اختیار دیا بقولہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہی کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف۔ ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف آو واسطے تخییر کے ہی اور ترتیب کے لیے نہین ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیئے اسکی عوض ایک روزہ ہی۔ بالجملہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے گیہون سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جاوے اسمین جسقدر مسکینون کا حساب ہوتا ہو بجاے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ مین مذکور ہی۔ پھر جزاء مشروع ہونے کا سبب فرمایا۔ لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف۔ یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر واجب ہوئی اسلیے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اسنے کیا ہی۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزون کے واسطے ہی ولیکن یہان استعارہ ہی بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہی اور وبال کے معنی قاموس مین بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہین اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اسکے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو حزن و اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمین اختلاف ہی مساکین کو کھانا کہان دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم مین دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہی اور حضرت مجاہد رح نے کہا کہ جہان شکار مارا ہی یا اس سے جو گاؤن و آبادی زیادہ قریب ہو وہان دیوے اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم مین دیوے اور چاہے کہین اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالیٰ نے عفو کیا ف۔ عطاء رح

روایت ہو کہ معنی یہ ہین کہ جاہلیت مین جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور صحیح یہ ہو کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جسنے صید کو قتل کیا ہو اسکو اللہ تعالی نے عفو فرمایا- **وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ** اور جو لوٹا اللہ تعالی اس سے انتقام لیگا

ف- یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہونچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالے انتقام لیگا- **وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ** یعنی اور تعالی اپنے امور مین غالب ہو اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہو ف- بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا تو اللہ تعالی آخرت مین اس سے انتقام لیگا یعنے اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہو کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا- اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ مین نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہو تو فرمایا کہ نہین - مین نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہو کہ اسکو سزا دیوے- فرمایا کہ نہین یہ تو اسنے فیما بینہ وبین اللہ تعالے ایک گناہ کیا ہو ولیکن اسکو فدیہ دینا پڑیگا- رواہ ابن جریر- اور بعض نے کہا کہ اسکا کفارہ مین ماخوذ کرکے انتقام لیگا اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہو- پھر جمہور سلف وخلف کا یہ قول ہو کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو- اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جسنے خطاء سے احرام مین شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کرین اور وہ جزاء دیوے اور اگر اسنے عمداً ایسا کیا تو ایک بار ایسا کیا جائیگا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اس سے کہا جائیگا کہ تجھسے اللہ تعالے انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد وسعید بن جبیر وحسن بصری ونخعی کا ہو جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا- اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہو- اور ابو المعلی نے حسن بصری سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام مین عمداً شکار کیا تو اس سے درگذر کی گئی پھر اسنے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اتری اسنے اس شخص کو جلا دیا- رواہ ابن ابی حاتم- واضح رہے کہ یہ بلیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہین اور یہ زیادہ سخت ہو کہ چھوڑ دیے جاوین آخرت کے لیے کہ وہ عذاب شدید ہو- اگر کہا جاوے کہ انتقام الٰہی کے بعد دنیا مین اسپر جزاء کیون ہو تو جواب یہ کہ اسکی عمداً بیباکی اور نافرمانی کی سزا مین یہ وعید ہو اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اسکے عوض مین جزاء مذکور ہو پس وعید مذکورہ اسپر جزاء مذکور واجب ہونے سے مانع نہین ہو پھر یہ سب خشکی کے شکار کے واسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

حلال ہوا تمکو دریا کا شکار اور اسکا کھانا فائدہ کو تمھارے اور مسافرون کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ

جب تک رہو احرام مین اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس جمع ہو گے اللہ نے کیا ہو کعبہ

الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۗ ذٰلِكَ

یہ گھر بزرگی کا ٹھہراو لوگون کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور نیاز جو لیجائی اور گلے مین پٹکن ایسا کرنا

لِتَعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

یہ اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہو جو کچھ ہو آسمان اور زمین مین اور اللہ ہر چیز سے

شکار کرنا منع ہے اور جب احرام مین نہو تو شکار کرسکتا ہے پھر جسنے حالت احرام مین شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یون بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ اور جس نے تم مین سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزا ہے مثل اسکے جو قتل کیا از نعم سے — ف — نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہین یعنی نعم سے مثل مقتول کا تاوان دے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمین دونون احتمال ہین اسی وجہ سے فقہا مین اختلاف ہے۔ واضح ہو کہ جزاء کو رفع ہے اور مبتدا مقدر ہے ای فجزاءٌ ہو مثل ما قتل۔ اور ایک قراءۃ مین باضافت ہے اے فجزاءُ مثلِ ما قتل۔ پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا یعنی جو تعمد کرکے قتل کرے یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہو اور قصد کرکے قتل کرے۔ جیسے خطا کرنے والا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا مگر شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ کہ قصد کرکے شکار کو مارے مگر احرام یاد نہو۔ ایک روایت مین ابن عباس و احمد بن حنبل نے اور داود ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کرکے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ متعمد سے مراد یہان وہ شخص ہے جسنے احرام کو بھول کر عمداً شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کرکے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہوگا اور اسکا احرام باطل ہوگیا۔ رواہ ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے۔ اور جمہور فقہاء جسمین سے ائمہ اربعہ بھی ہین اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ وربائبکم اللاتی فی حجورکم۔ مین ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطاء سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمر و ابن عباس و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ زہری رح نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنے والے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آنکہ قرآن مجید مین تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہؓ سے خطاء سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمان مذکور ہے۔ قال ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے مین اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کردینا ہر حال مین مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطائً ہو لیکن فرق اسیقدر ہے کہ عمداً مین ملامت بھی ہے اور خطاء مین ملامت نہین ہے۔ پھر رہا جزاء کا بیان تو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ ہو مثل ما قتل من النعم ای شبہہ فی الخلقۃ۔ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزا ہے یعنی خلقت مین اسکے مشابہ جانور جو نعم مین سے ہووے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی۔ اور ابن جریر رح نے حضرت ابن مسعودؓ سے حکایت کیا کہ انھون نے فجزاءُہ مثل ما قتل۔ پڑھا ہے اور اسمین دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام مین سے۔ اور یہی امام مالک و شافعی و احمد و جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل بسبب تفاوت فاحش کے پیدا نہین ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہین ہوسکتا بلکہ فرق ہوگا۔ اور خصوص اس صورت مین کہ وہ انعام مین سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جاوے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہان سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت مین مثل ہونا مراد نہین ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم مین سے کوئی جانور خرید کر قربانی کردیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر ہو ورنہ مثل معنوی ادا کردے لہذا ہر صورت مین اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرلے بشرطیکہ قیمت اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی ہو یا یہ پایا جاتا ہے یا نہین پس جبکہ صورت مین اسکا مثل پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جائیگا اور صحابہ رضؓ نے مثلی مین باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے نعامہ قتل کرنے مین بدنہ کا

حکم دیا اور نیل گاو مارنے مین گاو کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے مین مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہی پس درصورت مثلی موجود ہونے کے فیصلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولے ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جہان حدیث نہو وہان صحابہ کی تقلید لازم ہی لیکن ظاہر مذہب حنفیہ مین وہ ہی جو مذکور ہوا پھر شیخ رح نے لکھا۔ اور درصورتیکہ صورت مثل موجود نہو تو ابن عباس رض نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ مین پہونچائے جاوین۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔ پھر اس مثل ہونے کو دو عادلون کی رائے پر محول فرمایا بقولہ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اسکے ساتھ تم مین سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل وہ کہ جو حکم کرین دو مرد صاحبان عدل تم مین سے۔ مفسر سیوطی رح نے کہا جنکو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کرلین کہ اس صید مقتول کے مشابہ چوپاؤن مین سے کون جانور ہی چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعمر رض نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو ابن عباس وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ اونٹ ہی (رواہ ابن ابی شیبہ) اور نیل گاو اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس وابو عبیدہ بن الجراح نے پالوگاے کا حکم دیا اور ابن عمر رض وعبد الرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالک رح۔ اور ابن عباس وعمر بن الخطاب وغیرہ نے کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہی۔ قال المترجم۔ یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہی کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہی اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے معنی یہ ہونگے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین ولیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوے تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیر رح کے اسکو لینا اولی ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہ رح آسان اور اس زمانہ کے موافق ہی بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے لیکن عمل ممکن ہی واللہ تعالے اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہی جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیر رح کے درصورت مثل ہونے کے صورت کا مشابہ لینا اولی ہی اور روا ہی کہ قیمت دے لیجاوے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لایق قربانی کے خریدا جاوے یا نہ خریدا جاوے۔ پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے۔

ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہی جزاء سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہی۔ قال المفسر رح بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہین ہی کہ جس مقام پر اسنے شکار قتل کیا ہی وہین ذبح کیا جاوے۔ اور بالغ الکعبۃ کو نصب بوجہ سے کہ ہدیا کی صفت ہی اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہی اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہی تو جواب یہ ہی کہ یہ اضافت لفظیہ ہی جس سے معرفہ نہین ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہوسکتا ہی۔ یہ سب اس صورت مین ہی کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً گوریا کو مارا یا ٹیڑی مار ڈالی تو ایسی صورت مین اسکی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہی وہ پھر لازم ہی یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہوسکتا ہی یا نہین۔ پس توضیح مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہی اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہوگا پھر ظاہر یہی ہی کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اگر انھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اسکی مطابقت لازمی نہین ہی اگرچہ بعض جہت سے اولی ہوگا کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نور بصیرت ضرور ہی جیسے کہ مومن کے فراست کی بابت حدیث آئی ہی کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہی اور اسمین شک نہین کہ وہ لوگ اس نور بصیرت وتمیز مین اعلی واقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہی اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے وسعت رحمت ہی

ظاہر نہیں بلکہ اظہر یہ ہی کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو۔ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ اسمین لام قسم ہی اسلیے واللہ لیبلونکم اللہ۔ واللہ تمکو امتحان فرماویگا اللہ تعالے۔ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ کچھ شکار سے ف۔ اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہی اے بشئی حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہی اور تنوین شی کے تحقیر کے واسطے ہی اور صید مصدر بمعنی مفعول ہی یعنے ایسی چیز سے جو شکار کیجاتی ہی۔ اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہی یعنے بعض صید ہی اور وہ خشکی کے جانور لایق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہی۔ اور ظاہر کلام مفسر رح اول وجہ پر دلالت کرتا ہی کیونکہ کہا اے بشئی یرسلہ لکم من الصید۔ یعنی صید تمپر بھیجکر تمکو امتحان فرماویگا۔ اگر کہا جاوے کہ لیبلونکم اللہ بالصید۔ کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشئی خود نہایت توجہ کے لایق ہی پھر من الصید سے بیان نہایت موقر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشئی سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہی۔ مخبر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض جرگون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین انپر شکار کرنا حرام کرکے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا انکے مکانون وخیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خودبخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہ رض ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داؤد علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا امتحانا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ پھر اس شی کی جو صید ہی یہ صفت بیان کی کہ۔ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ انکو پاوینگے تمھارے ہاتھ ف۔ یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ وضعیف کو تمھارے ہاتھ پاجاوینگے جاہو ہاتھ سے پکڑلو۔ وَرِمَاحُكُمْ اور تمھارے نیزے ف۔ یعنی بڑے صید و توانا کو تمھارے نیزے پاوینگے کہ جسکو چاہو نیزے سے مارلو۔ اور واضح رہے کہ ہاتھ اور نیزے کی کچھ خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی رمندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر ہاتھ و نیزے کو ذکر فرمایا۔ اور مقاتل رح سے مروی ہی کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین بھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالے نے حالت احرام مین انکے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالی انکو امتحان کریگا صیدو بھیجکر جو انکے ڈیرون مین چھاوینگے اسطرح کہ وہ لوگ انکو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مارلینے پر یعنی آسانی سے شکار کرلینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کیجائیگی لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالی جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہی ف۔ یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ او تعالی جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہی وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہی درحالیکہ وہ غائب ہی یعنے او تعالی جل جلالہ کو نہین دیکھا ہی پس خوف کرکے شکار مارنے سے اجتناب کرے۔ اور مراد علم ظہور سے یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیضاوی رح نے کہا کہ او تعالی نے جاننا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہی وہ واقع وظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہو مراد ہی اور مترجم کہتا ہی کہ دوسرے پارہ مین یہ بحث بتفصیل گذر چکی ہی اب دوہرانا تطویل ہی۔ پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہی اسی واسطے مرتے دم جبکہ ہر کہ فروبے ایمان کے سامنے عذاب و ہر وہ چیز جسمین شک یا انکار رکھتا تھا کھل جاتی ہی تو اسوقت کا ایمان قبول نہین ہوتا ہی۔ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ پھر جسنے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف۔ یعنی شکار سے ممانعت کرنے کے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اسکو دکھ دینے والی مار ہوگی ف۔ خواہ دنیا مین یا آخرت مین یا دونون جگہ جسطرح او تعالی چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام مین شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو حرم جمع حرام بمعنی محرم ہی اے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہونے کی حالت مین مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور

جو خشکی ہو اگرچہ کھایا نجاوے جیسے شیر ہی اور ایک جماعت علماء نے خاص اُسی کو صید کہا جو کھایا جاوے - اول مختار حنفیہ ہی اور دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابر رض کہ ایکنے جابر رض سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہی فرمایا کہ ہان - تو کہا مین اسکو کھاؤن - فرمایا کہ ہان - تو کیا آپ نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی فرمایا کہ ہان - (ابوداود والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جاوے - پھر صید عام ہی خشکی کے جانور ہون یا تری کے لیکن آگے کی آیت مین تصریح موجود ہی لہذا صید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہین اور خشکی والے صید عام رہے چنانچہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ برامعنی کے یہ لفظ عام شامل ہی ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہین اور جو نہین کھائے جاتے ہین اور جو ماکول وغیر ماکول سے پیدا ہوتے ہین ولیکن شافعی رح کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہین کھائے جاتے ہین انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہی کیونکہ صید نہین ہین اور جمہور علماء نے کہا کہ نہین بلکہ انکو قتل کرنا بھی حرام ہی اور اسمین سے کچھ بھی مستثنیٰ نہین سوائے پانچ جانورون کے جو صحیحین کی حدیث ام المؤمنین عائشہ رض مین مذکور ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہین انکو حل وحرم مین قتل کرنا روا ہی وہ غراب اور چیل اور بچھوا اور چوہا اور کلب عقور ہی - اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مین مصرح ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہین جنکے قتل کرنے مین احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہین اور وہ غراب وچیل وبچھو وچوہا وکلب عقور ہی - رواہ البخاری ومسلم ایضاً - ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ اسکے قتل کیے جانے مین کچھ شک نہین ہی اور اسمین اختلاف نہین - اور مترجم کہتا ہی کہ نسائی رح کی روایت حضرت عائشہ رض مین یون ہی کہ پانچ جانور ہین جنکو محرم قتل کرے سانپ وچوہا وچیل وغراب ابقع اور کلب عقور - اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہی جو ابقع ہو یعنے اسکے پیٹھ وپیٹ پر سپیدی ہوتی ہی اور کالا کوا وسیاہ کوا مراد نہین ہی ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہین کیونکہ جو روایت صحیحین مین لفظ عام ہی اسمین غراب ابقع بھی داخل ہی پس اس سے تخصیص نہین ہو سکتی ہی - پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا - اور مانند امام مالک واحمد کے بعض علماء نے کلب عقور مین بھیڑیا وسیاہ گوش وچیتا وشیر ودرندے شامل کیے ہین کیونکہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندون کو شامل ہی جو حملہ آور ہوتے ہین اور ان لوگون سے انکا ضرر زائد ہوتا ہی - اور زید بن اسلم وسفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندون کو شامل ہی جو حملہ آور ہوتے ہین اور ان لوگون نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق مین بد دعا کی تھی کہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب مین سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اسکا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا مین اسکو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا - اور ان لوگون نے کہا کہ اگر سوائے انکے لومڑی وساہی وغیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچون کے ساتھ انکے بچے بھی لاحق کیے گئے ہین اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہین تو انکے نزدیک چھوٹے وبڑے مین کچھ فرق نہین ہی اور فقط نہ کھایا جانا انکے نزدیک علت جامعہ ہی - اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ محرم کو روا ہی کہ کلب عقور کو قتل کر ڈالے اور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتا ہی کیونکہ وہ بھی کلب بری ہی اور اگر ان دونون کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اسکا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اسنے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہین ہی اور یہی قول اوزاعی وحسن بن صالح کا ہی - اور شیخ زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندون کے قتل کی اجازت درصورت حملہ آور ہونے کے ہی ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر واضح ہو کہ اس ممانعت مین مرد وعورتین سب شامل ہین کیونکہ محرم دونون پر بولا جاتا ہی چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام - پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہی - اور احرم الرجل بمعنی زمین حرم مین داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل مین موجود ہو - پھر جو لوگ کہ حرم مین ہین خواہ وہین رہتے ہین یا وہان چلے جاوین وہ بھی اسی حکم مین داخل ہین اگرچہ احرام باندھے نہون اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ سے دونون مراد ہین - حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہی خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہو اور زمین حل کا جانور حالت احرا

شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے اسکو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابر رض میں ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا و اسنادہ اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے اور روایت احمد از ابن عباس رض میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے ان ساتھیوں کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے۔ اور بخاری رح نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ احد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب کے سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً۔ مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات میں یہ ہے کہ یہود نے اور یہودی منافقوں نے مومنوں پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ **لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا** کچھ بھی گناہ نہیں ان بندوں پر جو ایمان لائے و نیک کام کیے ایسی چیزوں میں جو انھوں نے کھائی ہوں۔ ف۔ پس اسمیں لیس حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کر کے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت میں جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہو گئی یعنی اسکے متعلق بالکل کوئی گناہ نہیں ہے اور طعم کا استعمال کھانے میں ہے اور پینے کی چیز میں بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیئیگا وہ میرے گروہ سے ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ سبب اگرچہ فقط سوال خمر تھا لیکن جواب عام ہے چنانچہ مفسر سیوطی رح نے کہا۔ اسے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم۔ یعنی حرام ہونے سے پہلے جو کچھ انھوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اسپر کچھ گناہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالے کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نکرے تو ثواب ہے خواہ بروقت دواعی موجود ہونے کے باز رہنے سے ثواب ہے یا عزم مصمم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے غلبہ کے وہ فاسق ہے پس جب تک اسکو اللہ تعالے نے حرام نہیں کیا تھا تب تک جسنے اسکو کھایا اسپر گناہ نہیں۔ **إِذَا مَا اتَّقَوْا** جبکہ انھوں نے تقوی کیا۔ ف۔ ان چیزوں سے جو حرام کی گئیں۔ اور بعض نے کہا کہ تقوی کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقوی کیا بایں طور کہ حکم الٰہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ یہ ظرف کچھ تخصیص حکم کے لیے نہیں ہے تاکہ اس سے استدلال کیا جاوے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بعد وقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہوتے ہیں کہ جب طاعت میں ہو ورنہ نہیں بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان و تقوی ہے۔ **وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** اور ایمان لائے و نیک کام کیے۔ ف۔ یعنی جو اعمال اللہ تعالے نے نیک فرمائے ہیں انکو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے انکو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے فرض بجا لائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجا لائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ **ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا** پھر تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ف۔ یعنی پھر ثابت رہے تقوی و ایمان پر۔ **ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا** یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کیے۔ ف۔ اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اسکے نفس کے درمیان ہے اور دوسرا تقوی اسکے و لوگوں کے درمیان ہے اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالے کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہے اور دوم از شبہات ہے اور سوم از بعض مباحات ہے تاکہ طبیعت و قلب پر میل تحیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو۔ اور دوم تقوی مع ایمان و تصدیق کامل ہے جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر و روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبہ احسان کے ساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہے لہذا فرمایا۔ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** اور اللہ تعالیٰ محسنین کو محبوب رکھتا ہے۔ ف۔ مفسر رح نے کہا کہ مراد انکہ نیک کام کرنے والوں کو یعنے شرع میں جو نیک کام جس طور پر

شروع مین انکے بجالانے والون کو اللہ تعالی ثواب جمیل عطا فرماتا ہی اور محبت کے یہی معنی ہین اور حق یہ ہی کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالی دانا تر ہی لیکن یہ یقین ہی کہ جنکو اللہ تعالے محبوب فرماتا ہی انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہی۔ عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ مجھسے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انھین محسنین مین سے ہی۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی **ف — فی العرائس** قولہ تعالی لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ جب تک اللہ تعالی کسی چیز پر جو بندون کے لیے محل امتحان ہی لطف سے تجلی فرماتا ہی تو وہ بندون کے واسطے مباح ہوتی ہی اور وہ اسکے تناول سے اور استعمال مین لانے سے ماخوذ نہین ہوتے ہین جب تک اسمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ انپر حرام ہو گئی اور سمجھدار کے لیے یہ لطیف اشارہ ہی۔ اب مین اشارات کی طرف رجوع کرتا ہون جس سے سر دست مجھکو شغل ہی سو واضح ہو کہ عارف عاشق جب تک کہ اللہ عز وجل کی طرف چلا جاتا ہی اس صفت کے ساتھ کہ وہ ماسواے اللہ تعالے کے سبب سے تجرید و ترک و تفرید کیے ہوئے ہی اور مراقبہ ذوالجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالی کی درگاہ پر ہی تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی مین چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت وغیرہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الٰہی و شرع پاک کے موافق ہو اسکو یہ اوقات رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہین پہونچاتے ہین کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزون پر کچھ بھی نہین ہی۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اسنے حلال کھانا پینا تلاش کیا جسطرح شرع مین حکم ہی اور اسمین سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اسنے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہی

قال المترجم۔ آیت مین استیناس ہی کہ اعمال فرعیہ کی بنیاد تقوی پر ہی لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد مین کوئی چیز مباح ہی تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد مین وہی چیز مکروہ ہی تو وہ ہرگز مباح نہ کرلے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملیگا۔ فافہم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ

اے ایمان والون البتہ تمکو آزماوے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جسپر پہونچین ہاتھ تمھارے اور نیزے

لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہی بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اُسکو دکھ کی مار ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا

اے ایمان والون نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام مین اور جو کوئی تم مین اُسکو مارے جان کر

فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ

تو بدلا ہی اُس مارے کے برابر مواشی مین سے وہ ٹھہراوین دو معتبر تمھارے کہ نیاز پہونچاوے کعبہ تک

أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا

یا گناہ کا اُتار ہی کئی محتاج کا کھانا یا اُسکے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا

اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اُس سے بیر لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہی بیر لینے والا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسمین اختلاف ہی کہ خطاب کنی لوگون کو ہی تو امام مالک رح سے مروی ہی کہ ایسے لوگون کو خطاب ہی جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہی ولیکن اس تخصیص کے واسطے کوئی وجہ

کسی مقدار پھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہی اور کلیہ اسمین وہ حدیث ہی کہ ہر مسکر حرام ہی۔ پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند مخدر بھی حرام ہی یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس مین اختلال ہوجاتا ہی جیسے افیون وبنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد مین حضرت ام سلمہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہی۔ اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہی اور نہی سے مراد تحریم ہی بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ للمترجم وغیرہ مین لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتوی منصوص مذکور ہی جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دیوے وتوبہ کرے تو کمی کرنے تک کہ چھوٹ جاوے عفو ہی اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہین ہی۔ یہی ابن حجر رح نے فتوی دیا۔ کما فی الشامی اور تحریم خمر واسکی وعید ومذمت مین بہت کثرت سے احادیث ہین جنمین سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر مین وارد کیا ہی اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح اسی آیت کریمہ کی ہین پس اسقدر تنبیہ کافی ہی تاکہ آیت مین غور کرین کہ اللہ تعالے نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اسکو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ ف حرف لعل جہان اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے آیا ہی وہ قطعی ہی یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہین تو وہ ضرور فلاح پاوینگے۔ پھر انکے مقاصد دنیاوی واُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہی کہ خمر و میسر مین تمہارے درمیان عداوت وکینہ ڈالے ف یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم مین عداوت وبغض ڈالیگا کیونکہ ان دونون سے طرح طرح کے فتنہ وشر پیدا ہوتے ہین پس ان دونون کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادین حاصل ہین ایک یہ کہ تم مین عداوت وبغض ڈلوا دے اور دوم کو یوقع پر عطف کرکے بیان فرمایا۔ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ اور یہ کہ باز رکھے تمکو اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شراب خواری وجوے مین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد الٰہی ونماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ وحج وزکوۃ وعدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو ف اور یہ استفہام لفظ مین ہی اور مراد یہ کہ۔ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے۔ اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمر رضہ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انس رضہ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہی کہ ابوطلحہ رضہ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہوجاؤ کہ شراب حرام ہوگئی پس قسم ہی اللہ تعالے عزوجل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منھ نہ لگایا اور ابوطلحہ رضہ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہادے۔ اور نیز مروی ہی کہ مدینہ کے جنگل وگلی کوچہ مین شراب بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے شراب کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت ومعاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباس رضہ نے بھی یہی فتوی دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہی کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہی اور اگر خود سرکہ ہوجاوے تو روا ہی لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہی اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرماکر تاکید کی بقولہ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا اور اللہ تعالی ورسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو ف نافرمانی وجملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تمنے منھ موڑا ف طاعت سے تو فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ ہان رکھو کہ ہمارے رسول پر یہی لازم ہی

کہ تمکو کھلا بیان پہونچا دے **ف** اور تمکو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہی یعنے نہ مانوگے تو سزا پاؤگے۔ جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہی اور آخرت باقی و دائم ہی **ف فی العرائس** جب اللہ تعالے نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا۔ سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی طاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ انکو آداب درگاہ و ملازمت عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا۔ پس اللہ تعالی کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہی اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہی اور حذر اسطرح کہ قدم کے اوصاف ہین انکے ساتھ کسی حدوث معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل انکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور انکے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب نہو **قال المترجم** بہت سے اکابر نے تصریح کردی ہی کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہی تب تک عبادت مین خلوص نہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالی کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہی اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہی کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلی یہ ہی کہ رضاے حق عزوجل مراد ہو۔ اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ طاعت الٰہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ رہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہی اور ایک قسم کی پیچیدہ و خفیہ ریاکاری ہوتی ہی وہ بھی نہ آنے پاوے اور طاعت رسول ؐ مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمھارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہوکر سوزش عشق سے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالی کی بندگی ادا کرتا ہی وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہوجاتا ہی لیکن یہ مقام خطرہ کا ہی چنانچہ اخبار مین آیا ہی کہ المخلصون علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرے مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہی کہ وہان قدم مین حدوث کا فنا پایا جاتا ہی اور فنا ہونے والا جو درحقیقت حادث ہی وہ اس گمان غلط مین پڑجاتا ہی کہ مکر ازلی کا شیر سوار ہی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور واسطی رح نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مندرج ہو جاوے آداب اسی مین ہی کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف الٰہی بڑھتا جاوے۔ **قال المترجم** عظمت و جلال الٰہی غیر متناہی ہی ولیکن پردہ پندار سے خواب غفلت ہی جیسے علم کی انتہا نہین ہی پس جسقدر علم مین کمال ہوتا جاوے اسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی علامت علم ہی ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائیگی اسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالی نے بندگان کرام کی شان مین فرمایا وہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہین اور حدیث مین ہی کہ انا اخشاکم للہ۔ یعنی تم مین سب سے زیادہ خوف الٰہی عزوجل مجھپر طاری ہی۔ کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے تو درجہ کمال سے گر جاؤگے۔

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَ
جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۟
عمل نیک کیے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہی نیکی والون کو

ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہین رکھتی حتی کہ کلام اللہ تعالےٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہون انکو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل و جان سے عزیز کرلو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا** اے ایمان والو

ف۔ کہا گیا خطاب مومنون کو بسبب انکے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہین اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافرون کو ایمان و فروع مسائل دونون سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے انپر فروع احکام لازم ہونگے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان مین کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہین رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اسپر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہیں مکروہ ہے اور یہی قول علماء حنفیہ رح ہے چنانچہ یہان بھی مومنون کو خطاب کیا کہ **اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ** خمر اور قمار اور بت اور قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہین سو تم ان سے پرہیز کرو

ف۔ پھر انمین سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مفسر سیوطی رح نے کہا کہ خمر وہ نشہ کی چیز جو عقل کو مخمور کردے اور صحیح یہ بیہوش ہوجانا شرط نہین ہے و صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہین ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر بکثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوارہ ہے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے حرام ہین جبکہ نشہ ہو

المیسر قمار۔ جوا۔ معروف ہے اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہے خواہ داؤ پر مال ہو یا نہو۔ بسند ضعیف از حضرت علی رض آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر مراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہون پس انکے بڑے منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے۔ عن ابن عمر رض میسر قمار ہے اور کہا کہ شطرنج بدتر از نرد شیر ہے اور نرد شیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اسنے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سوندے۔ اور ایک روایت احمد مین ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی پیپ لہو اور خون سور سے وضو کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ **قال المترجم** اسمین دلالت ہے کہ گوشت مین بڑھتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کے واسطے ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو عن الزہری عن الاعرج رح پھلون و مال پر قداح پھینکنا۔ **قال المترجم** جیسے اس زمانہ مین گھڑی وغیرہ مال پر چٹھی ڈالنا حرام ہے۔ عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد الٰہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت علی رض و ابن عمر رض سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو نرد شیر سے بھی بدتر ہے اور مالک و ابوحنیفہ و احمد رح نے شطرنج حرام ہونے پر تصریح کردی ہے اور شافعی رح نے مکروہ کہا ہے۔ **قال المترجم** شرح مسلم مین مولوی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ صحیح قول شافعی رح یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے۔ اور اگر بازی لگاکر شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔

الانصاب۔ عن ابن عباس و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جنکے پاس مشرکین اپنے قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے۔ اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی۔ بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین مذبوحہ پیش کرتے۔ پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہے لہذا شیخ صدو کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جنسے فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب و حدث وغیرہ ایسا ہی ابن درید رح سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مراد

کہ اسی کی زینت دینے و بھلا دکھلانے سے یہ کام ہوتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھوں کرتا ہی اور بعض نے کہا کہ پہلے اسنے خود کیے پھر آدمیوں نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر ہی کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع ہی یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہی یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اسے فلاح پاؤ ان محرمات کے چھوڑنے سے اور کشاف میں کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمیں بچند وجوہ بلاغت تاکید ہی موکد فرمایا از انجملہ یہ کہ انما سے مصدر کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہی اور از انجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہی کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونوں برابر ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اسکو رجس فرمایا جیسے بتوں کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ بتوں پلید سے پرہیز کرو ۱۲ از انجملہ یہ کہ دونوں کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالے کی درگاہ میں ہو نہیں سکتا ہی۔ از انجملہ یہ کہ انکے ارتکاب سے اجتناب کرنے کا حکم دیا۔ از انجملہ یہ کہ انکے اجتناب سے فلاح پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ جو وبال ان دونوں سے پیدا ہوتا ہی وہ آیندہ ذکر فرمایا یعنے شراب خواروں و جواریوں کے درمیان آپس میں ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہی اور نیز جو نتیجہ ان دونوں چیزوں کا اعمال آخرت میں ہی وہ بھی ذکر فرمایا یعنے ذکر الٰہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ رہنا انتہی ما فی الکشاف اور اہل علم نے بیان فرمایا ہی کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہی کیونکہ لوگوں کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بارہ میں اتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس۔ ہی پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا۔ پھر نازل ہوا قولہ۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا۔ اور کچھ باقی رہے جنھوں نے نماز کے اوقات کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ۔ پس بالکل حرام ہوگئی اور اسکی حرمت میں جو تشدید و تاکید ہی وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجوہ اوپر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اسکے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنے والے پر حتی کہ دس پر زجر و وعید شدید آئی ہی جنکا ذکر عین الہدایہ میں ہی۔ بالجملہ اسمیں کبیرہ گناہ ہی اور مسلمانوں کے سب فرقے اسپر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حرام ہی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہی کہ عمر بن الخطاب رضہ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورہ بقرہ کی آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمر رضہ کو بلا کر انکو سنائی گئی۔ عمر رضہ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے۔ پھر سورہ نساء کی آیت۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی بروقت حی علی الصلوٰۃ کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں ہو وہ نماز کے پاس نہ آوے۔ پھر عمر رضہ کو بلا کر انکو سنائی گئی تو عمر رضہ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورہ مائدہ کی آیت انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمر رضہ کو بلا کر انکو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمر رضہ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ ہو وعلی بن المدینی ہو واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے مخصوص نہیں ہی بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہی اور صحیحین میں عمر بن الخطاب رضہ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہوں سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہی جو مخامر عقل ہو۔ قال المترجم۔ اخیر کا جملہ اس امر کا بیان ہی کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہی۔ اور یہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق ہی۔ اور خلاف ابو حنیفہ رح یعنی قطعی نفی ہی پس روا نہیں ہی کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پیئے اور گمان کرے کہ اسقدر سے مخامرت نہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے

اور امام احمد رح نے کہا کہ گیہون سے ایک مُد دیوے اور دیگر طعام سے دو مُد دیوے۔ پھر یہ شرط نہین کہ مسکین اسی شہر کے ہون بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اسکو کھلا دے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہین ہی جیسے کپڑے مین ہی۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا۔ **اَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ** یعنی یا دس مسکینون کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوۃ کسقدر ہی تو مفسر رح نے بنا بر مذہب شافعی رح کہا کہ اسقدر ہی جو کسوۃ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہ بند کے۔ اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ اسقدر مراد ہی کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالک رح و احمد رح نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا ضرور ہی کہ جسمین نماز صحیح ہو جاتی ہی مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اسکے لائق ہووے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی و اوڑھنی کے مانند انکے نزدیک جامع نہین اور کافی نہین ہی۔ پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہی اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہین جائز ہی اسواسطے کہ تفریق منصوص ہی۔ پھر تیسری بات بیان کی۔ بقولہ **اَوۡ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ** یا آزاد کرنا ایک بردہ کا **ف** خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہی یا نہین تو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہی کیونکہ یہان اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہی کوئی خصوصیت مسلمان کی نہین لیکن کفارہ ظہار و کفارہ قتل مین مسلمان ہونے کی قید منصوص ہی پس یہان کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا۔ اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہی۔ اور اکثر علمائے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہین ہی چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہی اور یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی۔ **فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ** پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے **ف** اسکا کفارہ ہی جبکہ طعام و لباس و بردہ مین سے کوئی نہ پاوے پس اسمین اتفاق ہی کہ اگر اشیاء مذکورہ بالا مین سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہین۔ اب رہا یہ کہ تینون دن پے درپے ہون یا چاہے متفرق تین روز روزہ رکھ لے پس مفسر سیوطی رح نے بنا بر قول امام شافعی رح کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہی کہ پے درپے ہونا شرط نہین ہی۔ اور یہی امام مالک کا قول ہی اور امام ابو حنیفہ رح و احمد رح و ثوری رح نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعود رض کی قراءۃ مین۔ فصیام ثلثۃ ایام متتابعات۔ آیا ہی اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءۃ منقول ہی اور یہ قراءۃ ایسی مشہور ہی کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہی یعنے اس قراءۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام۔ کے جو مطلق ہی پے درپے مراد ہونے کے معنی لیے جاوینگے اگر کہا جاوے کہ قضاء رمضان کے مسئلہ مین تم کیون پے درپے معتبر نہین رکھتے حالانکہ اسمین بھی ابی بن کعب رض کی قراءۃ فعدۃ من ایام اخر متتابعات۔ مروی ہی تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہین بلکہ شاذ ہی اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قراءۃ ابن مسعود رض کی منسوخ ہی یعنے پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی اور ظاہرا ناسخ اس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات۔ پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہی کہ حکم و تلاوت دونون منسوخ ہوئے۔ پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قراءۃ پر عمل روا ہی اور بعض کے نزدیک نہین روا ہی تو انکی طرف سے یہی جواب ہی لیکن ان پر وارد ہوتا ہی کہ چور کا دایان ہاتھ کاٹنے مین قراءۃ ابن مسعود رض یعنے فاقطعوا ایمانہما۔ سے حجت پکڑی حالانکہ شاذ ہی۔ پھر انکے جواب مین یہی کہا جائیگا کہ قراءۃ ابن مسعود رض کی مشہور ہی اگرچہ متواتر نہو لیکن اسکے اثبات مین اشکال ہی واللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہی کہ روایت دارقطنی از عائشہ رض جسکو ناسخ قرار دیا ہی نسخ کے معنی مین محکم نہین باوجودیکہ نسخ آخری رتبہ رکھتا ہی جب تک وفاق ممکن ہی نسخ مرجوح ہوگا پس قراءۃ ابن مسعود کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بعد تعین قراءۃ تتابع کے وہ حجت ہی واللہ اعلم۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام شافعی رح نے کتاب الام مین ایک مقام پر یہ بھی منصوص کر دیا کہ ان روزون مین پے درپے رکھنا واجب ہی جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہی اور ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات پڑھتے تھے۔ رواہ ابو العالیہ عن ابی بن کعب وحکاہا مجاہد و الشعبی و ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعود اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعود کے

شاگرد وہی قراءۃ پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیر رح یہ قراءۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ مرفوعا کے حکم میں ہوتی ہے پھر ابن مردویہ کی روایت ابن عباس رض ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہے چاہے بردہ آزاد کرا اور چاہے کپڑا دیدے اور چاہے کھانا کھلا دے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے۔ قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِكَ ذلک کا اشارہ اس مذکور کی طرف ہے اسی واسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قراءۃ بصیغہ مذکر و مونث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہے چنانچہ یہاں باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا بتاویل آنکہ۔ ذلک المذکور۔ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ یہ جو مذکور ہوا تمھاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف۔ یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اسمیں حانث ہو جاؤ باینطور کہ تم سے پوری نہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمداً توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہیں پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھالی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتیں بھی نہیں پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت میں قسم توڑنے سے گنہگار نہو گا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف بلا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اسمیں گنہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف۔ اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہیں بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ میں ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ البقرۃ کی آیت میں ایسی قسم توڑنے کا حکم ذکر ہو چکا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے نفع کے لیے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکر گزاری کرو ف۔ اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل کیا تو اسنے شکر ادا کیا۔ اور اسمیں تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے۔ جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمیں یہ اوصاف ہوں فتدبر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ
اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے
فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
سو انسے بچتے رہو شاید تمھارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر
فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا
شراب سے اور جوئے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے اور نماز سے پھر اب تم باز آؤگے اور حکم مانو
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝
اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھروگے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہنچا دینا کھول کر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اسکے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی

شرع حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیاء کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہی کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا۔ فافہم

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ۖ

نہین پکڑتا تمکو اللہ تعالے تمھارے بے فائدہ قسمون پر ولیکن پکڑتا ہی تمکو اس قسم پر جو تمنے گرہ باندھی

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ

سو اسکا اُتار ہی کھلانا دس محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والون کو یا انکو کپڑا دینا یا

تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ

ایک بردہ آزاد کرنا پھر جسکو نہ ملے تو روزے تین دن کے یہ اُتار ہی تمھاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو

وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○

اور تھامتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہی تمکو اللہ تعالے اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو

مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے باین معنی مربوط ہی کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جسنے حرام کر لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہی مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کر لیا پس اسکو یہ نہین چاہیے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر مہمان کے ساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہی اور بعض نے کہا کہ واجب ہی۔ لیکن یہ ربط بنا بر قول ان فقہا کے ہی جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اسکا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہی۔ قال تعالے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ اللہ تعالی تم کو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمھاری قسمون مین ہو ف۔ یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمھاری قسمون مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین۔ یمین لغو۔ اور یمین معقودہ اور یمین غموس۔ پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہی اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہی اور رہا یہ کہ اللہ تعالے کے قسم کھانے مین مساوات کر لینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم۔ کے جو سورۂ بقرہ مین گذر چکی ہی ممنوع و منکر ہی۔ پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہی۔ عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھاوے وہ قسم لغو ہی۔ عن مجاہد۔ دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھاوین ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا۔ دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا۔ عن ابراہیم النخعی۔ لغو یہ ہی کہ اپنے کلام مین حلف کو ملا لے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا۔ اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہی اور عمداً قسم نہین کھاتا ہی پس وہ لغو قسم ہی اور اسپر کفارہ بھی نہین ہی۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ۔ اور۔ بلے واللہ۔ بدون قصد قسم کے اور بعض اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علماء سلف سے مروی ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعی رح کا مذہب ہی۔ اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہی یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہی۔ بدلیل قولہ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان۔ یعنی تصمیم و قصد سے جو قسم کھائے اسپر مواخذہ ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہی اور جو تفسیر سلف سے مروی ہی اسکا محل یہی ہی اور یہ بعد تامل صادق کے اعلم ہی واللہ تعالے اعلم۔ ولیکن مفسر سیوطی رح نے وہی قول اختیار کیا

جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہی کہ بدون قصد کے لا واللہ و بلے واللہ کہنا لغو قسم ہی اور پوشیدہ نہین کہ اگر وہ داخل قسم ہی تو عرضہ ہی پس مواخذہ نہوگی کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہی۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہی کہ کسی کو غالب گمان یہ ہی کہ بات یون ہی ہی پس اسنے کہا کہ بلی واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہی کہ یون نہین ہی تو اسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر یہ عرضہ نہین لازم آتا ہی بالجملہ لغو پر کفارہ نہین ہی۔ وَلٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ ولیکن اللہ تعالی تمسے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تمنے معقود کی ف۔۔۔ واضح ہو کہ عُقّدتم بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابوبکر کی قراءۃ ہی اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید قاف ہی اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقدتم روایت کی حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہین ولیکن جبکہ تم عقد یمین کرو اسکے مقابلہ مین مواخذہ ہی پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھائے۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہی وہ بھی اسمین داخل ہوگی اور معنی یمین غموس کے یہ ہین کہ کوئی بات گذری ہوئی ہی اسپر جان بوجھکر اسکے برخلاف قسم کھائے۔ مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپیہ دیے ہین اور بکر جانتا ہی پھر اسنے قسم کھائی کہ نہین دیے ہین تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت ہی لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہی اور امام ابو حنیفہ وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہین کہ جس بات پر قسم کھائی ہی اسکو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس مین ہو نہین سکتی ہی پس یمین غموس اسمین داخل نہین ہی و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم تو وہی مکر و فریب و جھوٹ کے ساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لاد لیتا ہی اور وہ معقود نہین اور نہ اسپر کفارہ ہی اور یہی جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہی اور شافعی رح نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہی کیونکہ مکتسب بقلب و معقود بخبر و مقرون باسم اللہ تعالی ہی لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہی اور جتنی حدیثین کہ قسم کے کفارہ دینے مین وارد ہین سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہین اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہین بلکہ یمین غموس مین سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہین اور احادیث سے ثابت ہی کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہی جسکو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہی۔ فَكَفَّارَتُهُ پس کفارہ قسم ف۔۔۔ جب جھوٹے ہو جاوے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہی ولیکن لفظ یمین مؤنث ہی پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا جیسا کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہی باین معنی ہی کہ یمین بمعنی حلف ہی اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ۔ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین و چنان ہی اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولے ہی پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزون مین سے ایک چیز ہی۔ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ کھانا دینا دس مسکینون کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل و عیال کو ف۔۔۔ یعنی نہ اعلی درجہ کا ہو اور نہ ادنی درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال مین ہو۔ پھر اطعام مین آیا کھلانا ضرور ہی یا انکو مباح کر دینا بھی کافی ہی اور کھلانے مین ایک وقت ہو یا دونون وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین کوئی ہون یا اسی شہر والے ہون جہان کا قسم کھانے والا ہی۔ جواب آنکہ چاہے کھلا دے اور چاہے مباح کرے و شافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے مین دونون وقت کھلا دے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتوی کا یہی قول ہی اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہی کہ ایک ہی وقت کافی ہی پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو۔ اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہون یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہی۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ گیہون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہون کا ایک مد دیوے اور اسکے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت و سعید بن المسیب و مجاہد و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہی اور شافعی رح نے کہا کہ نبی صلعم کے مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہین کہا

کرلیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آویگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا یہ عجیب ہی اور کچھ عجب نہین بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہی۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ الآیۃ پس یہ صریح ہی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور نہ وہ اورون پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث ثقہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رض کے پاس تھے پس انکے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص ذرا ہٹ گیا پس عبداللہ رض نے فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اسنے کہا کہ مین نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کرلیا ہی پس عبداللہ رض نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم باسناد صحیح ورواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن رواحہ کے یہان کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والون نے عبداللہ بن رواحہ کے انتظار مین مہمان کو اسوقت تک کھانا نہین کھلایا ہی تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار مین میرے مہمان کو کھانا نہین دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہی پس جورو نے کہا کہ وہ مجھپر حرام ہی اور مہمان نے کہا کہ وہ مجھپر حرام ہی جب انھون نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جاکر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالی نے نازل کیا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہی اور صحیح بخاری مین حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہی اور اسمین امام شافعی وغیرہ ان علماء کی دلیل نکلتی ہی کہ جسنے عورتون کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہین ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہین آتا کیونکہ نبی صلعم نے اس شخص کو جسنے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہین کیا۔ اور کہا کہ دوسرے علماء جنمین سے امام احمد بھی ہین اسطرف گئے ہین کہ جسنے کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو اسپر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اسنے قسم کے ساتھ ترک کرنے کا التزام کیا تو کفارہ ہی اور اگر اسنے خالی اپنے اوپر حرام کرلیا تو بھی جو اسنے التزام کیا اسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباس رض نے فتوی دیا ہی اور ایسے ہی قولہ تعالے یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الآیۃ مین ظاہر ہی۔ یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالی نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی بیان ہی کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہی جسمین قسم کا کفارہ مذکور ہی۔ قال المترجم سدی رح سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل روایت ہی اسمین آخر مین ہی کہ قولہ لا تعتدوا۔ یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا انکو ممانعت ہی کہ خصی مت ہو اور یہی اعتداء حد سے تجاوز کرنا ۱۲ ہی پھر انکو حکم کیا کہ اپنی قسمون کے کفارہ ادا کرین۔ رواہ ابن جریر بطولہ۔ واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا۔ مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ تنگی مت کرو اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہی جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہی کہ امام بخاری رح نے تعلیقاً ابن عمر رض کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہی۔ اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہی۔ ف۔ قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ شیخ نے اشارۃ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہی یعنے جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین مشغول کرکے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کے لیے ہی اور قلب کے لیے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہی تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہی۔ اور اللہ تعالے نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام انس و بسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ انپر ابتداے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ مین سے طیبات ولذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جاوین

کیونکہ یہان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہین ہی اسواسطے کہ اب تو وہ اُنس و نور لقا مین پگھلے جاتے ہین - حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت سی حلال و لذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہوگئی تو اب وہ مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرو کیونکہ یہان اب مقام قلب ہی اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی کو امور زینت و دیگر زیبائشین بیجا ہی پھر بیاہی گئی تو اسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین - ایسے ہی شیخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ غذائین و عمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہو جاوین - تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہی کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمرو - و ابوذر غفاری و سالم مولی ابی حذیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن - کے اس امر پر متفق ہوے کہ عورتین و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب بن جانا یعنی آلہ نسل قطع کر دینا اور بالون کا لباس اور ترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم نے انکو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے انکو فرمایا کہ البتہ تمھارے نفوس کا تم پر حق ہی پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت و روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منھ موڑے وہ مجھسے نہین ہی - اسمین ظاہر کر دیا کہ جو لوگ اہل مقامات و حال ہین انکو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہی کہ فرمایا و کلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا - واضح ہو کہ حلال وہ ہی جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جاوے اور طیب ہر وہ چیز ہی جو اللہ تعالے کے شوق مین اسکے دل کو قوت دیوے اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے - سہل رح نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہی کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہی بدون آنکہ جد و جہد کرے اور نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ کہین ملے نہو اور گردن اٹھا اٹھا کر تاک لگا دے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہی کہ جو سبب کمائی کا ہی اسکو خوبی سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہین یعنی انکی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہی کیونکہ کمال یہی ہی کہ باوجود امتحان اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے - بعض نے کہا کہ رزق الٰہی جو تجھکو روزی کیا ہی وہ ہی جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اٹھانے کے تجھکو ملا جسمین حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اسکے تناول سے تیرا دل خوش ہوا شیخ استاد رح نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذیذات مین سے مباح فرمایا ایک یہ ہی کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یون ہی کہ لوگون سے مخالطت کرکے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار کرے اور یہی خواری عظیم ہی اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہی کہ جو شہود کی حالت مین کھاوے اور اگر اس سے نیچا درجہ ہو تو اسکی یاد پر کھاوے کیونکہ غفلت کی حالت پر کھانا ارادت کی راہ مین حرام ہی - اور مجھے حلال و حرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہی کہ حلال وہ ہی جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بصفت رضا و تسلیم حاصل کر لیوے اور حرام وہ ہی جو غیر کے واسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کر لینے کی کوشش کرتا ہی اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہی اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا - لیکن عقل سے یہ علم نہین حاصل ہوتا ہی - اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہی وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہی - قال المترجم - یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف

آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول الآیۃ - یعنی جب انھون نے سماع خطاب مین پایا جو انسے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اسکو پاکر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہو گئی اس سے رنج کیا پس اس خوشی و رنج نے انکو جوش دلایا کہ گریہ شوق مین آنسو بہانے لگے - اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ انکے دل کی آنکھین معرفت غیب تک پہونچین اور انکی روحین مشاہد قرب تک واصل ہوئین - پھر ایسے بہت گذرے ہین جنکو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتون کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے انکو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کے واسطے زندہ کر دیا - اور جنید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مین ایک رات مین نماز مین کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس مین نے یہ آیت پڑھی - کل نفس ذائقۃ الموت - پس مین نے اسکو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہرائے جاویگا کہ چار جن کو تونے قتل کر ڈالا جنھون نے اپنے سر آسمان کی طرف نہین اٹھائے یہانتک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے - اور صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہین رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے - پھر اللہ عزوجل نے انجیل والون مین سے ایمان لانے والون کی پاکیزہ تصدیق کو مزید و معرفت سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین - یعنی ہمنے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہمکو تیری توفیق دینے سے تیرے سچے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہمنے تیرے رسول کی اور اسکے یارون کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہین - اور ابن عطا رح نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے انکے دل کے ہاتھ پالون قریب تھا کہ بول اٹھین کہ ہمنے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالے نے فرمایا - مما عرفوا من الحق - اور شیخ استاد رح نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھین کھلین اور مقام تحقیق کو پہونچکر جوش گریہ سے تسکین پائی -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اے ایمان والو مت ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ تعالے نے تمکو حلال کردین اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالے نہین چاہتا

الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

حد سے بڑھنے والے اور کھاؤ اللہ تعالے کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالی سے جسپر تم یقین رکھتے ہو -

نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنون کے روزے جائز ہین سب دن برابر روزہ رکھین اور ہر شب تمام رات نماز مین قائم رہین اور عورتون سے نزدیک نہون اور خوشبو کو نہ چھوین اور گوشت نہ کھاوین اور بچھونے پر نہ سوئین - اور عبد الرزاق نے مرسل روایت کی جسمین حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبد اللہ بن عمرو کا نام ہے اور معالم مین دس صحابہ کا ایک مکان مین جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جنکے نام یہ بیان کیے کہ وہ ابو بکر و علی و ابن مسعود و ابو ذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبد اللہ بن عمرو ہین - وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد و السدی وغیر واحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین ابن کثیر رح نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق مین ہے پھر انکے ارادے راہبون کے مانند بیان کرکے کہا کہ نبی صلعم نے اُنسے کہا کہ مین روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جسنے میری سنت کو لیا وہ مجھسے ہے اور جسنے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھسے نہین ہے - رواہ ابن ابی حاتم - اور صحیحین مین ہے کہ چند صحابہ رضہ نے حضرات

ام المومنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادات کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہان ہم اور کہان آنحضرت صلعم۔ انکو تو اللہ تعالے نے بخشدیا ہی پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا۔ اور نیز ابن عباس رض سے ہی کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب مین گوشت کھاتا ہون تو مجھے عورتون کی خواہش ہوتی ہی اور مین نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر۔ وقد روی موقوفا ومرسلا۔ بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزین حرام کرلینے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا** اے ایمان والو مت حرام کرو ف اپنے اوپر۔ **طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ** پاکیزہ لذیذ چیزین مطعومات ان چیزون سے جو اللہ تعالے نے تمپر حلال کردی ہین ف اور ابن جریر رح نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کرلینا روا نہین ہی اور چونکہ خیر الہدی ہدی محمد صلعم ہی تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہی جائز نہین اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہی پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے و کھانا چھوڑکر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہین ہی کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہی۔ قال المترجم اسمین بعض تامل ہی۔ بالجملہ اوتعالی نے اس سے منع کیا کہ حلال مین سے لذیذ چیزون و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو۔ **وَلَا تَعْتَدُوْا** اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم الٰہی سے تجاوز مت کرو۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ** اللہ تعالے تجاوز کرنے والون کو دوست نہین رکھتا ہی ف یعنی تجاوز کرنے والے محبوب بندے نہین ہین۔ پھر حکم دیدیا کہ۔ **وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا** اور کھاؤ اس چیز سے جو تمکو رزق دیا اللہ تعالی نے حلال طیب کو ف یعنی مرزوق مین سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہی بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہین اور بحث اوپر بیان ہوچکی ہی اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا چنانچہ جب اوتعالی نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگرچہ چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالا طیبا حال کونہ مما رزقکم اللہ تعالے اور اعراب ظاہر ہی اور اسمین دلیل واضح ہی کہ اوتعالے ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہی۔ پھر یہ وصیت کردی کہ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ** اور اسی اللہ تعالی کا تقوی رکھو جسپر تم ایمان لائے ہو ف یعنی اللہ تعالے کے ممنوعات سے تقوی رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہی کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت رہے پس اگر کسی نے آلہ تناسل قطع کردیا تو اسکی یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہین کرتا ہی محض جہل ہی کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہی۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا پھر بخوف الٰہی اسکا مرتکب نہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگون کو سمجھایا جنھون نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کرلیا تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہان یہ تفصیل کی ہی کہ اگر حلال مین سے کسی چیز کو حرام کرلے تو اسی آیت سے منع ہی اور اگر حرام نہ کرلے مگر ترک اختیار کرے اور نہ کھاوے تو مضائقہ نہین ہی ولیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہین کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف فتح البیان نے دعوی کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہین کہ جسنے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کرلیا تو اسپر حرام نہین ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہین آتا ہی اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہی کہ حرام ہوجاتی ہی اور اسپر کفارہ لازم آتا ہی اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہی اور مدلول احادیث صحیحہ سے بھی خلاف ہی۔ **قال المترجم**۔ اس آیت مین فقط اس امر سے ممانعت ہی کہ جو حلال ہین انہین سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرلو پس اگر وہ حرام نہین ہوسکتی ہی تو ممانعت کس چیز سے ہی پس آیت کے نہی ویسے ہی ہی جیسے اور امور مین نہی ہی اور یہ مذہب نہین ہی کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہوجاتی ہی۔ بلکہ بالاجماع حلال کو حرام سمجھنا کفر ہی جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسکے اپنے اوپر

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ
اور جب سنیں جو اُتار اگیا رسول پر تو دیکھے انکی آنکھیں اُبلتی ہیں

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
آنسوؤں سے اسپر جو پہچان لی بات حق ۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھ دے ہمکو ماننے والے کے ساتھ ۔ اور ہمکو کیا ہوا کہ یقین کریں

بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ لا وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَثَابَهُمُ
اللہ تعالیٰ پر اور جو پہونچا ہم پاس حق ۔ اور ہمکو توقع ہی کہ داخل کرے رب ہمارا ہمکو نیک بختوں کے ساتھ میں ۔ پھر انکو بدلا دیا

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ
انکے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ انکے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں انمیں ۔ اور یہی نیکی کرنے والوں کا

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝
بدلا ہی اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ

اوپر مذکور ہوا کہ نصاریٰ لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں و اہل مکہ کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کے ساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے انکو سورہ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہی اس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا اور یہی اللہ تعالیٰ نے انکے حال سے خبر دی ہی بقولہ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ اور جب انھون نے سنا جو اس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اُترا اسکو سنا ۔ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ تو تو انکی آنکھیں دیکھتا ہی کہ آنسو سے انکی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو انھون نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھ اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان و جوش قلب سے ہی کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالیٰ شانہٗ کو سنے اور بعض اکابر سے منقول ہی کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہوجاتے تھے حتیٰ کہ انکی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور انکو خبر نہوئی ۔ اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہوا کہ حق کی معرفت سے انکو جوش گریہ نے لے لیا ۔ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری کتاب پاک قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ لکھدے ہمکو شاہدین کے ساتھ ہیں ف یعنی ان لوگوں کے ساتھ میں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول وکتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی امت کے ساتھ میں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ انھون نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ انھون نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہی ۔ رواہ الحاکم وصححہ ۔ اور واضح ہو کہ امت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں ۔ اور ابن عباس رض سے مروی ہی کہ قولہ اذا سمعوا الآیات انکا نزول اس گروہ کے حق میں ہی جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جاکر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم

نے انکو قرآن مجید سنایا تو انکی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہوگئے پھر رسول اللہ صلعم نے انسے کہا کہ شاید تم اپنے ملک مین واپس جاکر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہین پھرینگے پس اللہ عز وجل نے انکا یہ پوشیدہ قول وجواب باری تعالے مین دعا کرتا نازل فرمایا۔ رواہ الطبرانی۔ پھر مروی ہوا ہی کہ جب دو مسلمان ہوگئے تو یہود مردود نے انکو عار دلایا کہ اپنا دین تمنے چھوڑ دیا تو انکے جواب مین کہنے لگے کہ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہمکو کیا ہی کہ ہم یقین نہ لاوین اللہ تعالے پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہی ف۔ یعنی ہمکو کوئی مانع نہین اور مقتضی موجود ہی پھر کیون ہم اللہ تعالے اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لاوین۔ حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہوگیا تو ایمان لانا ہمپر ضرور ہی کوئی مانع نہین ہی کیون نہ ایمان لاوین۔ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم آرزو کرتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہمکو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف۔ یعنی مومنین کے ساتھ داخل کردے یعنی صالحین مین ملادے یا انکے ساتھ جنت مین داخل کردے اور مفسر سیوطی رحمہ نے کہا کہ نطمع کا عطف نؤمن پر ہی پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طمع کرین کہ ہمارا پروردگار ہمکو قوم صالحین کے ساتھ یعنی جنت کے اندر داخل کرے۔ یہ اسواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ وفعلیہ نہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہین ہی جیسا کہ بعض محققین کا قول ہی۔ اور جملہ بحسب معنی حال ہی یعنے کیون ہم ایمان نہ لاوین ہمکو تو یہ آرزو ہی کہ پروردگار تعالے ہمکو قوم صالحین کے ساتھ ملادے پس جو لوگ کہ صالحین کے ساتھی ہونا چاہتے ہین وہ البتہ ایمان نہ لاوینگے۔ بالجملہ جب یہ انکی باتین اور انکی سچی نیت کو اللہ تعالے نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور ان لوگون کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالے نے انکے جنتی ہونے کی خبر فرمائی بقولہ۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اللہ تعالے نے انکو انکے قول کے بدلے جنات عطا فرمائین جنکے نیچے نہرین جاری ہین انمین ہمیشہ رہینگے اور یہی محسنین کا ثواب ہی ف۔ یعنی جو لوگ ایمان لاکر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہی۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافرون کے وعید بھی فرمادے بقولہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اور جنھون نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائین ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہین ف۔ حاصل آنکہ کلام الٰہی واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہی اور جھوٹ ماننے کا بد انجام آگ کا مقام وعذاب کا ٹھکانا جہنم ہی ف۔ عرائس مین ہی کہ قولہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول الآیۃ۔ اللہ تعالی نے اشارہ سے اپنے خالص بندون کا حال بیان فرمایا کہ خالص بندون کا یہ حال ہوتا ہی کہ قرآن وخطاب سننے کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہین پس انکی عقلین اچھی انبساط وکشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد وآیات کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے دل اس خطاب کی حلاوت کو لیتے ہین اور انکی روحین جمال انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے اسرار باطنہ انوار صفات کو مشاہدہ کرکے اسکے نادر وعجیب علوم غیب کے لطائف ادراک کرتے ہین پھر اس سے خطاب فرمانے والے کے جمال کی طرف شوق انکا دوڑتا ہی پھر جب بطریق یقین وصول کے اسکے معرفت حاصل کرلیتا ہی تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہی اور اسکی وحدانیت پر مطمئن ہوجاتا ہی لیکن اس دیدار سے اسکا عاشق صادق ہوجاتا ہی پس اس سے اسکے جسم کو اثر ہوتا ہی اور وہ مضطرب وبیتاب ہوکر آنکھون سے شوق کے آنسو بہاتا ہی اور جلکر فنا ہوجانا چاہتا ہی تاکہ روح کے مانند باقی رہی اور ذکر ویاد کی مجلس مین یہ دل بھی عشق کی آگ مین جل جاتا ہی پھر ان لوگون کی یہی کیفیت ہوئی کہ انکی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق ومحبت کے آنسو انکی آنکھون سے جاری ہوگئے پس

يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل علی فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق تحصیل تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات سے جس میں ستہ سے تفسیر القرآن بالحدیث کی رعایت کی گئی ہے بزبان اردو

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قامع شبہات الملحدین دافع مکائد الغاوین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی الہندیہ المسماۃ بالعالمگیریہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ الی دوام الایام واللیالی جزاہ اللہ الرحمن خیر الجزاء

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودۂ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین -

تفسیر زاد الآخرت - نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبد السلام -

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع -

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -

تفسیر سورۂ یوسف سہ مصرعہ از مولوی اشرف علی -

پنجسورہ مترجم - با ترجمۂ اُردو -

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط -

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف -

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاحات بے نقط - فرعون و قارون کا نام بے نقط - روایات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا شان تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا -

تفسیر جلالین مع کمالین - بہ تحشی جدید مطبوعہ دہلی -

تبیان فی اعراب القرآن - مؤلفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی - متوفی سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے ساتھ مین رسالۂ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ محدث دہلوی کا لگا ہوا ہے -

دُرر النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سورہاے قرآنی مؤلفۂ قاضی ابو الحسن المصری -

توریت - بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اُسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا -

فتح الخبیر - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعۂ غیر -

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعینہ اُسکا ترجمہ اردو مین -

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی -

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین -

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا -

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین -

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -

جامع ترمذی - امام ابو عیسے از صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید -

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح -